

فاتح کربلا

آسمان تحقیق کے دیوتا

عالم اسلام اور ائمہ

اللہ بخش نیر

ادارہ تحقیقات اسلامیہ

جامع مسجد خضرئی، لاہور، جناح مارکیٹ، نیو ملتان

قریب قریب

سعد احمد

نور العینین فی ذکر آل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فاتح کربلا

۱۰۱ ابوالرضا علامہ اللہ بخش فقیر دامت برکاتہم العالیہ

ترقیہ و تہذیب

فقیر سعید احمد کریمی

ناشر
مکتبہ کریمہ

جامع مسجد خضریٰ یولاک جنح مارکیٹ نیولتان

0300-8762350 0300-7364550

کتاب

مؤلف

ترکیبیہ و تجزیہ

الحمد لله

بیتا

۱۵۵۵

124

540

499

لیچرنگ

2

45

فلاح کربلا

إنا انما نعبد الله ونحسب اننا مسلمون اهتدوا

فقیر سعید احمد کریم

مجلسه ۱۲۸

پھر یہاں اقبال کا شعر ہے:

$$\frac{1}{\sqrt{1-\beta^2}} = \gamma$$

۱۰۰

شاعر و صحافی صلاح الدین سعیدی

۱۴۲۸ھ 21 جنوری 2007ء

فیس الحق چشتی خرد و گری کالج کبیر والا

000-755748

Q144759232

1001 2 16 2 16 16 16 16

207

پارہ ۱۰۰

5

8934

استاذہ عالیہ ہوتا والا شریف جمن شاہ و ضلع لیہ 8762350

کتابت فی سار الشیخا و سلطان کالونی و بطونہ و انوار حکم مکرر در ذیل احوال و احکام کار و بار

وہاں پہنچ کر اس نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ وہاں ایک عجیب سی چیز ہے۔

[illegible]

۱۰۲۔ در کتب خانہ پٹنہ کی روداد ملتان، مکتبہ کاظمیہ مہریدہ سلاما قباں ہارکیٹ ہا القابلیں انوار اعلیٰ معلوم یہ ہے کہ

[illegible]

مجلس شورای اسلامی

پہلے یہ اعلیٰ افسران و بزرگانِ چار سہرا، اسم لکھائی، قادیانی، روضی، شپ خاشخ، بس رو

امام عالی مقام اور ان کے

جانشینان

191

قیامت تک آنے والے

ان کے جانشینوں کے نام

سید

منظوم تاثرات

شاعر و صحابی صلاح الدین سعیدی ڈائریکٹر "تاریخ اسلام فاؤنڈیشن" لاہور

منظہر ذات خدا ہے فاتح کرب و بلا

نکس نور مصطفیٰ ہے فاتح کرب و بلا

نور جان فاطمہ ہے فاتح کرب و بلا

فرزید شیر خدا ہے فاتح کرب و بلا

روشنی مطلوب ہو تو اس کی جانب دیکھ لو

اک مینارہ نور کا ہے فاتح کرب و بلا

حضرت فیر نے لکھی ہے یہ تحقیقی کتاب

اور نام اس کا رکھا ہے "فاتح کرب و بلا"

اس کتاب خوب کی تقدیم جس نے لکھی ہے

فیض وہ عباس کا ہے "فاتح کرب و بلا"

پانے والا اس کی تہذیب و اشاعت کا شرف

مکتبہ کریم ہے "فاتح کرب و بلا"

شمس و صفدر نے کھنن یہ مرحلہ کپڑ کا

کیا ہی اچھا طے کیا ہے "فاتح کرب و بلا"

ہے یہ حسن نمن سعیدی کا کرے مولا قبول

توشہ "منظہر" ہوا ہے "فاتح کرب و بلا"

شہادتیں

7	ابتدائیہ
8	پیش لفظ
9	تقدیم
12	قدس شہادت حسین علیہ السلام
14	شہادت کی دو قسمیں ہیں
24	فضائل حسنین از کلام الہی
45	یزید کی بطور غلیفہ تقرری پر اعتراض کا جواب
48	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحقیق
50	جن صحابہ نے درخواست پر عمل کیا ان کے دلائل
61	سیدہ فاطمہ صفراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں اقوال
68	مدینہ منورہ سے رحلت
95	شہادت مسلم
115	کربلا جانے والے اہل بیت کے افراد
128	امام پاک اور امین سعد کی ملاقات
133	کربلا میں قیامت صغریٰ
138	حالات میدان کربلا
141	امام کی آخری قرار
143	امام عالی مقام کے ساتھیوں کی شجاعت اور شہادت
148	فرزند ان مولا مشکل کشا
153	عمون و حمی کی شہادت
155	شہادت حضرت عباس بن علی
159	شہادت سیدنا علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابتدائیہ

حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی حفظہ اللہ تعالیٰ

نگران مرکزی مجلس رضا۔ ایڈیٹر ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

نظام مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے حضرت امام عالی مقام نے جس طرح دشتِ کربلا میں ایثار و قربانی کا عملی نمونہ پیش کیا ہے وہ جادوِ عزیمت کے مسافروں کے لئے ”نصاب“ کا درجہ رکھتا ہے۔

اس عظیم قربانی کے ذکر کا سلسلہ شامِ کربلا سے شروع ہوا اور صبحِ قیامت تک ہر رنگ میں جاری رہے گا۔

جنوبی پنجاب کے ہمارے عظیم سنی رہنما حضرت مولانا اللہ بخش نیر نے ہمارے روایتی لٹریچر میں ایک تحقیقی شہدہ پارے کا اضافہ فرمایا ہے جس کا عنوان ”فارغ کر بلا“ ہے۔

مجھے امید ہے کہ ہمارے واعظانِ شیریں لسان اور خطیبانِ شعلہ بیان مولانا محترم کی اس تحقیقی کاوش کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی محفلوں کو تنبیہ کی و مہمانت اور وقار بخشیں گے اور من گھڑت اور بے ہودہ روایات سے بچتے ہوئے واقعہ کربلا کو اصل روپ میں پیش کر کے آنے والی نسلوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچیں گے۔

میں ایک بار پھر بدعتِ سرایانِ شہید کربلا سے امید کروں گا کہ وہ حضرت نیر صاحب کی ”فارغ کر بلا“ کی روشنی میں اپنی محفلوں کو تحقیق کا رنگ بخشیں گے۔

165	ابتدائیہ
167	قیامت کا دور اور امام عالی مقام کی مقام
169	امام کی آخری وصیت
180	قہرِ کربلا کے سارے کرائی
191	مومن و کافر
225	بڑے سکے کا بیروں کا اعتراض
228	پاکستان کی جد سے کربلا
229	المن ویت کی عید و نور و تہی
234	امامزین العابدین کی سالیت
241	کے کربلا پر مول
245	کا قتل کا انجام
266	عقربا و عقیبت
269	تاریخِ کربلا کی حقیقت و حقائق و حقائق
279	اوسے کو کھٹکے ہمارا
294	اعادہ کربلا و امام نیر
297	کی بھائی شہزادہ کی قیامت و کربلا
300	نار و نیر کی دعا و اللہ اور جہ سے بچا
304	قرآن و حدیث و احادیث و احادیث
306	امام حسین اور امام عقیبت کی نے جہ و کربلا کی
307	شہدہ کربلا کے کربلا کی باقی حقائق
311	نواب شہزادہ و مولیٰ کی امید کے بند
316	شہزادہ سے بچنے کی شہادت
318	آستانِ وحی اللہ صہ کا اصل حقیقت
323	امام عظیم کے کربلا کی بھائی و کربلا
	مظلوم نذرانہ عقیدت

ممتاز ماہر تعلیم علامہ محمد منشاء تالیف قصوری استاد جامعہ نظامیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰۃ والسلام

علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اہا بعد ا
مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر احسان عظیم ہے کہ
آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے ظالم حکمرانوں کے خلاف ”مزا حق تریک“ کی طرح ڈالی
اور آنے والی نسلیں کو وہ حوصلہ اور جذبہ بخشا جسے مسلمانوں کا نظریاتی سرمایہ کہا جاسکتا ہے۔

واقعہ کر بلا صدیوں سے شاعروں، ادیبوں، خطیبوں اور سخنوروں کا موضوع سخن بنا ہوا
ہے دنیا کے ہر ملک اور خطے میں تخلیق ہونے والے لٹریچر میں واقعہ کر بلا ایک مسلسل اور اہم
موضوع ہے بلکہ مختلف اصناف سخن میں سے ہر صنف سخن اس مبارک عنوان سے مالا مال ہے
اسی طرح نثر میں بطور تاریخ بھی اور بطور تہرک بھی ہر نثر نگار امام استقامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے حضور عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت مولانا اللہ بخش نیر اس حوالے سے خاص انفرادیت رکھتے ہیں کہ وہ نثر نگار
شاعر اور خطیب تینوں حیثیتوں میں حضرت امام کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔
فارغ کر بلا حضرت مولانا کی تاریخ گوئی اور نثر نگاری کا تازہ شاہکار ہے جو یقیناً نابل
ذوق سے داد پائے گا اور ”کر بلا کی لٹریچر“ میں صحت مند اضافہ ثابت ہوگا۔

تاریخ انسانیت بالخصوص تاریخ اسلام میں سانحہ کر بلا کو ایک خاص اور امتیازی
مقام حاصل ہے جس کا مرکزی حوالہ، جلی عنوان نواسر رسول، جگر گوشہ رسول، ابن علی سیدنا
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ لاریب آپ تاریخ اسلام کی
ان چند گنی جہتی، انقلابی شخصیات میں سے ہیں جو معیار حق قرار پاتی ہیں۔

جو حق وہاں کے درمیان حد فاصل کا درجہ رکھتی ہیں۔ جنہوں نے ایک زمانے کو
راہ حق پر چلنے کا سلیقہ دیا بالخصوص حق پر چلنے، کھٹنے کا حوصلہ جذبہ دیا۔ یقیناً سیدنا امام حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جنہوں نے راہ حق کے طہر داروں کو ہاٹل سے لکر لینے کا شعور
عطا کیا۔

نظر آج کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ہم سب (ہر مکتبہ فکر کے لوگ) یا حسین کے فلک
الکاف نعرے لگاتے ہیں۔۔۔ ان کے ذکر کی محفلیں سجاتے ہیں۔۔۔ بلکہ کچھ لوگ تو ان
کے نام پر خوب کاتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو حسینی
سیرت و کردار سے پیار کرتے ہیں۔۔۔ جو ان کی فکر کے وارث و امین ہیں۔۔۔ جو آج
کے یزیدیوں کے فاسد نظریات کے خلاف صف آرا ہیں؟

پھر سرور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس سے صحیح اور کامل عقیدت
وہی اور قاداری کا تقاضا یہ ہے کہ حسینی فکر سے آراستہ ہو کر وقت کے یزیدیوں سے ہر محاذ
پر لڑی جائے اور حسینی وقی ہے جو کسی موقع پر یزیدیت سے سمجھوتہ نہیں کرتا۔۔۔ کیونکہ امام
استقامت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام یہ ہے کہ

سرت سہائے جہنم سہائے نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

حضرت علامہ اللہ بخش نے مدظلہ سے اس تاریخی اور انتہائی مختصر اور شریف عقیدت پیش کرنے کیلئے "نور العینین فی ذکر الحسین" المعروف "فاتح کر بلا" تالیف کی ہے علامہ صاحب عوامی اور ملی حلقوں میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں معلم حقیقی نے خاص طور پر فن تقریر کے ساتھ ساتھ ذوق تحریر سے بھی بہرہ ور کیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں فلسفہ شہادت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے شہادت کی اقسام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ خصوصاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے اسباب کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب کو قرآنی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں بڑے خوبصورت اسلوب میں بیان کیا گیا ہے اس حوالے سے تقریباً متعدد آیات و روای کی احادیث مبارکہ درج کی گئی ہیں جو علامہ صاحب کی وسعت مطالعہ کی عکاس ہیں۔

مختصر یہ کہ یہ کتاب حسنین کریمین کے فضائل و مناقب اور واقعہ کر بلا کے حوالے سے تاریخی حقائق کا حسین مرقع ہے بلکہ اس سے "تاریخی دستاویز" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولف کو اجر جمیل عطا فرمائے اور اہل اسلام کے لئے اس کتاب کو نافع فرمائے۔ امین مکتبہ کریمہ کے روح رواں محترم مولانا سعید احمد کرمی کو اللہ تعالیٰ اہل بیت علیہم السلام کا صدقہ دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے جنہوں نے بڑی عقیدت سے اس کتاب کی تہذیب و اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔

سید فیض عباس بخاری

پرنسپل جامعہ خدیجہ الکبریٰ خات الاسلام
مختصہ صادق آباد تحصیل جہانپور ضلع خانیوال
یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام
على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين. اما بعد ا

عرض مؤلف

ذکر شہادت کی اکثر کتابوں میں رطب و یابس روایات پر ذکر کر دیں میں خیال آیا کہ مستند روایات کے حوالے سے ذکر حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع پر کتاب لکھی جائے۔

چنانچہ آج ۵ صفر ۱۴۲۹ھ بروز بدھ اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کتاب کا نام

"نور العینین فی ذکر الحسین" المعروف "فاتح کر بلا"

تجویز کیا۔

جو کہ بتوفیق اللہ تعالیٰ مکمل ہوئی۔

آمین

نیر محمدی

فلسفہ شہادت حسین علیہ السلام

از افادات - غزالی زمان علیہ الرحمة
شہادت حسین علیہ السلام تاریخ اسلام کا ایسا زرین و رنگین ورق ہے جس کے جمال رنگین کی چمک و دمک دنیا نے اسلام کو ہمیشہ روشن اور تابناک رکھے گی۔ اس میں شک نہیں کہ ہر صاحب کمال کی خوبی باعث ایجاد عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قوسل سے معرض وجود میں آئی ہے لیکن اس باب میں شہادت حسین علیہ السلام کو ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسری جگہ نہیں پائی جاتی۔
جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کونین کی سب نعمتوں کو چار نعمتوں میں جمع فرما دیا ہے۔ سورہ فاتحہ میں اپنے بندوں کو یہ تلقین فرمائی کہ تم مجھ سے یہ دعا کیا کرو۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ هُوَ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ:- اللہ تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا۔
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے انعام کئے ہوئے بندوں کی تفصیل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:
وَالَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قُلُوبٌ وَبَصَرٌ وَنَفْسٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء کا۔

معلوم ہوا کہ نعمت الہی نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت سے الگ نہیں اور جو چیز ان سے الگ ہو وہ اگرچہ نعمت نظر آئے لیکن درحقیقت نعمت نہیں۔ رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ اسی وقت قرار پا سکتے ہیں جبکہ ہر نعمت حضور علیہ السلام کے دامن رحمت میں ہو۔ اگر کوئی نعمت حضور علیہ السلام کے دامن

اقدس میں نہ ہو تو کسی صورت میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ نبوت، صدیقیت، شہادت، نبوت، تمام انبیاء سابقین اور قیامت تک آنے والے صدیقین، اولیاء کاملین کو اسی لئے حاصل ہوئی کہ وہ سب نعمتیں دامن حبیب میں پائی جاتی ہیں لیکن شہادت بظاہر حضور علیہ السلام کو نہیں ملی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے وعدہ فرمایا کہ وَلَنُعْطِيَنَّكَ مِنَ الْغَنَاءِ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا اور آپ کی جان پاک لینے پر کسی کو قدرت نہ ہوگی۔ اب اگر کوئی دشمن کسی طرح حضور ﷺ کو معاذ اللہ قتل کر دے تو معاذ اللہ وعدۃ الہیہ غلط ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلط ہونا محال ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام کا شہید ہونا بھی محال ہوگا اس لئے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شہیدوں کو شہادت کیسے ملی؟ اور شہداء اس نعمت سے کس طرح مستمع ہوئے؟ دراصل شہادت حسین علیہما السلام اسی شبہ کا حل اور اسی سوال کا جواب ہے۔

یہ امر واضح ہے کہ ہر چیز کی ایک باطنی حقیقت ہوتی ہے اور ایک ظاہری صورت۔ صورت ظاہریہ باطنیہ پر دلیل ہوتی ہے۔ لیکن اس کا ظہور تام کبھی ابتدائے وجود سے موخر اور زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے۔ یعنی کمال شہادت کی حقیقت رسول اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ میں پوشیدہ تھی اور اس کی صورت ظاہری اپنے وقت میں بصورت دلیل معرض وجود میں آئی۔ لیکن اس کا ظہور تام حضرات حسین علیہما السلام کی ذات قدسیہ میں ہوا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو ہر شہادت حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس میں اول سے موجود تھا اور وہ اس طرح کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

وَدَتِ اَنْ اَقْتُلَ هِيَ سَبِيلَ اللّٰهِ ثُمَّ اَحْيٰى ثُمَّ اَقْتُلَ ثُمَّ اَحْيٰى ثُمَّ اَقْتُلَ

ترجمہ:- میری دلی خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں

پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

نظر بصیرت سے غور کیا جائے تو یہی وصف جمیل، روح شہادت اور حقیقت شہادت ہے۔ جس شخص کے دل میں مقتول فی سبیل اللہ ہونے کی خواہش نہیں اس کو میدان جہاد میں کفار کے ہاتھوں قتل بھی ہو جائے تو عہد اللہ شہید نہیں اور جس کے دل میں کلمہ اللہ کو بلند کرتے ہوئے خدا کی راہ میں شہید ہونے کی محبت اور خواہش ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا: "مُرْتَدٌ"۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کو دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ عند اللہ تعالیٰ شہادت سے متصف ہیں اور شہادت کی حقیقت باطنی ذات اقدس میں موجود ہے۔

شہادت کی دو قسمیں ہیں

شہادت جہریہ شہادت سزویہ

عام طور پر شہادت جہریہ کے چار طریقے ہوتے ہیں شہید دشمنان دین کے ہاتھوں آ کر جہاد سے زخمی ہو یا اس کے جسم کا کوئی حصہ الگ ہو جاتا ہے جس سے خون بہتا ہے اور وہ راہ خدا میں مقتول ہو کر جہاں بحق ہو جاتا ہے اور شہادت سزویہ میں دشمن کے ہاتھوں سے زہر دیئے جانے سے یا مثلاً پانی میں ڈوب کر، آگ میں جھل کر، عمارت کے نیچے دب کر موت واقع ہوتی ہے۔

مقتول فی سبیل اللہ ہونے کی محبت و خواہش شہادت جہری و سزوی دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے شہادت کی دونوں قسموں کا وجود حضور علیہ السلام کی ذات اقدس میں ثابت

... رہی صورت ظاہری جو حقیقت باطنی کی دلیل ہے وہ بھی حضور سید عالم ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائی گئی۔ شہادت سری کی ظاہری صورت بکری کے اس زہر آلودہ لالہ کا تناول فرمان ہے جو خیر میں ایک یہودیہ نے حضور علیہ السلام کو بھیجا تھا حضور علیہ السلام نے اس میں سے ایک لقمہ تناول فرمایا تو اس شانہ سے آواز آئی کہ حضور! کہ میں زہر ہے آپ تناول نہ فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے پھر اس میں سے نہ لیا۔ ایک صحابی اس زہر آلود شانہ کا لقمہ کھانے کی وجہ سے اسی وقت شہید ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ نے زہر آلود گوشت کا لقمہ کھایا اور اس کا اثر جسم اقدس میں آیا بلکہ اس کا اثر ہمیشہ باقی رہا۔ لیکن اس کے کھانے سے جس طرح وہ صحابی رضی اللہ عنہ اسی وقت جہاں بحق ہو گئے اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ واقعہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ ارادہ الہی اپنی مراد سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ مشیت ایزدی یہی تھی کہ حضور علیہ السلام کی جان پاک کسی دشمن کے ہاتھوں نہ جالے پائے۔ آیت کریمہ **وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَی الْعَالَمِیْنَ** اس پر شاہد عادل ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام زندہ سلامت رہے لیکن اس زہر آلود لقمہ کے تناول فرمانے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو گئی کہ زہر کا اثر جسم اقدس میں پہنچا اور وفات مقدسہ تک اس کا اثر وجود پاک میں باقی رہا جو حقیقی شہادت سزویہ اور اس کی حقیقت باطنی کی ظاہری صورت قرار پایا اور اس کے لئے دلیل کی حیثیت میں ظاہر ہوا اور اس حکمت کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تجلیات جلال و جمال کے مشاہدہ میں مستغرق ہو گئے اور حکم خداوندی اس میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس گوشت میں یہودیہ نے جو زہر ملا دیا تھا اس کی طرف بھی حضور علیہ السلام کی توجہ نہ رہی اور اس عدم التفات کی

حالت میں ایک لقمہ زہر آلود گوشت کا حضور علیہ السلام نے تناول فرمایا اور حکمت خداوندی کا مقتضی پورا ہو گیا اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایک لقمہ کے سوا اب میرے حبیب اس گوشت سے کچھ نہ کھائیں تو حضور اقدس ﷺ کے سینہ اقدس میں جو علم رسالت کی تجلیاں جلوہ گر تھیں انہیں اس زہر آلود گوشت میں منعکس فرمایا جو ایک آواز کی شکل میں ظاہر ہوئیں جس کے سننے کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ فرمایا۔ گوشت سے آواز کا پیدا ہونا گوشت کی منفعت نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کے آفتاب علم کی شعاعیں تھیں جو گوشت کے آئینہ میں چمکیں اور حضور ﷺ کی طرف واپس آئیں جیسے زمین پر رکھا ہوا شیشہ جب سورج کے مقابل ہو کر چمکنے لگے تو اس سے بلند ہونے والی شعاعیں سورج ہی کی طرف واپس جاتی ہیں اور جو آفتاب کی دلیل ہوتی ہے بالکل اسی طرح آفتاب عالم مصطفوی کی شعاعیں اس گوشت میں چمکیں جو حضور ﷺ کے سامنے رکھا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انوار علم نبوی کی شعاعوں کو قبول کرنے کی قابلیت اس گوشت میں اپنی قدرت کاملہ سے اس طرح پیدا فرمادی تھی جس طرح آئینہ میں انوار آفتاب کو قبول کرنے کی صفت مقابلیت پیدا فرمائی ہے۔ زہر آلود گوشت میں منعکس ہونے والی تجلیاں اہل بصیرت کی نظر میں آفتاب علم نبوی کی چمکتی ہوئی دلیل ہیں۔

الغرض خیر میں زہر آلود گوشت کا لقمہ تناول فرمانا اور اس کے اثرات ذات پاک مصطفوی میں شہادت سز یہ کی حقیقت کی صورت ظاہری اور دلیل قوی ہیں۔ اس کے بعد شہادت جبر یہ کی طرف آئیے تو اس کی ظاہری صورت بھی حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں ثابت ہے جنگ احد میں حضور سید عالم ﷺ کا جسم اقدس ذبی ہوا۔ جسم

اقدس سے خون بھی جاری ہوا اور جسم اقدس کا ایک لورانی جزو بھی علیحدہ ہوا لیکن ایسا مبارک جسم کے الگ ہونے سے ذات مقدسہ میں کسی قسم کا عیب نہ آنے ظاہر ہے۔ لہذا کچھ ناک، کان، ہاتھ، پاؤں یا ان کا کچھ حصہ اگر کٹ جائے تو آدمی عیب دار ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام چونکہ محمد ﷺ ہیں جس کے معنی ہیں بہت تعریف کیا ہوا۔ یعنی بے عیب (کیونکہ عیب کی مذمت کی جاتی ہے جو عہدیت کے خلاف ہے) اس لئے مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ بدن مبارک کا ایک جزو الگ ہونے سے محبوب کی ذات مقدسہ میں کوئی عیب نہ پیدا ہوا چنانچہ حضور علیہ السلام کے دندان مبارک کا ایک کنارہ جنگ احد میں ایک کافر کے پتھر مارنے سے شکستہ ہوا جس کی وجہ سے دندان مبارک کی شعاعیں پہلے سے بھی زیادہ ہو گئیں۔ جیسے بچے موتی کا ایک کنارہ گر جانے سے بجائے عیب دار ہونے کے اور زیادہ چمکدار ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دندان مبارک جزو سے اکھڑ گیا تھا یہ غلط ہے اس لئے کہ صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے کہ صرف کنارہ اگر افتاد دندان مبارک جزو سے نہیں ٹوٹا۔ علاوہ ازیں دانت کا جزو سے الگ ہو جانا حسن و خوبی کے خلاف ہے اس لئے محمدیت کا مقتضی یہی تھا کہ صرف کنارہ گر جائے اور دندان مبارک اپنی جگہ بدستور قائم رہے۔

علامت المرام یہ کہ شہادت جبر یہ اجزائے اربعہ میں سے تین جزو حضور ﷺ کی ذات اقدس میں جنگ احد کے موقعہ پر پائے گئے۔

۱۔ جسم اقدس کا ذمی ہونا۔ ۲۔ جسم اقدس سے خون مبارک کا بہنا۔ ۳۔ بدن پاک کا ایک جزو کلیف بدن سے جدا ہونا۔ اب اگر چوتھا جزو (حضور ﷺ کا مقتول ہو کر وفات پا جانا) متحقق ہو جاتا تو وعدہ الہی و لایعجزن عن الکا لہا غلط قرار پاتا اور ہم پہلے عرض کر چکے

ہیں کہ وعدہ الہیہ کا غلط ہونا محال ہے۔ لہذا شہادت جہریہ کے چوتھے جزو سے اپنے حبیب کی ذات مقدسہ کو بچایا اور چار میں سے تین جزو حضور علیہ السلام کو عطا فرمادیے۔ بنا پر اس اگر یوں کہہ دیا جائے کہ اکثر اجزاء کے لئے نکل اجزاء کا حکم ہے۔ لہذا شہادت جہریہ کے تمام اجزاء حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ میں حکما پائے گئے تو یہ صحیح ہوگا اور ان اجزاء کا پایا جانہ شہادت جہریہ کی صورت ظاہری قرار ہوگی اور یہ دلیل ہوگی اس حقیقت شہادت کے وجود پر جس کو ہم حضور علیہ السلام کے لئے ابھی ثابت کر چکے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شہادت سبزی و جہری دونوں کی حقیقت اور ان کی ظاہری صورت حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی ہے جس کا انکار کوئی اہل علم منصف مزاج نہیں کر سکتا۔

اس بحث سے فارغ ہو کر ظہور اتم کے مسئلہ کو آگے لائیں۔ ادنیٰ تاہم کے بعد آپ اس حقیقت کو سمجھ جائیں گے کہ حضور انور نور مجسم ﷺ کی ذات اقدس میں کمال شہادت کا ظہور تاہم ارادۃ الہیہ و لفظ تعین الثابت کے خلاف تھا اس لئے اس کو مؤخر فرمایا گیا اور حسین علیہ السلام کی ذات قدسہ میں اولاد رسول ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے بدن مبارک کے اجزاء کے کریم پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں شہزادے مل کر ایک جسم نبوی کی شبیہ کامل قرار پاتے ہیں۔ اس ظہور اتم کا مظہر اتم قرار پائے یعنی امام حسن راہر سے شہید ہوئے اور امام علی مقام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں دشمنان دین کے ہاتھوں تلوار سے جام شہادت نوش فرمایا اور یہ دونوں شہداء تھے اس جوہر شہادت محمدی اور روح شہادت مصطفوی کا ظہور تاہم قرار پائیں۔

اس پورے بیان کو ایک مثال ہی میں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک درخت کی شاخوں میں دو پھل لگے ہوں ہر عقل مند یہی کہے گا کہ پھل اگرچہ شاخوں کو لگے ہوئے ہیں مگر یہ شاخوں کے نہیں بلکہ درخت کے پھل ہیں اس یوں کہیں کہ یہ شجر محمدی ﷺ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک حسن علیہ السلام دوسرے حسین علیہ السلام۔ حسن علیہ السلام کی شاخ میں شہادت سبزی کا پھل لگا اور حسین علیہ السلام کی شاخ میں شہادت جہری کا پھل۔ پھل اگرچہ شاخوں میں لگا ہوا ہے لیکن درحقیقت درخت کا پھل ہے۔ شہادت حسین علیہ السلام اظہر حسین کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ شہادت محمدی ہے جس کا ظہور تاہم حسین علیہ السلام میں ظہور ہوا ہے۔ چونکہ ظہور شہادت کا تعلق جسمانیت سے ہے اس لئے شہادت محمدی کا ظہور تاہم مندرجہ ذیل تین اوصاف کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

۱۔ مظہر اتم شہادت محمدی ایسا شخص ہونا چاہیے جو جزیت اور جسمانیت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کمال قرب کی صفت رکھتا ہو کیونکہ شہادت کا تعلق جسم و جسمانیت سے ہے ۲۔ شہادت محمدی کا مظہر اتم متصف۔۔۔۔۔ ہوگا کیونکہ اس کے بغیر رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ سے مناسبت کامل نہیں ہو سکتی۔

۳۔ شہادت محمدی کا مظہر اتم دو افراد ہونے چاہئیں جو پہلی دو صفتیں مساوی طور پر اپنے اندر رکھتے ہوں۔ کیونکہ ایک شہادت جہری ہے دوسری سبزی۔ ایک شخص ایک ہی شہادت کا مظہر اتم ہو سکتا ہے لہذا دو فرد ہونے ضروری ہیں۔

ادنیٰ تاہم سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان امور مثلاً شیکا جامع بغیر حضرات حسین علیہ السلام کے اور کوئی نہیں لہذا ان کی خصوصیت باقی تمام مظاہر کی۔۔۔۔۔ محمدی کے

مقابلہ میں اظہارِ من اخص ہے۔

شہادت ستری

۱۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے بعض علماء مثلاً محمود احمد عباسی خلافت معاویہ و یزید سلفہ ۹۰ میں اور محمد زین بٹ رشید ابن رشید میں یہ باطل دعویٰ کرتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ متوفی ۴۸ھ کی وفات تب دق کے مہلک مرض سے ہوئی زہر خورانی کی بات غلط مشہور ہے۔

جواباً عرض ہے :- اگر یہ واقعی غلط مشہور ہے تو ان حضرات کو چاہئے تھا کہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ کسی محقق کی تحقیق پیش کرتے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات زہر خورانی سے نہیں بلکہ تب دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی ہے۔ صرف ان کا اپنی طرف سے لکھ دینا آئمہ محدثین اور مؤرخین محققین کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اس پر سلف و خلف کا اجماع ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ زہر کس نے دیا اور کس نے دلویا۔

ملاحظہ ہوں اسمائے کتب معتبرہ۔ مصنف عبد الرزاق صفحہ ۲۹۲ جلد ۱۱، المستدرک صفحہ ۷۲ جلد ۳، حلیۃ الاولیاء صفحہ ۳۸ جلد ۲، خبوة الحیوان صفحہ ۵۸ جلد ۱، الاستیعاب علی الاصابۃ صفحہ ۷۵ جلد ۱، یعقوبی صفحہ ۲۶۶ جلد ۱، مروج الذهب علی الکامل صفحہ ۵۵ جلد ۹، البیہقی صفحہ ۱۸ جلد ۳، التہذیب صفحہ ۳۰۰ جلد ۲، اصابۃ صفحہ ۲۳۱ جلد ۱، البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۳، ۳۴ جلد ۸، تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۸۲ جلد ۱۳، اسد الغابہ صفحہ ۱۸۵ جلد ۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹۲ جلد ۲، الصواعق المحرقة صفحہ ۳۸ جلد ۳، تاریخ

الاعلام صفحہ ۱۰۰، انوار الابصار صفحہ ۱۲۹، شواہد النبویہ ج ۱ صفحہ ۲۱۶، شہادۃ نبیین صفحہ ۱۰۰۔

زہر کس نے دیا اور دلویا

انہی کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دلویا۔ ابن خلدون صفحہ ۱۸۲ جلد ۲ میں ہے اور یہ روایت کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان (امام حسن رضی اللہ عنہ) کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے مل کر زہر دلایا یا انہیوں کی من گھڑت بات ہے حاشا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات سے اس کا کوئی تعلق نہیں البتہ یزید کی طرف اس کی نسبت کو بعض علمائے اہل سنت نے صحیح لکھا ہے۔ جعدہ آپ کی بیوی کے ذریعے دلوائی اس بارے علمائے حق اہل سنت کا اختلاف ہے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی صاحب التفسیر خزائن العرفان بر حاشیہ ترجمہ اعلیٰ حضرت کنز الایمان نے اس کے بارے میں جو محققان مضمون تحریر فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی اور یزید نے اس سے افواج کا وعدہ کیا تھا اس طبع میں آکر اس نے حضرت امام کو زہر دیا لیکن اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتبر حوالہ کے لکھ دیا ہے یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات

کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہو سکتی ہے مشکل ہے بعد کو ایسی تحقیق ہو خاص کر جبکہ واقعہ اتنا اہم ہو مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اظہار کے اس امام جلیل کا قتل اس قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں ہے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر عظیم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام لیتے۔ انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا امین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخریات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔ ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل غماض ہے یہ وہ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ سازباز کرنے کی شیعہ تہمت کے ساتھ مہم کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین تمہا ہے۔ عجیب نہیں ہے کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کے افواہات ہوں بلکہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دین اکثر ایک دوشب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ حکرم اللہ وجہہ بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی عادت ہے یہ طلاق دیدیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلسل بیہیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کثیر ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن بن مورتوں کو طلاق دے دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت

میں شیدائہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) (سوانح کر بلا)

نہ کہ کر بلا صفحہ ۶۴، ۶۵ میں صاحبزادہ افتخار الحسن لکھتے ہیں نہ ہی یہ درست ہے کہ زہر آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے دیا جیسا کہ ہمارے بعض مورخین نے یہاں دھوکہ کھایا ہے اور نہ ہی یہ قابل قبول ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ یزید پلید کے جانی سے میں آگئی اور یزید نے اس کو یہ لالچ دیا کہ میں تم سے نکاح کروں گا۔ اور دوسری طرف سید المرسلین نے فرمایا ہے کہ جس کا جسم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے جسم

سے مس کر گیا اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ تو حضرت جعدہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اس لئے ان کا جسم جسم اقدس حسن رضی اللہ عنہ سے ضرور مس ہوا ہوگا اور ارشاد نبوی کے مطابق حضرت جعدہ پر جہنم کی آگ حرام ہے اور قرآن پاک کا فیصلہ ہے کہ قتل مومن کی سزا جہنم ہے تو اگر مورخین کے فرضی افسانے کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو فرمان مصطفیٰ ﷺ پر حرف آتا ہے۔

بات یہ ہے کہ تاریخ دانوں کے پاس اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے اور انہوں نے بغیر کسی معتبر حوالے کے حضرات جعدہ پر زہر دینے کا الزام لگا دیا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس سازش میں شریک کر لیا ہے۔ جب مورخین کے پاس اس کی کوئی سند نہیں تو پھر تاریخ دانوں کی اپنی ذاتی رائے کے مقابلے میں قرآن وحدیث کو یہ بظلم یا جا سکتا ہے۔ (ملخصاً خاک کر بلا صفحہ ۶۵)

بڑی دینا منظور کیا مگر مہبلہ کے لئے ہرگز تیار نہ ہوئے۔ سرکارِ علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ نجران والوں پر عذاب بالکل قریب آچکا تھا اگر وہ ہم سے مہبلہ کرتے تو ہندوؤں اور رنڈیوں کی صورت میں سب کچھ بچے جاتے اور عذاب الہی کی آگ سے بچل جاتے۔ نجران اور وہاں کے رہنے والے بچے نہ ہندو نہ نکاح نہ دست و پاؤں نہ ہوتے اور ایک سال کی مدت میں تمام روئے زمین کے عیسائی ہلاک و برباد ہو جاتے۔ (تفسیر خازن ابن العربی)

غور کیجئے کہ فرمان خداوندی کی تعمیل میں سرکار نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کا انتخاب فرمایا۔

وَقَدْ مَوَدَّنَا وَفَضَّلْنَا عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ وَكَلَّمْنَا فِيْهِمَا وَكَلَّمْنَا فِيْهِمَا

تفسیر خازن اور معالم التنزیل بغوی وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسین کریمین رضی اللہ عنہما یہاں رہے تو سرکارِ علیہ السلام نے ان کے پاس تمام عظیم الرضوان عبادت کے لئے گئے۔ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ نذر رہیں اگر خدا تعالیٰ ان کو شفا عطا فرمائے تو نذر پوری کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں روز سے رکھنے کی نہ مالی ہی طرح قبول رضی اللہ عنہ اور آپ کی کثیر قطعہ نے بھی نہیں نہیں روز سے رکھنے کی منت مانی۔ خدا تعالیٰ نے حضرات حسین رضی اللہ عنہما کو شفا عطا فرمائی اور نذر پوری کرنے کا وقت آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بیہوشی کے پاں سے تھوڑے سے عورتوں کے حضور چڑھا ہوا جس اجرت لائے جو وہاں کا ایک چالی حصہ بیسہ گیا اور شام کے وقت وہاں تیار کی گئیں جب انتظار کا وقت آیا اور وہاں کھانے کے لئے سامنے رکھی گئیں تو بچا کہ

دودست طلب نہیں کرتا اہیت تم کو کھڑے نہ ملے گا اور میں تم لوگوں سے یہ آگاہ ہوں کہ میرے لئے نہیں (علی ہذا حسن و حسین رضی اللہ عنہما) سے پیارا الفت رکھو۔ معلوم ہوا اہیت آل رسول کا یہاں رہنا پر فرض ہے۔

ساقیہ آیت: فَمَنْ سَأَلَكَ بِذِهِ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْحَبْلِ فَلْيَنْكِحْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيَسْكَنْهُ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ وَبِمَا لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ وَبِمَا لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ

وہم کہ تم سے۔ سب علی علیہ السلام کے بارے میں پوچھا کریں بعد اس کے کہ یہاں سے پاس اس کا علم آچکا ہے تو ان سے فرما دو کہ اگر ہم بلا نہیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو چھوڑ کر مہبلہ کریں یعنی کہ گنہگار کر دیا گئیں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت لائیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم فرمایا کہ عیسائیوں کو مہبلہ کی دعوت دو عیسائیوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کی گود میں امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور دست مبارک میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے اور مرد لاٹلی رضی اللہ عنہ اور یہ وہ ذرا رضی اللہ عنہما حضور علیہ السلام کے پیچھے ہیں اور حضور علیہ السلام ان لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آئیں کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے پادری عیسائی نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جہانست نصاریٰ کی چٹک میں ایسے چڑے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہاں لوگ اللہ تعالیٰ سے پکار کر ماننے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پکار کر اس کی جگہ سے بٹا دے۔ (تفسیر مفسر ہامی صحت)

پھر پادری نے کہا کہ لو کہ ان سے مہبلہ کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک رہوئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ عیسائیوں نے پادری کی بات مان لی اور

دروازہ پر ایک شخص نے آواز دی کہ اے اہل بیت رسول ﷺ میں مسکین ہوں بھوکا ہوں کچھ اللہ کے نام پر دیجئے۔ تو سب روٹیاں اسے دے دی گئیں اور خود سادہ پانی پی کر سب لوگوں نے روزہ افطار کیا پھر دوسرے روز ایک تہائی بکری روٹیاں بنائی گئیں اور جب اہل بیت کرام افطار کے لئے بیٹھے تو پھر دروازہ پر دستک ہوئی آواز آئی اے اہل بیت رسول! میں بھوکا ہوں یتیم ہوں تو دوسرے روز بھی سب روٹیاں اٹھا کر اسے دے دی گئیں اور صرف پانی سے روزہ افطار کر لیا گیا۔ تیسرے دن پھر روزہ رکھا گیا اور باقی تہائی بکری روٹیاں بنائی گئیں اور جب افطار کے وقت سب لوگ کھانے کے لئے بیٹھے تو پھر ایک سائل سے آواز دی اے اہل بیت کرام میں اسیر ہوں بھوکا ہوں تو تیسرے دن بھی کل روٹیاں اسے دے دی گئیں اور سادہ پانی پی کر روزہ افطار کیا گیا تو اہل بیت رسول کی شان میں آیات مبارکہ نازل ہوئیں جن کا ترجمہ یہ ہے: اور وہ لوگ کھانا کھاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کھاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ شکریہ۔ (پارہ ۲۹، رکوع ۱۹)

اللہ، اللہ یہ ہے سخاوت اہل بیت جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ تین دن مسلسل صرف پانی پی کر روزہ افطار کرتے ہیں مگر سائلوں کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں فرماتے اور ان پر یہ بات بھی واضح کر دیتے ہیں کہ اس بھلائی کا وہ ان سے کوئی بدلہ نہیں طلب کریں گے بلکہ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور لوگوں کے سامنے ان کی سخاوت کا چرچا کیا جائے اس لئے کہ یہ کام انہوں نے خالصۃً لوجہ اللہ صرف اپنے رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔

فضائل حسنین رضی اللہ عنہما از احادیث مبارکہ

حدیث شریف ۱: - ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سرکار ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷)

یہی وجہ ہے کہ جب مبادلہ کے لئے اپنے بیٹوں کو لے کر میدان میں نکلتا ہوا تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو لے کر آئے اور اسی سبب سے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آج تک ابن رسول کہے جاتے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی کہے جائیں گے۔

حدیث شریف ۲: - مسلم شریف میں زید بن ارقم سے روایت ہے سرکار ﷺ نے فرمایا میں تم میں دو گر افقہ چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ان میں سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو خدا تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو اور دوسری گراں قدر چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور اس سے ڈراتا ہوں اور اس جملے کو سرکار نے دوبار فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ میں تاکید کے ساتھ تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ان کے حق میں ادا دینی میں ہرگز کوتاہی نہ کرو۔

حدیث شریف نمبر ۳: - ترمذی شریف میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفة کے دن سرکار ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ

ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ اے رہے تھے میں نے سنا آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے
اے لوگو میں نے تمہارے درمیان دو چیز پھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو پکڑو گے رہو گے
تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور دو چیز تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسرے میری اولاد
و ذریت میرے اہل بیت۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۹)

حدیث شریف ۱۴:۔ عیسیٰ شریف میں ہے سرکار ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ مومن
کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھے اپنی جان سے میری اولاد (حسین کریمین و علی
الکلیہ عنہما) کو اپنی اولاد سے میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات
سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ (الشرف الموبد صفحہ ۸۵)

حدیث شریف ۱۵:۔ امام احمد روایت کرتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے حضرت حسن
اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا جس نے مجھ سے محبت
رکھی اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی تو وہ قیامت کے دن میرے
ساتھ ہوگا۔ (الشرف الموبد صفحہ ۸۶)

حدیث شریف ۱۶:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر
فرمایا کہ میں نے سرکار ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ میرے اہل بیت
تم لوگوں کے لئے نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہیں جو شخص کشتی میں سوار ہوا تو
اس نے نجات پائی اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں تو ان میں سے تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ
گے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ محمد اللہ تعالیٰ تمام اہل سنت و جماعت اہل بیت کی
کشتی پر سوار ہیں اور ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
سے ہدایت پائی لہذا ہم لوگ قیامت کی ہونا کیوں سے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ
رہیں گے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۶۱۰ جلد ۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار نہیں ہوئے جیسے
خارجی کہ انہوں نے محبت کے بجائے اہل بیت سے دشمنی کی تو وہ ہلاک ہو گئے اور
افضی جو بزرگ خویش اس کشتی میں سوار ہوئے مگر ہدایت کے ستارے صحابہ کرام
علیہم الرضوان سے ہدایت حاصل نہیں کی تو وہ بھی کفر و ضلالت کی تاریکی میں گم
ہو گئے۔

حدیث شریف ۱۷:۔ سرکار ﷺ نے فرمایا خبردار جس نے میرے نسب اور رشتہ
داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ
تعالیٰ کو اذیت دی۔ (برکات آل رسول ص ۲۵)

حدیث شریف ۱۸:۔ بطرانی و حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کے ایک گوشہ
اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ میرے
اہل بیت کی دشمنی پر مرجائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (الشرف الموبد صفحہ ۹۲)

فائدہ: اہل بیت کی دشمنی سے خدا کی پناہ کہ بیت اللہ شریف کے سایہ میں مقام ابراہیم جیسی متبرک جگہ پر نمازیں پڑھنے والا اور روزہ رکھنے والا بھی اگر اہل بیت رسول ﷺ سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ بھی جہنم کا ایندھن بنے گا اور کوئی بھی نیک عمل اسے عذاب الہی سے نہیں بچا سکے گا۔

حدیث شریف: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ منبر پر رونق افروز ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں ہیں آپ کبھی صحابہ کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی ان کی طرف اور فرمایا میرا بیٹا یہ سید ہے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دے گا۔ (صحیح بخاری)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ سے میں ہوتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آتے تو آپ کی گردن مبارک یا پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ انہیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو آپ انہیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو اپنے پیروں کے درمیان اثنا فاصلہ کر دیتے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے درمیان سے دوسری طرف گزر جاتے۔ (الشرف الموبد صفحہ ۶۰)

حدیث شریف صفحہ ۱۱: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے

پر بٹھائے ہوئے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ (بخاری شریف صفحہ ۵۳ جلد ۱)

حدیث شریف: حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سرکار حضرت امام حسن کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کسی صحابی نے کہا نعم الراكب رکبت با غلام اے صاحبزادے تیری سواری بہت اچھی ہے تو سرکار نے فرمایا نعم الراكب ہوا اور سواری بھی تو بہت اچھا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۷۵)

حدیث شریف: سرکار ﷺ نے فرمایا حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام انہیں کے نام پر حسن و حسین رکھا۔ (صواعق المحرقہ صفحہ ۱۱۸)

حدیث شریف: سرکار ﷺ نے فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما عظمیٰ ناموں میں سے دو نام ہیں عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام کسی کے نہیں تھے۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۸)

حدیث شریف: ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی رکھے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے اپنے نواسوں کے نام حسن اور حسین رکھے۔ (الشرف الموبد صفحہ ۷۵)

حدیث شریف: حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا یعنی حضور علیہ السلام کی چچی حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب کی اہلیہ محترمہ ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے کہ جس سے میں ڈر گئی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو

نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی وہ بہت سخت ہے جس کے بیان کی میں اپنے اندر جرأت نہیں پاتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیان کرو تو انہوں نے عرض کیا میں نے یہ دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا تمہارا خواب بہت اچھا ہے۔ انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ زہرا کے بیٹا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں دیئے گئے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۲)

حدیث شریف ۱۷:۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مزرہ سے روایت ہے سرکار نے فرمایا **حُسَيْنٌ مِنِّي وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ**۔ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے اور حضور ﷺ کو حسین سے انتہائی قرب ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر حضور کا ذکر ہے، حسین رضی اللہ عنہ سے دوستی حضور ﷺ سے دوستی ہے، حسین سے دشمنی حضور ﷺ سے دشمنی ہے اور حسین سے لڑائی کرنا حضور ﷺ سے لڑائی کرنا ہے۔

اس حدیث کا مطلب علماء نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی جان مجھ سے ہے یعنی میری بیٹی کا بیٹا ہے اور میری شہادت کا مظہر حسین رضی اللہ عنہ ہے یعنی حسین رضی اللہ عنہ سے میری شہادت جہری کا ظہور ہوگا۔

حدیث شریف ۱۸:۔ سرکار ارشاد فرماتے ہیں جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۱)

اس لئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۵ جلد ۵)

حدیث شریف ۱۹:۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: **الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا حَسَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ**۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں (نسائی، ابن ماجہ، ابونعیم، طبرانی کبیر، دیلمی) اور ابن ماجہ نے اتنی روایت زیادہ کی ہے کہ ان دونوں کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے اور طبرانی نے یہ بڑھایا ہے ان دونوں کا باپ ان دونوں سے افضل ہے۔ (سراشبہا و تین صفحہ ۸)

حدیث شریف ۲۰:۔ ابن عباسؓ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔ (سراشبہا و تین صفحہ ۸)

حدیث شریف ۲۱:۔ ترمذی نے روایت کی حضور ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھایا اور فرمایا کہ جو مجھ کو دوست رکھے گا اور ان دونوں کو دوست رکھے گا اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے گا تو وہ شخص روز قیامت میرے ساتھ ہوگا۔

حدیث شریف ۲۲:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو کسی جنتی جوان کو دیکھتا چاہے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۳)

حدیث شریف ۲۳:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ مہدیؑ مسجد میں تشریف لائے اور پوچھا کچھ کہاں ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں حضور ﷺ کی ریش مبارک میں داخل کر دیں حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ دیا پھر فرمایا اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما کہ جو اس سے محبت کرے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۲)

حدیث شریف ۲۴:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۲)

حدیث شریف ۲۵:- مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہہ کر تشریف لے گئے سایہ میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (الشرف الموبد صفحہ ۶۵)

(صحابی کا قول مرفوع حدیث کے حکم میں ہے)

حدیث شریف ۲۶:- شواہد النبوت صفحہ ۳۰۵ میں ہے کہ سرکارِ ایک دفعہ گود میں ایک طرف اپنے صاحبزادے ابراہیم کو اور دوسری طرف اپنے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے تھے۔ جبریل علیہ السلام پیغامِ خدا لائے کہ ان میں سے ایک چن کر اپنے پاس رکھیں اور دوسرا مجھ کو واپس کیجئے۔ حضور ﷺ نے اپنے پاس رکھنے کے

سے حسین رضی اللہ عنہ کو چن لیا اس کے چند روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ اس کے بعد جب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ پر اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قربان کر دیا۔

حدیث شریف ۲۷:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ ﷺ نے فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷)

حدیث شریف ۲۸:- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی ضرورت سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ باہر تشریف لائے تو کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے جسے میں نہیں جان سکا۔ میں نے عرض کیا حضور ﷺ کیا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے چادر مبارک ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے اونٹوں پہلوؤں میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے (نواسے) ہیں پھر فرمایا اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت رکھتا ہے ان کو محبوب رکھ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷)

حدیث شریف ۲۹:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ ﷺ نے کہاں میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن اور دوسرے کندھے پر

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

(اشرف الموبد صفحہ ۷۱)

حدیث شریف ۳۰: امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ سرکارِ مہدیؑ کے سامنے حسینؑ کریمین کم سنی کے زمانے میں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے اور حضور ﷺ بیٹھے ہوئے کشتی ملاحظہ فرما رہے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا حسین کو پکڑ لو۔ سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو انہیں تعجب ہوا اور عرض کیا ابا جان آپ بڑے کو فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لو تو سرکار نے فرمایا دوسری طرف جہیل علیہ السلام حسین رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑ لو۔

(نور الایضار صفحہ ۱۱۳)

جن سے اہل بیت کی صلح ہے ہماری صلح ہے

اہل بیت اطہار نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانا عمر کی خلافت کو مانا عثمان کی خلافت کو مانا اور مولاعلی نے نفع البلاغۃ (بقول شیعہ مولاعلی کی تعریف ہے) میں ان تینوں خلفاء کی تعریف کی وہ شیر خدا تھے ساری خدائی پر غالب تھے بقول شیعہ اپنی موت و حیات ان کے ہاتھ میں تھی اس لئے وہ کسی سے ڈرنے والے نہ تھے۔

۔۔۔ کی تہمت غلط ہے چوتھے نمبر پر برحق خلیفہ مولاعلی ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوئی اس کا فیصلہ مولاعلی نے خوب فرمایا فرمایا معاویہ کا اور میرا خدا

ایک، نبی ایک، قرآن ایک، دین ایک انہوں نے غلط فہمی کی بنا پر مجھے عثمان کا قاتل سمجھا۔ خدا کی قسم میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ (نفع البلاغۃ)

(۱) مسلمان کو اس لئے قتل کرنا کہ وہ مسلمان کیوں ہے قاتل جہنمی و ملعون ہے۔

(ب) مسلمان کو کسی دنیوی عداوت کی بنا پر مارنا گناہ ہے کفر نہیں۔

(ج) مسلمان کو غلط فہمی کی بنا پر قتل کرنا جیسے اُجد میں جب بھکڑ رچی تو مسلمانوں کے ہاتھوں کچھ مسلمان بھی قتل ہوئے اس طرح قاتل و مقتول دونوں جنتی ہیں جنگ جمل و یملین کے قاتل و مقتول دونوں جنتی ہیں کسی پر کچھ مواخذہ نہیں۔

حق پر بالیقین مولاعلی رضی اللہ عنہ تھے معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد غلطی مغفور ہیں۔ (کلام وعد اللہ الحسنی) کے ارشاد خداوندی کی رو سے قطعی جنتی ہیں۔ ان کو برا بھلا کہنے والا جہنم کا کتا ہے۔ (نسیم الریاض شرح شفاء)

جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جان علیہ السلام کے ارشاد (میرا بیٹا حسن سید ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا) کے مطابق خلافت معاویہ کو سوچ دی تو ہم اسے اول ملوک اسلام مانتے ہیں کیونکہ اہل بیت نے اسے امیر تسلیم کیا اور اس سے وظیفے لیتے رہے۔ ہمارا مذہب اہل بیت والا ہے۔ ہم اہل بیت کے خادم ہیں۔

یزید پلید کے تقرری کا مسئلہ

۱۰۰ لانا کا ڈوی اپنی کتاب امام پاک اور یزید پلید صفحہ ۳۹ پر ہمارا نظریہ کی سرخی جما کر لکھتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں اور

اسی خیر خواہی کی بنا پر وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں قتل و غارت اور خونریزی ہو۔ وہ سابقہ حالات کے پیش نظر اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اگر میں نے خلافت و امارت کو یونہی مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا کسی مجلس شوریٰ کو انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کر دیا تو لوگ کسی طرح بھی کسی ایک شخص جمع اور راضی نہیں ہوں گے بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس سے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ضرور خونریزی ہوگی۔ اگر میں نے خلافت بنی ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو میری قوم بنی امیہ جو اپنی قومیت میں مصیبت رکھتی ہے اور اس وقت ان کو بڑی قوت و شوکت بھی حاصل ہے وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گی اور اس سے بھی آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ضرور خونریزی ہوگی اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کو ان لوگوں پر ترجیح دی جو اس کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے درست یا نادرست جو کچھ بھی کیا وہ بہر حال اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کو خونریزی سے بچانے کے خیال سے کیا چنانچہ ان کی دعا جو انہوں نے یزید کو علی عہد بنانے کے بعد کی وہ اس پر شاہد ہے۔

(ترجمہ دعائے معاویہ رضی اللہ عنہ) اے اللہ تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس (یزید) کو علی عہد کیا ہے بوجہ اس کے جو میں اس کے اندر اہلیت دیکھ رہا ہوں تو اس کی علی عہدی کو پورا کرنا اور اگر میں نے بوجہ اس کی محبت کے اس کو علی عہد کیا ہو تو اس کی ولی عہدی کو پورا نہ کرنا۔ (الہدایہ النہایہ صفحہ ۱۰۸ جلد ۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ بنی ہاشمی، سوچے بوجھ بھی رکھتا تھا

اور یہ ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ یزید بد بخت نے ولی عہد بننے کے بعد جو کچھ کیا یا کر دیا حضرت امیر معاویہ کو اس سے اس کی توقع تھی؟ یا علم تھا کہ یہ ایسا کرے یا کرے گا؟ انہوں نے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر وصیت کی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں، عزیز ہیں اور اس قرابت قریبہ کی وجہ سے وہ نیک سلوک کے خقدار ہیں اگر عراق والے ان کو تمہارے مقابلہ میں لے آئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ضرور لائیں گے تو ان پر قابو اور غلبہ حاصل ہونے کی صورت میں بھی درگزر سے کام لینا اور قرابت رسول کا خیال رکھنا مگر اس بد بخت نے باپ کی نصیحت کو فراموش کر دیا اور اقتدار کے نشے میں بدست ہو کر وہ کچھ کیا جسے کوئی مومن سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہر صورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی بدگمانی نہیں کی جاسکتی کیونکہ ان کی صحابیت مسلمہ ہے جو بدگمانی سے مانع ہے۔

اعتراض:- معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کا دشمن تھا اور اہل بیت کا دشمن جہنمی ہے؟

جواب:- مولانا جلال الدین امجدی قطعات محرم صفحہ ۳۲۹ میں لکھتے ہیں:-

مخالفت اہل بیت کی تین قسمیں ہیں۔

اول:- حضور ﷺ کے اہل بیت ہونے کی بنیاد پر ان سے جلتا یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس بنیاد پر ان سے جلتا حضور ﷺ سے دشمنی کی خبر دیتا ہے جو کفر ہے۔

دوم:- کسی دنیاوی وجہ سے ناراض ہونا اگر اس میں نفسانیت شامل ہے تو گناہ ہے ورنہ نہیں ہے جیسے کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے مابین خانگی

معاملات میں بارہا شکر رنجی ہوئی ہے۔

موسم: خطائے اجتہادی کی بنیاد پر اہل بیت سے نا اتفاقی ہو جائے یہ نہ کفر ہے اور نہ گناہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تمام جنگیں اسی تیسری قسم کی تھیں ان سب کے سینے ایک دوسرے کے کینے سے پاک تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل اپنے مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا اس مسئلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو کہ وہ بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا آپ ہی بتادیں کہ آپ کا جواب مجھے ان کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو نے بہت بری بات کہی ہے کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے جن کی عزت

حضور ﷺ کرتے تھے۔ جن سے حضور ﷺ نے فرمایا اے علی تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون۔ لیکن مسئلہ پوچھنے والے سن، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حل کراتے تھے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اس سے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جا اللہ تعالیٰ میرے پیروں کو قیام نصیب نہ فرمائے وہ شخص آپ سے وظیفہ پاتا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اس بے ادبی کے سبب آپ نے اس کا نام وظیفہ پانے والے رجسٹر سے خارج کروادیا۔ (الناہیہ للفر ہاروی صفحہ ۲۷)

محمد بن عمرو آملی نے نفائس الفنون میں تحریر فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں مولیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا علی اللہ کے شریعتے۔ علی پودھوں کا چاند تھے اور علی رحمت خدا کی بارش تھے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی نے بخش قدم بھی ابوسفیان کی آل سے بہتر ہیں۔ (الناہیہ للفر ہاروی صفحہ ۲۸)

ارشاد نور الحق بخاری کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ جو اہل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے ان کی لاش کو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ (الناہیہ للفر ہاروی صفحہ ۱۲)

شامی شرح عقائد نفسی مصنف نیر اس علامہ پر ہاروی لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مولیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک سپاہی عمر بن جوہر نے بحالت نماز شہید کر دیا جب ان کی تلوار مولیٰ رضی اللہ عنہ کو پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھ سے میرے آقا محمد ﷺ نے فرمایا زبیر کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری سنا دو۔ یہ سن کر عمرو بن ابی سلمہ نے کہا اے علی آپ کا معاد عجیب ہے اگر ہم آپ سے لڑیں تو جہنمی اور آپ کی طرف سے لڑیں تو بھی جہنمی۔ یہ کہہ کر قصہ میں اس نے اپنے پیٹ میں تلوار گھسپ کر لی۔ (الناہیہ للفر ہاروی صفحہ ۱۳)

ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں اختلاف ضرور ہوا۔ کہ وہ ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے آپس میں محبت رکھتے تھے صحابہ کا آپس میں اختلاف ہوا مگر کینہ اور بغض نہیں تھا۔

اختلاف کی وجہ۔ مولانا جلال الدین امجدی خطبات محرم سنہ ۳۲۲ میں لکھتے ہیں:
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف کی وجہ یہ
ہے کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو مصری بلوائیوں (اور ابن سہائیوں)
نے گھیر لیا ان پر پانی بند کر دیا اور پھر ان کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔ اس کے
بعد مجاہدین و انصار کے اتفاق رائے سے جب مولانا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر
ہوئے تو ان سے خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا گیا مگر وہ بعض
مصلحتوں کی بنا پر قاتلین سے قصاص نہ لے سکے۔ جب یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو
شام میں پہنچی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ قاتلین عثمان
رضی اللہ عنہ پر حد قصاص جاری کی جائے مگر مولانا علی رضی اللہ عنہ موجودہ حالات
سے مجبور تھے اس لئے وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی مزا نہ سکے عبد اللہ بن
سہاہب ہودی کا گروہ جو اس فتنہ کی جڑ تھا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کی طاقت
کو کمزور کرنا چاہتا تھا ان میں سے بہت سے لوگوں نے ملک شام پہنچ کر حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ کو باور کرایا کہ مولانا علی رضی اللہ عنہ قصاص لینے میں دانت کوتاہی
کر رہے ہیں تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلسل کی قاصدوں کو بھیج کر قصاص کا
شدت سے مطالبہ کیا۔ جب مولانا علی رضی اللہ عنہ امر مجبوری اب بھی قاتلین پر حد
قصاص جاری نہ کر سکے تو اب معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ غلط بات جم گئی کہ
علی رضی اللہ عنہ جب قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی مزا نہیں دے سکتے
تو خلافت کے دیگر امور وہ کیا انجام دے سکتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کی اصل وجہ یہی ہے اور اماں عائشہ صدیقہ رضی
اللہ عنہا و اولی رضی اللہ عنہ کے مابین بھی اسی بنیاد پر اختلاف ہوا۔

یزید کی بطور خلیفہ تقرری پر اعتراض کا جواب

مولانا جلال الدین امجدی خطبات محرم سنہ ۳۲۲ میں لکھتے ہیں خلیفہ کا اپنی زندگی میں
کو خلیفہ بنانا جائز ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
اپنی زندگی میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ رہا اپنے بیٹے کو جانشین بنانا
تو قرآن وحدیث سے منع نہیں اسی لئے آج کل عام طور پر صوفیہ و مشائخ اپنی اولاد کو
ایلا جانشین بناتے ہیں جن لوگوں کو بیٹے کے جانشین بنانے پر اعتراض ہے وہ قرآن
حدیث سے اس کا غلط ہونا ثابت کریں۔ رہی یہ دلیل ہے خلفائے اربعہ میں سے کسی
نے اپنے بیٹے کو جانشین مقرر نہیں کیا اس لئے یہ ناجائز ہے تو یہ دلیل غلط ہے۔ اس لئے
کہ خلفائے اربعہ کے نہ کرنے سے سبب اگر ناجائز ہو جائے تو انہوں نے بہت سے
کام نہیں کئے جیسے قرآن مجید پر اعراب لگانا، حدیث شریف کو کتابی شکل میں جمع کرنا
اور فقہ کی تدوین وغیرہ یہ سب کام ناجائز ہو جائیں گے۔

بایزید کے فسق و فجور تو یہ کہیں ثابت نہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید
لاحق و فاجر تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ انہوں نے یزید کو فاسق و فاجر جانتے ہوئے اپنا
جانشین بنایا۔ یزید کا فسق و فجور دراصل معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ظاہر
ہوا۔ اس لئے امام عالی مقام نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ دیکھئے ابلیس لعین پہلے
ہم املاکات تھا عزت و عظمت والا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے

والو خدا پر بھی اعتراض کرو کہ عالم الغیب خدا نے جان بوجھ کر معلم المملکت کیوں بنایا؟ معاویہ رضی اللہ عنہ تو عالم الغیب نہ تھے۔ تو فسق و فجور کا مظاہر ہونے سے پہلے یزید کو فاسق کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیسے مورد الزام ہو سکتے ہیں اگر کوئی روایت ایسی ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے فسق و فجور کی خبر تھی اس کے باوجود انہوں نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تو وہ روایت جھوٹی ہے اور اس کا راوی جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ وہ صحابی کا فسق ثابت کرتا ہے جبکہ سارے صحابہ کا عادل متقی اور پرہیزگار ہونا جمہور کے نزدیک مسلم ہے۔

ایک اہم اعتراض کا جواب:۔ مولانا جلال الدین خطبات محرم صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں رہی یہ بات کہ یزید کو خلیفہ بنانے کے سبب کربلا کے سارے واقعات کی ذمہ داری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے نہیں بلکہ امام حسن پر ہے اس لئے کہ چالیس ہزار سپاہی جنہوں نے جان قربان کرنے کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اگر آپ ان کو لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرتے تو اسی زمانہ میں ان کا قلع قمع ہو جاتا۔ یزید کو خلیفہ بنائے جانے کا سوال ہی نہیں رہ جاتا مگر اس کی بجائے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے سپرد کر دی اور انہوں نے یزید کو اپنا چائیں بنا دیا تو اس غلط منطق کی بنا پر واقعات کربلا کی ذمہ داری امام حسن پر ہے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تصور معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے نہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا۔ سارا تصور یزید پلید کا اپنا ہے۔ سب لعنیں یزید پلید کے حصے میں ہیں جناب حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما اس سے بری ہیں۔ پھر خدا پر بھی

وہ اہل کرو کہ اس نے یزید پلید کو پیدا ہی کیوں کیا۔ نہ خدا پیدا کرتا نہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوتے۔ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں جو جھگڑے اور لڑائیاں صحابہ کرام میں ہوئیں وہ نفسانیت کی بنا پر نہ تھیں اس لئے کہ صحابہ کے نفوس حضور ﷺ کے برکت سے پاک ہو چکے تھے۔

امام اعظم فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ہم اہل سنیت تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی سے یاد کرتے ہیں۔

امام اعظم فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل نے تصریح فرمائی ہے صحابہ کرام کی تمام اہل سنیت میں بحث کرنے سے باز رہنا چاہیے اس لئے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان صحابہ (معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہ) سے جنگ کرنے میں حق پر تھے اور جو کوئی ان کی اطاعت سے خارج ہوا اور ان کے مقابل جنگ آزما ہوا اس نے امام برحق سے عصیان کیا لہذا اس سے جنگ جائز ہوئی اور جن لوگوں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے جنگ کی جیسے طلحہ، زبیر، معاویہ رضی اللہ عنہم تو انہوں نے خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا جو کہ خلیفہ برحق اور مظلوم ہو کر شہید کئے گئے اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ مولانا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے لہذا ان میں سے ہر ایک گنج باویل کی طرف گئے۔ سارے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی اہل سنیت میں بحث سے باز رہا جائے اور انہیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے اور ان کے اہل اور ان کی خوبیاں ظاہر کی جائیں اور ان بزرگوں کا معاملہ رب کے سپرد کیا جائے جیسے وہ اختلافات جو مولانا علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ، معاویہ طلحہ وغیرہ رضی اللہ عنہم میں واقع ہوئے۔

آپ نے غوث اعظم، امام اعظم اور مجدد الف ثانی کے ارشادات مبارکہ کو پڑھ لیا اگر واقعی آپ ان بزرگوں کے ماننے والے ہیں اور ان سے محبت کرنے والے ہیں تو ان کے فرمان پر عمل کریں صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق بحث نہ کریں ان کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کریں کسی صحابی سے بغض و عناد نہ رکھیں سب سے محبت کریں اور سب کو بھلائی ہی سے یاد کریں کسی بھی صحابی پر لعن طعن نہ کریں کہ اللہ و رسول کی ناراضگی کا سبب ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام غور و خوض حاصل خلافت کے لئے نہ تھا

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحقیق

فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷ میں لکھتے ہیں: حضرت امام حسین کو آنحضرت ﷺ کی خلافت راشدہ (خلافت علی منہاج النبوت) کا دعویٰ نہ تھا اور اس غرض سے نہیں اٹھا تھے کہ خلافت کا دعویٰ کریں، حضور علیہ السلام کے بعد تیس برس گزر چائے سے خلافت (علی منہاج النبوة) کا زمانہ گزر گیا تھا بلکہ حضرت امام حسن کی یہ غرض تھی کہ ظالم کے ہاتھ سے رعایا کی رہائی ہو جائے اور مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے مشکوٰۃ شریف میں جو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے بادشاہ و وقت کی بغاوت اور اس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو تو یہ حکم اس وقت میں ہے کہ بادشاہ ظالم کا کامل تسلط ہو گیا ہو اور اس کے تسلط میں کسی کو فزاع نہ ہو کوئی اس کا مزاحم نہ ہو۔ ابھی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور کوفہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم صحابہ نے یزید کی بیعت قبول نہیں کی۔

ماصل کلام:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس غرض سے اٹکے تھے کہ یزید کا تسلط دفع کریں یعنی اس کا تسلط نہ ہونے پائے یعنی یہ امر نہ تھا کہ یزید کا کامل تسلط ہو گیا تھا اور آپ کا یہ مقصود تھا کہ اس کا تسلط اٹھا دیں مسائل فقہ میں دفع و رفع میں فرق ظاہر مشہور ہے۔

فائدہ: یعنی آپ تسلط یزید دفع کرنا چاہتے تھے نہ کہ دفع۔

رخصت و عزیمت

شریعت مقتدرہ کے احکام و قسم پر ہیں۔

اولیٰ منیٰ بر رخصت دوم منیٰ بر عزیمت

ایک مسلمان ظالموں کا فروں کے زرخے میں آجاتا ہے اور وہ اس کو کلمات کفریہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں اور بصورت دیگر اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں کہ تجھے مار دیا جائے گا یا تیری عزت و آبرو لوٹ لی جائے گی اور وہ مسلمان بھی قوی آثار و علامات سے یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں ان کے کہنے کے مطابق کلمات کفر نہیں کہوں گا تو واقعی ان کے ظلم و ستم کا شکار ہو جاؤں گا اور کہہ دوں تو بیچ جاؤں گا تو اس بے بسی کا عالم میں شریعت نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ ان کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے زبان سے کلمات کفریہ کہہ دے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا دل ایمان و حق پر مطمئن ہو اس کا نام ہے "رخصت" اس کو چونکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے اور اس نے شریعت کے حکم پر عمل کیا ہے لہذا ہم اس پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں کر سکتے اور اگر وہ ظالموں اور کافروں کے سامنے حق اور ایمان پر ڈٹ جائے اور ان کے ظلم و ستم کو برداشت

مصور رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اے اللہ کے نبی! بھلا فرمائیے اگر ہم پر ایسے امر اور مسلمہ ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک دینا تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: سزا اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر ان کے اعمال کا پورا ہوتا ہے اور تم پر تمہارے اعمال کا۔

۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم میرے بعد دو گھوڑے ناحق خریدیں اور پانچ سو روپے اور صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا تم ان کے حقوق انہیں دو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

۴: ابو داؤد، مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۹۲ میں ہے: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب میرے بعد حکام مال قیمت ناحق تصرف کریں گے؟ میں نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو برحق سمجھتے ہوئے فرمایا ہے میں اس وقت اپنی گوارا پے کندھے پر رکھ لوں گا پھر اسے ماروں گا یہاں تک کہ آپ سے آلودہ نہ رہا۔ فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی انوکھی بات نہ بتاؤں؟ میرے پاس بھی کہ تم سے آلودہ۔

۵: مسلم شریف، صفحہ ۱۲۷ جلد ۲، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سرکار نے فرمایا میرے بعد ایسے امر اور ہوش کے جوہر کی ہدایت پر نہیں ہوں گے اور نہ میری سلت پر عمل ہے انہوں نے اور حضرت سب ان میں سے ایسے افراد بھی گھڑے ہوں گے کہ ان کے انسانی جسموں میں دل شیطانوں کے ہوں گے یعنی بھلا ہر انسان اور باطل شیطان۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر

کر لے اور زبان پر کلمات کفر نہ لائے یہاں تک کہ جان دے تو وہ مجھ اور شہید ہے اور شہادت نے اس کو افضل جہاں قرار دیا ہے۔ اس کا کام ہے "عزتِ نبوت" اور یہ رخصت سے افضل ہے۔

شریعت مطہرہ کے اس اصول کے مطابق جن صحابہ کرام نے یہ یہ کی حجت کرنی تھی اس کو غلط نہ جانتی یا امام عادل سمجھ کر نہیں کی تھی بلکہ آپس کے جہال و قال اور فتنہ و فساد اور اس کے ظلم و شر سے بچنے کے لئے کی تھی لہذا ان کا ملکی رخصت پر تھا۔

مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۷۷ میں ہے: ترجمہ: اور جب یہ یہ میں فتنہ و فساد کی وہ باتیں پیدا ہو گئیں جو وہی نہیں تو صحابہ کرام میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا بعض نے اس کے فتنہ و فساد کی وجہ سے اس پر خروج یعنی اس کے خلاف کفر سے ہوجانے اور اس کی حجت توڑنے کو ضروری سمجھا جیسا کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر اور اس کے پیروں نے کیا اور بعض نے فتنہ اور بہت زیادہ فتنہ و فساد کے خطرات اور ان کی روک تھام سے محرموں کو روکنے سے اس پر خروج کرنے سے انکار کیا کیونکہ اس وقت یہ یہ کی موت و حکومت بنی اس کی مصیبت تھی۔

جن صحابہ نے رخصت پر عمل کیا ان کے ولایت

۱: صحیح مسلم صفحہ ۱۲۷ جلد ۲، مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۹۲ میں ہے: حضرت عوف بن مالک اجماعی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبر دار! جس پر کوئی امیر والی ہو پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو نہ پند کرے اور اس کی اطلاع سے ہاتھ نہ کھینچے۔ ۲: صحیح مسلم صفحہ ۱۱۱، مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۹۲ میں ہے: حضرت مسلم بن یزید جعفی نے

میں ان کو پاؤں تو پھر کیسے کروں؟ فرمایا سنو اور مانو۔ اگرچہ تمہاری پیٹھ پر مارا جائے اور تمہارا مال چھین لیا جائے۔

۶:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اسلام کی نیکی کے بعد پھر بدی ہوگی جیسا کہ اسلام سے پہلے تھی۔ فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ فرمایا تلوار یعنی ہڈی بٹک۔ میں نے عرض کیا تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی رہے گی؟ فرمایا ہاں۔ اس طرح کہ حکومت غلط طریقے پر قائم ہوگی، لوگ اس کو خوش دلی سے تسلیم نہیں کریں گے بلکہ جبر و اکراہ اور مکرو و فساد سے صلح ہوگی۔ میں عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر کچھ لوگ گمراہی کی طرف بلائیں گے اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر ڈوڑے مارے اور تمہارا مال ضبط کر لے تو بھی تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے گوشہ گیری کی حالت میں مرجانا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۳)

۷:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا بادشاہ زمین پر ظل الرحمن ہوتا ہے اللہ کے سب مظلوم بندے اس کی طرف پناہ ڈھونڈتے ہیں پس اگر وہ عدل کرے گا اس کے لئے اجر و ثواب ہوگا اور رعیت پر شکر لازم ہوگا اور اگر وہ ظلم و ستم کرے گا اس پر سخت بوجھ ہوگا اور رعایا پر صبر کرنا لازم ہوگا۔

(سراج المنیر شرح جامع الصغیر صفحہ ۲۲ جلد ۲)

حسینی عمل عزیمت کے دلائل

۱:- ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف میں ہے: حضرت ابوالسعید فرماتے ہیں کہ

سرکار ﷺ نے فرمایا: افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کو حق بات کہے۔

۲:- کنز العمال صفحہ ۷۷ جلد ۵۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے کعب بن عمر! میں تجھ کو بے وقوفوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ بے وقوف کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کریں گے ظلم کریں گے پس جوان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں ہوں اور نہ وہ گل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئے گا اور جوان کے پاس نہیں آئے گا اور نہ ان کی تصدیق کرے گا اور نہ ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرے گا وہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں اور وہ گل بروز قیامت میرے حوض پر آئے گا۔

نکتہ: امام عالی مقام کی شان میں سرکار ﷺ نے فرمایا: حسن منی وانا من حسین اور اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان حکام کی تصدیق و اعانت کی فلیس منی وہ مجھ سے نہیں تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کس طرح ان کا ساتھ دیتے اگر ساتھ دیتے تو حسین منی نہ رہتے بلکہ فلیس منی ہو جاتے یعنی اس منصب و مقام سے محروم ہو جاتے لہذا امام عالی مقام نے وہی کیا جو آپ کا منصب و مقام تھا۔

۳:- ابوداؤد و شریف صفحہ ۳۱ جلد ۲ میں ہے: حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جب لوگ کسی ظالم کو (امیر) دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب بھیج دے۔

۴:- ابوداؤد و شریف صفحہ ۳۱ جلد ۳، حضرت عمرو بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پیشک میں نے سرکارِ پیغمبرؐ سے سنا فرماتے تھے ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے لگے جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پر عذاب نازل کرے۔

۱۵:- حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: اہل جوہر و تم اور ان کے مددگار و روزخ میں ہوں گے۔

۱۶:- مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۶ میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ پیغمبرؐ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ وہ اپنی قوت بازو سے اسے (نیکی سے) بدلے اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کی مذمت کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل سے برا سمجھے یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

۱۷:- الفتح الکبیر صفحہ ۱۶۵ جلد ۲ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ پیغمبرؐ نے فرمایا: عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو نمازوں کا وقت گزار کر پڑھیں گے اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف باتیں ایجاد کریں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اس وقت میں کیا کروں؟ فرمایا: جو اللہ کا نافرمان ہو اس کی اطاعت نہیں۔

۱۸:- السراج الممیر صفحہ ۳۱۲ جلد ۲۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ پیغمبرؐ نے فرمایا میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے عمل کریں گے جن کو تم برا جانو گے پس ان کی اطاعت تم پر لازم نہیں۔

۱۹:- السراج الممیر صفحہ ۳۱۲ جلد ۲ میں ہے: حضرت ابی ہلال الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ پیغمبرؐ نے فرمایا: عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو تمہاری روٹیوں کے مالک ہوں گے وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو برے کام کریں گے وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کی برائیوں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو گے۔ پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارا کریں پھر جب وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

فائدہ: اس ارشادِ گرامی کے مطابق بلا شک و شبہ امام عالی مقام شہیدِ بلکہ سید الشہداء ہوں۔

۲۰:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ پیغمبرؐ نے فرمایا: سید الشہداء مزہ بن عبدالمطلب اور وہ شخص ہے جو ظالم کے خلاف کھڑا ہوگا اور اس کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا پس وہ اس جرم میں قتل کر دیا جائے گا۔

(مشترک صفحہ ۱۹۵ جلد ۲، السراج الممیر صفحہ ۳۲۱ جلد ۲)

۲۱:- اسباب شہادت:- امام عالی مقام کی شہادت کے اسباب اس طرح پیدا ہوئے کہ جب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا یزید ان کا جانشین ہوا آت حکومت پر بیٹھنے کے بعد اس کے لئے سب سے اہم مسئلہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی بیعت کا تھا۔ ان حضرات نے یزیدِ پلید کی ولی عہدی کو تسلیم نہیں کیا تھا علاوہ ازیں ان

حضرات سے یزید پلید کو یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی خلافت کا دعویٰ نہ کرے اور ایسا نہ ہو کہ سارا حجاز میرے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔

فقیر راقم اسطور غلام نجفین پاک و چہار یار نے بعض علماء سے سنا ہے کہ یزید پلید کی حکومت کی صحت کا انحصار امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت پر تھا۔ صلح حدیبیہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ میں ایک زبانی شرط یہ بھی تھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کی صورت میں خلیفہ وہ ہوگا جسے امام حسین رضی اللہ عنہ خلیفہ تسلیم کریں گے یا خود خلیفہ ہوں گے کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اہل بیت کے در کی خیرات تھی جسے اہل بیت رسول ﷺ خصوصاً امام عالی مقام خلیفہ تسلیم کریں گے۔ جب اہل بیت رسول ﷺ خصوصاً امام عالی مقام نے خلیفہ تسلیم ہی نہیں کیا تو یزید پلید خلیفہ کیسا اور اس کی خلافت کیسی؟ جب شرط نہ رہی تو مشروط کہاں رہا۔

جب یزید خلیفہ نہیں تو حسین رضی اللہ عنہ باقی کیسے قرار پائے؟

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دعویٰ خلافت کی صورت میں عراق میں یزید پلید کو بغاوت کا سخت اندیشہ تھا حالانکہ شرعاً اسے بغاوت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یزید کی حکومت جب خلافت تھی تو بغاوت کیسی؟ ان وجوہ کی بنا پر یزید کے پیش نظر سب سے بڑا مسئلہ اپنی حکومت کی بقاء اور تحفظ کا تھا اس لئے اس نے ان حضرات خصوصاً امام پاک سے بیعت لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس نے ولید بن عقبہ گورنر مدینہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دی اور ساتھ ہی ان حضرات سے بیعت لینے سخت تاکید کی حکم بھیجا۔ پس حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے اس طرح پکڑا کہ جب تک بیعت نہ کر لیں

(تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۴ جلد ۴) مطلق نہ چھوڑو۔

ابھی تک اہل مدینہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر نہ تھی گورنر مدینہ ولید یزید کے اس حکم سے بہت گھبرایا کیونکہ اس کے لئے اس کی تعمیل بہت مشکل تھی اور وہ اس کے انجام کو بھی اچھی طرح سمجھتا تھا اس نے اپنے نائب مروان بن الحکم کو بلایا اور اس سے اس معاملے میں مشورہ طلب کیا مروان منگول دشمن اہل بیت اور سخت مزاج تھا اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ان تینوں کو اسی وقت بلائیں اور بیعت کا حکم دیں اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر اگر وہ انکار کریں تو تینوں کا سر قلم کر دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو جب ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملے گی یہ تینوں ایک ایک مقام پر جا کر مدعی خلافت بن کر کھڑے ہو جائیں گے پھر ان پر قابو پانا سخت مشکل ہو جائے گا ایسا نہ ہو کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بن عمر کو میں جانتا ہوں ان سے توقع کم ہے وہ جدال و قتال کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے اس کے کہ یہ امر خلافت خود بخود ان کو دے دیا جائے۔

اس مشورہ کے بعد ولید نے ان تینوں حضرات کو بلا بھیجا اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں مسجد نبوی میں تھے اور وہ وقت بھی ایسا تھا کہ اس میں ولید کسی سے ملتا ملتا نہ تھا۔ قاصد نے ان دونوں کو امیر کا پیغام دیا انہوں نے قاصد سے کہا تم چلو ہم ابھی آتے ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے امام پاک سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے امیر نے ایسے وقت جبکہ وہ کسی سے ملتے ملاتے نہیں تھے بلایا ہے؟ امام نے فرمایا: امیر ایسا گمان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر عام ہونے سے پہلے ہی یزید کی بیعت لے لیں۔ ابن زبیر نے کہا میرا گمان بھی یہی ہے۔ اب آپ

کا کیا ارادہ ہے؟ فرمایا میں اپنے چند جوانوں کو ساتھ لے کر جاتا ہوں کیونکہ انکار کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ معاندانک صورت اختیار کر جائے چنانچہ اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ اور بیٹے علی اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر چلے اور گورنر ہاؤس کے دروازے پر انہیں متعین کر دیا اور ان سے فرمایا کہ اگر میں تمہیں بلاؤں یا تم منو کہ میری آواز بلند ہو رہی ہے کہ تو فوراً اٹھ کر آ جانا اور جب تک میں باہر نہ آؤں یہاں سے ہرگز نہ ہٹنا۔ آپ اندر گئے مروان کے سوا سب نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا جب آپ بیٹھ گئے تو ولید نے آپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی اور بزدلی کی بیعت کے لئے کہا آپ نے تعزیت کے بعد فرمایا میرے جیسا انسان اس طرح پھپھ کر بیعت نہیں کر سکتا ورنہ میرے لئے اس طرح خفیہ بیعت کرنا مناسب ہے اگر آپ باہر نکل کر عام لوگوں کو اور ان کے ساتھیوں سے بھی بیعت کی دعوت دیں تو یہ ایک بات ہوگی ولید ابن عقبہ صلح پسند آدمی تھا اس نے کہا اچھا اب تشریف لے جائیں۔

سر الشہادین صفحہ ۱۳۸ میں ہے: یزید نے دوسرا نامہ ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر سے بہت ہی جلد میری بیعت لے جس طرح ہو سکے اس میں کوشش کرے جب یہ نامہ ولید کے پاس آیا جناب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس نے دار الحکومت میں بلایا آپ نے تمیں جاٹا ہتھیار بند اپنے غلامان اور احباب سے اپنے ہمراہ لئے اور اعصاب نبوی زہیب دست حق پرست کر کے ولید کے پاس چلے اور جوانوں کو در الحکومت کے

پہلے تک چرکھڑا کیا اور تاکید فرمائی کہ مستعد رہو یہاں سے ٹلو نہیں اڑے رہو۔ جب میری آواز بلند پاؤ تو فوراً بے دھرمک پکھری میں گھس آؤ اور جب تک کوئی میرے مارنے کا ارادہ نہ کرے کچھ بولنا نہیں۔ پہلے تم ہتھیار کھولنا نہیں پھر آپ تنہا ولید کے پاس تشریف لائے ولید نے بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کو بٹھایا اور حال و فاقات معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور بیعت طلب کرنے کا یزید کے سنایا۔ آپ نے فرمایا ہم خود غم و درد پر دربر اور سے بے موت کے مر رہے ہیں کس طرح زندگی کے دن بھر رہے ہیں گو بظاہر جیتے ہیں مگر خون جگر پیٹتے ہیں میرا ستانا مناسب نہیں غمزدوں کا دل دکھانا مناسب نہیں بہر حال ہم اکیلے چپ چاپ بیعت نہیں کر سکتے یزید (جو امیر بنتے ہی) بدعتی، شارب فخر (بن گیا ہے) کے ذریعہ کم گروں نہیں دھڑکتے۔ کل سب اہل اسلام میں خبر وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کی مشتہر کی جائے اور سارے اہل مدینہ کو طلب بیعت یزید کی خبر دی جائے جو سب مسلمانوں کی رائے ہوئی اس سے مجھے گریز نہیں۔ ولید نے کہا آپ کا فرمانا بہت بجا ہے یہی مناسب ہے یہی زیان ہے اچھا آج آپ دولت خانے کو تشریف لے جائیں اور کل اسی طرح یہاں تک قدم رنجو فرمائیں۔ مروان شیطان کے افسر معاندان نے ولید سے کہا کہ اگر اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ یہاں سے پھر جائیں گے تو پکڑ بھی لے لیا جائے ہاتھ نہ آئیں گے جب تک بیعت نہ کریں ان کو قید رکھو چھوڑو نہیں میری بات سے من موافق نہیں اور اگر بیعت نہ کریں تو سران کا اتار لو ابھی ان کو مار لو۔ آپ نے مروان کو انعام غصب دیکھ کر فرمایا یہ کس کا ٹکڑا ہے کہ ایسا ارادہ دل میں لائے میری جانب نظر اٹھائے۔ (کیونکہ آپ کو نہ جان سے خبر دے دی تھی کہ تو کر بلا میں شہید ہوگا اس لئے

آپ نے فرمایا مجھے مدینے میں کوئی نہیں مار سکتا)

اعتراض:- قرآن مجید میں ہے **لَا تَجِدُ نَفْسًا يَاقِيَةً تَحْبِبُ الرِّجْلَ لِنَفْسِهَا** کوئی جی نہیں جانتا کہ کس زمین مرے گا۔ نبی ﷺ اور حسین رضی اللہ عنہ کو کیسے کربلا میں شہادت کی خبر مل گئی؟

جواب:- آیت آگے بھی ہے **لَا تَجِدُ نَفْسًا يَاقِيَةً تَحْبِبُ الرِّجْلَ لِنَفْسِهَا** اللہ تعالیٰ مغیبات خمسہ کا علم رکھنے والا اور اپنے محبوبوں کو خبر دینے والا ہے۔ خبر کا معنی خبر بھی ہے۔

(تفسیر صاوی تفسیر احمد یہ ترجمہ البیان ترجمہ کنز الایمان ترجمہ نیر العرفان)
امام عالی مقام واپس تشریف لے آئے مروان نے ولید سے کہا کہ تم نے میری بات نہ مانی خدا کی قسم اب تم ان پر قابو نہیں پاسکو گے یہ بہترین موقع تھا کہ تم ان کو قتل کر دیتے ولید نے کہا تم پر افسوس تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو جس میں میرے دین کی تباہی ہے۔ کیا میں صرف اس وجہ سے نواسہ رسول ﷺ کو قتل کروں گا کہ وہ یزید کی بیعت نہیں کرتے اگر مجھے دنیا بھر کا مال و متاع مل جائے تو بھی میں ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم اقیامت کے دن میں جس سے خون حسین کی باز پرس ہوگی وہ ضرور اللہ کے سامنے خفیف الکبیر ان ہوگا۔ مروان نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو یہ مروان نے صرف ظاہر واری کے لحاظ سے کہہ دیا تھا ورنہ دل میں وہ ولید کی بات کو ناپسند کرتا تھا۔

عبد اللہ بن زبیر طرح طرح کے حیلوں سے ولید کے قاصدوں کو ٹالتے رہے اور ولید کے پاس نہ آئے اور دوسرے دن مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے ولید کا سارا عملہ شادراون ان کی تلاش میں سرگرداں رہا مگر وہ نہ مل سکے۔ ادھر شام کے وقت پھر ولید

نے امام کے پاس آدمی بھیجا آپ نے فرمایا اس وقت تو میں نہیں آ سکتا صبح ہونے دو گھر دیکھیں گے کیا ہوتا ہے۔ ولید نے بات مان لی آپ نے اسی رات اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ گھر والوں کو فرمایا کہ تم تیاری کرو اور آپ خود مسجد نبوی شریف روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے نوافل ادا کر کے جوں ہی چہرہ رسول کے سامنے پہنچ کر دست بستہ سلام لے لے الفاظ ادا کئے بے ساختہ آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے جو از رسول ﷺ سے آوی ہوئی اور شہر رسول ﷺ سے جدائی کے غم انگیز خیال نے آپ پر رقت طاری کر دی۔ وہ شہر تھا جس میں آپ نے عمر عزیز کا اب تک بیشتر حصہ گزارا تھا بچپن سے اب تک اسی شہر کی پر نور فضاؤں اور معطر ہواؤں میں روز و شب کا سلسلہ تھا۔ یہ شہر آپ کے نانا جان کا شہر تھا آپ اس گلشن رسول ﷺ کے منہکتے پھول تھے۔ مگر اب اس شہر میں آپ کا رہنا مشکل ہو گیا تھا اسی شہر میں آپ کی والدہ ماجدہ کا مدفن تھا آپ کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ اسی شہر میں آرام فرماتے اس وقت امام پاک کی کیا کیفیت ہوگی امام پاک اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو ہجرت کر گئے۔

(کامل ابن اثیر صفحہ ۶ جلد ۴، طبری صفحہ ۱۹۰ جلد ۶)

سیدہ فاطمہ صغرا رضی اللہ عنہا کے بارے تین اقوال

ہذا قول:- اکثر چاہل و اعلیٰین اور تمام رافضی ذاکرین بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ مدنی پھوٹی بچی اور بیمار تھی۔ بیماری کی وجہ سے امام عالی مقام اسے اکیلا گھر میں چھوڑ گئے اس واقعہ کی کوئی تاریخی سند نہیں۔

دوسرا قول :- جو سنی حلق علماء بیان کرتے ہیں سیدہ صفری ہالہ شادی شدہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسن ثنی کی خاتون خاندہ تھیں۔ امام کی روانگی کے وقت آپ کے خاوند گھر میں موجود نہ تھے اس لئے ان کی اجازت کے بغیر امام عالی مقام حکم شرع دینی کو ساتھ نہ لے گئے۔

تیسرا قول :- سیدہ صفری کے خاوند حسن ثنی بیمار تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں نہ وہ کی بیمار داری کے لئے ان کو مدینہ منورہ چھوڑ گئے۔

چوتھا قول :- شیعہ کی معتبر کتاب منتہی الآمل صفحہ ۳۸ جلد ۱ میں شیخ عباس قمی رافضی لکھتے ہیں: دیگر فاطمہ کہ زوجہ حسن ثنی بودہ کہ در کربلا حاضر بود یعنی دوسری فاطمہ جو حسن ثنی کی زوجہ تھیں کربلا میں موجود تھیں۔ واللہ ورسول اعلم بحقیقۃ الحال محمد بن حنفیہ کا مشورہ :- آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپ سے کہا بھائی میں تم سے زیادہ کسی کو محبوب اور عزیز نہیں رکھتا اور تمام خلق خدا میں کسی کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا کہ اس کے ساتھ آپ سے زیادہ خیر خواہی کروں۔ لہذا میرا مشورہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے آپ یزید کی بیعت اور کسی مخصوص شہر کے ارادہ سے الگ رہیں اور دیہات اور ریگستان میں قیام کریں اور لوگوں کے پاس اپنے قاصد بھیج کر ان کو اپنی بیعت کی دعوت دیں اگر وہ لوگ بیعت کر لیں تو آپ اس پر اللہ کا شکر کریں اور اگر وہ کسی اور شخص پر متعلق ہو جائیں تو اس سے آپ کے اوصاف و کمالات اور فضیلت میں اللہ کا کچھ کمی اور کچھ فرق نہ آنے دے گا۔ مجھے خوف ہے کہ ان حالات میں اگر آپ کسی مخصوص شہر یا کسی مخصوص جماعت کے پاس جائیں گے تو ان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا

ایک گروہ آپ کے ساتھ ہوگا اور دوسرا آپ کے خلاف پھر ان دونوں میں جنگ و جدال کی نوبت آئے گی اور سب سے پہلے آپ ان کے تیروں کا نشانہ بنیں گے۔ یہی صورت میں ایک معزز اور شریف ترین شخص جو بہ لحاظ حسب و نسب اس ساری امت سے بہتر ہے اس کا خون سب سے زیادہ ارزاں ہو جائے گا اور اس کے اہل و عیال کو ذلیل کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائی پھر میں کہاں جاؤں؟ محمد بن حنفیہ نے کہا مکہ۔ اگر وہاں آپ کو اطمینان حاصل ہو جائے تو کوئی نہ کوئی کھیل پیدا ہو جائے گی اور اگر اطمینان حاصل نہ ہو تو پھر ریگستانوں اور پہاڑوں کی طرف چلے جائیں اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتے رہیں اور لوگوں کے ہاتھ لگے ہوئے حالات دیکھتے رہیں پھر آپ کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کیونکہ جب حالات سامنے آجائے ہیں تو رائے بہت زیادہ صحیح ہو جاتی ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا تم نے خیر خواہی اور شفقت فرمائی ہے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تمہاری دعا درست اور موافق ثابت ہوگی یہ کہہ کر آپ یزید بن مفرغ کے اشعار پڑھتے

میں مسجد میں داخل ہوئے۔ (جن کا ترجمہ یہ ہے) جس دن کہ ظلم و ستم سے میرا گلا کھٹکے گا یا جائے گا اور موت میرا انتظار کر رہی ہوگی اگر میں میدان چھوڑ جاؤں تو پھر میری کجی کج کے وقت غارت کے لئے اونٹوں کو نہ چوں لگاؤں گا اور نہ ہی اپنا نام یزید (کامل ابن اشیر صفحہ ۶ جلد ۳ طبری صفحہ ۱۹۰ جلد ۶)

۱۰۔ کمال ابن اشیر :- یزیدی مولوی محمد عباسی نے خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ اور

حکومت و خلافت کا ایک ایسا ہی مسئلہ سمجھتے تھے جو مقتضیات زمانہ اور احکام شرع کے اعتبار سے جائز اور مناسب نہ تھا۔ اس کے متعلق جواباً عرض ہے کہ اگر محمد بن حنفیہ کے نزدیک خروج امام مقتضیات زمانہ اور احکام شرعیہ کے اعتبار سے ناجائز اور نامناسب ہوتا تو پھر وہ امام کو یہ کیوں کہتے کہ یزید کی بیعت سے الگ رہو اور اپنی بیعت کی دعوت دو بلکہ دو واضح الفاظ میں یوں کہتے کہ تمہارے لئے از روئے شریعت کسی حالت میں بھی یہ خروج جائز نہیں اور نہ تمہیں خلیفہ راشد و عادل کے ہوتے ہوئے یہ حق پہنچتا ہے کہ تم اس کے خلاف بغاوت کرو۔ ان کو خروج سے نہ روکنا اور نہ پھیریں بتانا کہ یہ بات اور پہاڑوں میں قیام کرو اور لوگوں کے پاس وفود بھیجو اور ان کو اپنی بیعت کی دعوت دو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک امام کا خروج شرعی طور پر ناجائز نہ تھا بلکہ امام جو طریقہ اختیار کر رہے ہیں وہ طریقہ ان کے نزدیک مصلحت کے خلاف اور غیر مفید تھا۔ رہا خود محمد بن حنفیہ کا بیعت کرنا تو وہ بعض صحابہ کی طرح فتنہ و فساد سے بچنے کے لئے تھا نہ کہ خلیفہ کے کردار کی غوبلی یا اس کے حق ہونے کی بنا پر تھا۔

حاجت ہو کہ محمد بن حنفیہ بھی دوسرے بعض صحابہ کی طرح فی نفسہ یزید کے خلاف خروج کو ناجائز یا برا نہیں جانتے تھے بلکہ خارجی اسباب و وجوہ کی بنا پر اسے غیر موثر اور خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔ لہذا یزیدی ملاں محمود عباسی کا یہ کہنا کہ محمد بن حنفیہ امام کے خروج کو شرعی طور پر ناجائز سمجھتے تھے بالکل غلط اور تاریخ کی کھلی تکذیب ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ دوراندیشی اور مصلحت پر مبنی تھا اور باب عقل و دانش اس قسم کی مصلحت آمیزیوں اور دوراندیشیوں سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں اور بعض موقعوں پر مصلحت سے کام لیتا

کوئی بڑی بات بھی نہیں ہے لیکن اہل عشق و محبت کا مزاج کچھ اس سے مختلف ہی واقعہ ہے۔ بقول اقبال علیہ الرحمہ:

جملہ عالم ساجد و مہجور عشق سونات عقل را محمود عشق
عشق سلطان است و برہان مبین ہر دو عالم عشق را زیر نگین
مناصر الشہادتین صفحہ ۱۳۹ میں ہے:-

ولید نے یہ حال یزید کے پاس لکھا فوراً ولید کے نام ہما کید تمام جواب آیا کہ اگر امام حسین بیعت نہ کریں تو ان کا سر کاٹ کر جلد یہاں روانہ کرنے کچھ ڈر ہے نہیں کام مردانہ کرنے اس کے عوض تیرے درجے بلند کروں گا جو ہیں ان سے دو چند کروں گا۔ ولید نے نامہ پڑھ کر کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اگر یزید مجھے ساری دنیا دیدے وہ اسارا خاندان لوٹ لیوے تب بھی قتل فرزند رسول ﷺ کے میں ہرگز سستی نہ کروں کارام جہنم میں قدم نہیں دھروں گا مجھے یزید کا ڈر خاک نہیں وہ کچھ ستم کرے مجھے ہاک نہیں (یعنی ڈر نہیں)

حاجت ہے کہ جب چند نامے متواتر اس مضمون کے ولید کے پاس آئے یہ سب نامے اہل چپکے چپکے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوائے گئے کہ اے اب اس مضمون کے نامے متواتر آپ کے قتل کے واسطے چلے آتے ہیں مگر اسے کچھ بھی خیال میں نہیں لاتے امداء کو ہر طرح کا زور ہے ان کا ہر طور سے شور مچا رہا ہے خیال میں کوئی بات آتی نہیں جبر ان ہوں کوئی مصلحت جی میں ساقی نہیں۔

صوری، اہل سنت کے عقائد کی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے قد کفر

یزید حین امر بقتل الحسین - یزید لعین نے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دے کر کفر کیا۔ پس یزید اور اس کے اعمال و انصار پر اللہ کی لعنت ہو۔

امام عالی مقام اس نامے کو پڑھ کر شب کے وقت روضہ انور حضور ﷺ پر آئے اور سلام بجالائے اور مزار مبارک سے پلٹ کر اس قدر روئے کہ درود یحیٰ اور دئے رور و کر فرماتے تھے نا جان حسین آپ پر قربان یہ وہی حسین آپ کا نواسہ ہے بیٹہ بے رحم اس کے خون کا پیاسا ہے یہ وہی حسین آپ کے دوش کا راکب ہے کہ اب ہر کس و نا کس اس کے خون کا طالب ہے دشمن کو کچھ آپ کے اہل بیت کا پاس نہیں خدا سے کچھ خوف و ہراس نہیں خون جگر پی پی کر کہاں تک رہوں جو ر اعداء کشتا ہوں۔ بھائی غمخوار کو بھی آپ نے اپنی آغوش نازنین میں سلا لیا اب میری بے کسی پر کون کڑھے میری بے ہی ہر کس کا دل دیکھے کوئی مونس نہیں محرم راز نہیں، ہجر دروغم کے ہدم نہیں دسار نہیں آہ درود دل کس سے کہیں رخم جگر کب تک تھیں۔

غرض اس طرح رات بھر روتے رہے جی جان کھوٹے رہے صبح ہوتے گھر چلے آئے۔
 دوسری رات پھر مزار شریف پر جا کر اوداع الفراق کہتے کہتے بے خود ہو گئے۔ روتے
 روتے مرقہ اقدس پر سر رکھ کر سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نفیس نفیس مع فوج
 ملائکہ وہاں تشریف لائے اور حضرت امام کے سر اقدس کو اپنے سینہ پر گنجینہ سے لپٹا کر
 خوب گلے ملایا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا نور العینین بیٹا حسین رضى الله
 عنه اب قریب ہے کہ اشتیاء کر بلا میں تمہیں قطرۂ آب سے تر سا کے مینہ تیروں کا برسا
 کے شربت شہادت پلائیں گے پھر بھی باوجود اس کمینہ حرکت کے وہ میری شفاعت کی
 امید رکھیں گے حالانکہ وہ قیامت میں میری شفاعت سے محروم رہیں گے اے نور چشم

میں تنہا رہے ماں باپ اور بھائی بھی میرے پاس بہت محزون اور خستہ دل آئے ہیں یہاں آکر سب داستانِ غم سنائے ہیں تم بھی ان ہی کی طرح اعداء سے سوسو طرح کے بی اٹھاؤ گے پھر اسی طرح میرے پاس محزون تن خستہ جگر قلیلِ خوشین ویرہن میں آؤ گے۔ سو دینا صبر کرنا۔

تمہارے واسطے بہشت میں ایسے بڑے بڑے درجے ہیں جب تک سر
سیدان سر نہ کٹاؤ گے و و مدارج ضلیمانہ پاؤ گے ماں باپ تمہارے دیکھنے کو بے قرار
ہوں۔ امام عالی مقام نے خواب ہی میں عرض کیا نا جان حسین کو اب دنیا میں رہنے کی
عاجت نکلیں درو فریق سنے کی طاقت نہیں اسی وقت مجھے اپنی مزار اقدس میں لے لیجئے
دول کی دعا کیجئے پھر خواب سے بیدار ہوئے سجدہ شکر بجالائے خود بیدار ہوئے کہ
لیل جمال جد بزرگوار اور مرثیہ شہادت اور حصول درجات عالیہ مارے خوشی کے
مائل گئے سارا رنج و غم بھول گئے اور اپنے اہل بیت کو یہ خواب کہہ سنایا اور دینے سے
و اسے زیارت بیت اللہ کے عزم کے کافر مایا پھر دوسری شب کو بھائی سے رخصت
و نے کو جنت البقیع میں گئے روتے روتے بے ہوش ہوئے بھائی جان آپ نے مجھ
سے پھر ابر طرف سے رنج و مصیبت نے گھیرا سارا جسم سنگ غم سے چور ہے خوشی
میں دور ہے اب رخصت ہوتا ہوں پھر حشر ہی میں ملاقات ہوگی وہاں اچھی طرح
دلی پھر وہاں سے مزار میلہ انوار مادر مہربان کے تشریف لائے اشک خونیں
اس سے بہائے۔ السلام علیک یا اُمّہ پھر عرض کی اے مادر مہربان اے مادر
مہربان تین بے کس و بے جان کو رخصت کیجئے آخری سلام لیجئے یہ کہنا اور مزار شریف
پر اہل راضی اللہ علیہا کی قبر سے اپٹ گئے اس قدر روئے کہ جگر حالان

عرش کے پھٹ گئے پھر آدھی رات کو وہاں سے روضہ مبارک پر اپنے جد بزرگوار علیہ السلام کے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے سلام اور طواف کر کے نماز میں مشغول ہوئے پس آنکھ لگ گئی پھر دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے وہاں قدم نہ چڑھایا اور سر آپ کا اٹھا کر اپنی گود میں لیا شاہزادے نے رور و کر عرض کی نا جان آپ کے نام نہاد امتی مجھے بہت سناتے ہیں مدینے میں کیونکر رہوں ستم اعداء، کٹھن سبوں، حرم کربلا زیارت بیت اللہ کی تیاری ہے دیکھتے میرے سر پر دیدہ کو بھی تقدیر یہاں پھر لاتی ہے یا اسی طرف کہیں خاک میں ملائی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم بھی شہادت پی کر میرے پاس آؤ گے جنت میں ہمارے پاس رہو گے درجہ عالی پاؤ گے نور العین حسین رضی اللہ عنہ عین فرات کے کنارے تم بھوکے پیاسے ہو گے پھر خاک کربلا ہوگی اور تمہارا لاشا ہوگا تمہارا تن نازنین زخموں سے چور اور سر بدن سے دور ہوگا۔ اے حسین منتظر وقت رہو۔ پھر غیث سے پیدا ہوئے سلام رخصتی بجالائے اور عزم روانگی مکہ معظمہ اسلام گھر چلے گئے۔

مدینہ منورہ سے رحلت :- امام عالی مقام مدینہ منورہ کو چھوڑتے وقت جب اپنے ناٹا جان ﷺ کے روضہ نور پر حاضر ہوئے ہوں گے اور صلاۃ و سلام عرض کر کے رخصت و اجازت طلب کی ہوگی اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوگی بلاشبہ دیدہ خون بار نے اشک غم کی بارش کی ہوگی قلب حزیں صدمہ جدائی و فراق سے گھائل ہو رہا ہوگا اور لبوں پر یہ الفاظ ہوں گے کہ کندھوں پر چڑھا کر کھلانے والے ناٹا آنکھیں رحمت و محبت میں لے کر لوریاں سناتے والے ناٹا، ماتھے رخسار اور لبوں کو چومنے والے ناٹا

اے میرے ناز اٹھانے والے ناٹا آج میرا حال دیکھتے ہیں تمہیں و پریشان ہوں اٹھنا ہوں اس لئے کہ آپ کا مقدس شہر چھوڑ رہا ہوں وہ شہر جو مجھے سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے لیکن میں کیا کروں میرا یہاں رہنا دشوار ہو گیا ہے میں جا رہا ہوں مجھے اجازت دیجئے اور اصرار و خداوندی میں نازوں سے پالنے والے ناٹا جان کی کیا حالت ہوگی یہ تصور دلوں کو پاش پاش کر دیتا ہے یہ دن کیسا دن تھا سخت رنج و غم کا دن تھا کہ نواسہ نبی، جگر گوشہ علی، نور دیدہ زہرا، سرور قلب حسن مجتبیٰ جا رہا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جا رہا ہے۔ پھر آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے شعبان ۶۰ھ میں بمعد اہل و عیال مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے فُتِحَتْ وَبُفَتْحَتْ لَكَ قَلْبُكَ فَالْزَيْلُ يَخْبِي عَنْ لِقَاكَ وَالْطَّالِبُونَ تَوَدُّ (موسیٰ علیہ السلام) اس شہر سے لگاؤ ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔

عبداللہ بن مطہج سے ملاقات :- راستہ میں حضرت عبداللہ بن مطہج سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کو مع اہل و عیال مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا بی الحال تو مکہ مکرمہ جا رہا ہوں وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا کہ کہاں جاؤں عبداللہ نے کہا اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے اور ہمیں آپ پر فدا کرے جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو کوفہ کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں کہ وہ ایک منحوس شہر ہے وہیں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے ہیں آپ کے بھائی حضرت حسن کو ان کے شیعوں نے بے یار مددگار چھوڑ دیا اور ان نے بھی کاوار کیا گیا قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہو جاتے اور آپ نے فرمایا معاویہ

رضی اللہ عنہ مجھے ان لوگوں سے بہتر ہے جو اپنے آپ کو ہمارے شیعہ کہلاتے تھے
(ملاحظہ ہوں کتب روافض جلاء العیون صفحہ ۲۶ وغیرہ)

آپ مکہ ہی میں رہیں اس کو نہ چھوڑیں آپ عرب کے سردار ہیں اہل حجاز آپ کے
براہر کسی کو نہیں سمجھے ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے آپ حرم کعبہ کو ہرگز
ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی:

وَلَمَّا أَتَيْنَاهَا فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلًا نَافِلًا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ مِن قَبْلِكَ
السلام) مدین کی طرف متوجہ ہوا کیا امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ چلائے گا۔

(القصص)

آپ کے مکہ مکرمہ پہنچنے کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے
اور زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر بھی مکہ مکرمہ ہی میں
تھے وہ بھی آپ کے پاس آئے جاتے اہل مکہ کو آپ کے آنے کی بہت خوشی ہوئی تھی وہ
آپ کے دیدار پر انوار سے اپنے دیدہ و دل کو روشن و منور کر رہے تھے۔

اہل کوفہ کے خطوط اور وفود: کوفہ شیعان علی رضی اللہ عنہ کہلانے والوں کا مرکز
اور گڑھ تھا اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں
دار الخلافہ مدینہ طیبہ سے منتقل کر کے کوفہ میں قائم کیا تھا لہذا آپ کے تمام محبت و شیعہ
کہلانے والے وہیں جا کر آباد ہو گئے تھے یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت
میں بھی امام عالی مقام کی خدمت میں کوفہ تشریف آوری کی درخواستیں بھیج چکے تھے
اب جب اہل کوفہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال اور امام عالی مقام

اور عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیعت یزید سے انکار کرنا معلوم
ہوا تو کوفہ کے تمام شیعان علی کہلانے والے حضرت سلیمان بن صرد الخزاعی کے گھر
جمع ہوئے طبری صفحہ ۱۹ جلد ۶ میں محمد بن بشیر ہمدانی کا بیان ہے: ترجمہ: تمام شیعہ
سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر کر کے
سب نے اللہ کا شکر کیا پھر سلیمان بن صرد نے سب سے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ فوت
ہو گیا ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی بیعت سے انکار کیا ہے اور مکہ
چلے گئے ہیں اور تم لوگ ان کے اور ان کے باپ (مولا علی رضی اللہ عنہ) کے شیعہ
ہو نہیں تم خوب جان لو کہ اگر تم ان کے معاون بن سکتے ہو اور ان کے دشمنوں سے جہاد
کر سکتے ہو تو ان کو لکھو اور اگر تمہیں اپنی کم زوری اور بزدلی کا اندیشہ ہو تو ان کو دھوکہ نہ دو
سب نے کہا کہ نہیں ہم ان کو دھوکہ نہیں دیں گے بلکہ ہم ان کے دشمنوں سے جنگ
کریں گے اور ان پر اپنی جانیں نثار کریں گے سلیمان نے کہا پھر لکھو تو انہوں نے آپ
کی طرف لکھا:۔

المشئى مذہب کی معتبر کتاب جلاء العیون صفحہ ۱۳۹ جلد ۲ میں ملاحظہ فرمائی کہ
ہے: جب یہ خبر اہل کوفہ کو پہنچی تو شیعان کوفہ سلیمان بن صرد الخزاعی کے گھر میں جمع ہوئے
سلیمان نے کہا جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گیا اور امام حسین رضی اللہ
عنہ یزید کی بیعت سے انکار کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور تم ان کے شیعہ ہو اور ان کے
اللہ بزرگوار کے شیعہ ہو اگر جانتے ہو کہ ان کی مدد کر سکو گے اور بھان و مال ان کی
مدد میں لکھ کر یہاں بلاؤ اور اگر ان کی مدد میں سستی اور کالی کرو گے یہ جان لو کہ
انہیں خواہی اور متابعت کی بجا آوری نہ کرو گے تو ان کو فریب نہ دو اور ہلاکت میں

نڈی اور شیعوں نے کہا جب حضرت اس شہر کو اپنے نور قدم سے منور کریں گے ہم سب پر قدم اخلاص ان کی خدمت میں حاضر ہو کے ان سے بیعت کریں گے ان کی نصرت میں جان فشانی اور دشمنوں سے حفاظت میں کوشش کریں گے۔

(جلال العیون مترجم صفحہ ۱۳۸ جلد ۲) شائع کردہ شیعہ جنرل بک انجمنی محلہ شیعہ لاہور) ثابت ہوا کہ امام عالی مقام کو کوفہ میں بلانے والے سب شیعہ ہی تھے چنانچہ خطوط اور وفود کا تانتا لگ گیا یہاں تک کہ بقول ملا باقر خلیسی بارہ ہزار خطوط شیعہ مومنین کے امام کے پاس پہنچے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ جلد از جلد کوفہ تشریف لائیں مسند خلافت آپ کے لئے خالی ہے مومنین شیعوں کے اسواں اور ان کی گردنیں آپ کے لئے حاضر ہیں سب کے سب آپ کے منتظر اور مشتاق دید ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ہمارا امام اور پیشوا نہیں ہے آپ کی مدد کے لئے یہاں لشکر مہیا و حاضر ہے۔ نعمان بن بشیر حاکم کوفہ دارالامارت میں بیٹھا ہے ہم جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنے نہیں جاتے جب آپ کوفہ تشریف لائیں گے ہم اس کو کوفہ سے نکال دیں گے۔

(جلال العیون صفحہ ۱۳۹ جلد ۲)

آخری خط آنے کے بعد امام عالی مقام نے ان کو جواب لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم یزید بن حنین بن علی شیعہ مومنین مسلمانان اہل کوفہ کی طرف ہے۔ اما بعد! بہت سے قاصدوں اور خطوط کے آنے کے بعد جو تم نے خط بانی اور سعید کے ہاتھ مجھے بھیجا ہے وہ مجھے پہنچا سب تمہارے خطوط میرے پاس پہنچے اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں بہت جلد ہمارے پاس تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو بھی حق ہدایت کرے واضح ہو کہ میں

افعل تمہارے پاس اپنے برادر عم۔۔۔ اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجا ہوں اگر مسلم مجھے لکھیں جو کچھ تم نے مجھے خط میں لکھا ہے بمطورہ عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت میں بہت جلد انشاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤں گا میں اپنی جان کی قسم لکھاتا ہوں کہ امام وہی ہے جو درمیان مردم بہ کتاب خدا حکم اور بعد الت قیام کرے اور قدم جادہ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ (جلال العیون صفحہ ۱۴۰ جلد ۲)

امام عالی مقام نے جب اہل کوفہ کے خطوط اور وفود سے ان کے جذبات عقیدت و محبت جان و مال قربان کرنے کی تبادلات اور کوفہ آنے کی التجاؤں کو دیکھا تو فیصلہ کیا کہ پہلے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو تحقیق حال کے لئے بھیجا جائے۔

چنانچہ آپ نے ان کو ایک خط دیا جو آپ نے اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا تھا اور فرمایا کہ آپ کوفہ جا کر بذات خود براہ راست حالات کا صحیح اندازہ لگائیں اور اطلاع دیں اگر حالات سازگار ہوں گے تو میں بھی آ جاؤں گا اور اگر حالات درست نہ ہوں تو واپس آ جائیں۔

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین شاہ مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگرچہ امام کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یہ بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس وجہ سے اس کی بیعت نادر و تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور تخیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں ان حالات میں کوفیوں کا پاس ملت پرہیز کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام سے بیعت ہونا امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول

فرمائیں۔ جب ایک قوم ظالم و فاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل
سے درخواست بیعت کرے اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنی
ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر بنی کے حوالے کرنا چاہتا ہے امام اگر اس وقت
کو فیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہ الہی میں کو فیوں کے اس مطالبے کا امام
کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کے لئے راضی نہ
ہوئے بدیں وہ ہمیں یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی اگر امام
باتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لئے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا
جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں اگرچہ
اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور حضرت ابو القدحی
وغیرہ رضی اللہ عنہم حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کو فیوں کے
عہد و موافق کا اعتبار نہ تھا۔ امام کی محبت اور شہادت امام کی شہرت ان سب کے دلوں
میں اشتعال پیدا کر رہی تھی گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی
وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہو گا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام کے
سمانے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو رد کرنے کے لئے عذر شرعی کیا ہے
ادھر اس لئے جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ ادھر اہل کوفہ کی استدعا کو فرمانے
کے لئے کوئی عذر شرعی نہ ہونا حضرت امام کے لئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز
اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے اگر کو فیوں نے بد عہدی
و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی
جائے گی۔ (سوانح کربلا صفحہ ۵۴)

عن سر اشہاد تین صفحہ ۱۵۶ میں ہے: پھر آپ مکہ مکرمہ پہنچ کر بقیہ شعبان اور تمام
رمضان اور شوال اور ذیقعدہ امن و امان سے رہے بہر صورت اطمینان سے رہے اور
اہل مکہ مارے خوشی کے پھولے نہ مارتے تھے پانچوں وقت فوج در فوج لوگ آپ کے
پچھے نماز کو آتے تھے۔ سعید بن عاص کہ والی مکہ تھا لوگوں کا یہ اثر دھام اور ہر اطراف
و جوانب سے اس قدر دھوم دھام دیکھ کر گھبرایا اور مکہ سے بھاگتا ہوا آیا پھر مدینہ
سے یزید پلید کو خط لکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی
اللہ عنہ نے تمہاری بیعت نہ کی اور مدینہ منورہ سے فلاں تاریخ کو مکہ معظمہ آئے سب
اہل مکہ اور ہر اطراف و جوانب کے لوگ ان کے ساتھ رجوع لائے۔ جب یہ حال
نیا بدشتی نے سنا مارے غم و غصے کے سر کوڑھنا اور اس نظر سے کہ ولید بن عقبہ نے پکڑنے
میں امام کے تقصیر کی امارت مدینہ کی اس سے چھین لی اور ابن الاشتر کو دی۔

حضرت مسلم کوفہ میں :- حضرت مسلم اپنے دونوں صغیر اسن صاحبزادوں محمد و ابراہیم
کو ساتھ لے کر کوفہ پہنچے کوفہ والے منتظر اور چشم براہ تھے۔ انہوں نے آپ کے آنے
پر بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ آپ نے مختار بن ابوعبیدہ ثقفی اور بقول بعض
ابن عوجہ کے ہاں قیام فرمایا۔ محبان اہل بیت بڑے جوش عقیدت سے بیعت کرنے
لگے اور بیعت کے وقت بڑی بڑی قسمیں کھاتے تھے کہ جان و مال قربان کر دیں گے
اور آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ امام مسلم نے جب ان کے جذبات عقیدت و محبت
کو دیکھا تو امام عالی مقام کی خدمت میں عریضہ لکھا اس میں حالات کی اطلاع دی
اور یہ کہ اب تک ایک روایت کی رو سے بارہ ہزار اور ایک دوسری روایت کی رو سے

اشعار ہزار اور تیسری روایت کی رو سے چالیس ہزار آدمی بیعت کر چکے ہیں آپ ضرور تشریف لائیں تاکہ ملت اسلامیہ کو یزید کے ناپاک تسلط سے نجات ملے اور لوگ امام برحق اور خلیفہ عادل و راشد کی بیعت کے شرف سے محروم نہ ہوں اور دین حق کی تائید ہو۔ حضرت نعمان بن بشیر جو اس زمانہ میں کوفہ کے گورنر تھے جب وہ حالات سے ناخبر ہوئے تو برسر منبر فرمایا اے لوگو یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے وہ اس پر بہت بھڑکے گا اور فتنہ و فساد برپا ہوگا عبد اللہ بن مسلم حضری جو بنی امیہ کے ہوا خواہوں میں سے تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ آپ جو دیکھ رہے ہیں سخت کیری کے بغیر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی آپ دشمن کے مقابلے میں بہت کمزور ثابت ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ میرا شمار کمزوروں میں ہو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کی نافرمانی کے ساتھ میرا شمار عزت والوں میں ہو یہ فرما کر آپ منبر سے اتر آئے۔ عبد اللہ حضری نے وہاں سے اٹھ کر یزید کو خط لکھ دیا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آگئے ہیں شیعوں نے حسین بن علی کے نام پر ان سے بیعت کر لی ہے اگر آپ کوفہ کو پہنچنا چاہتے ہیں تو کسی زبردست آدمی کو حاکم بنا کر بھیجئے جو آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر سکے نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں اور یا جان بوجھ کر کمزوری دکھا رہے ہیں۔

(طبری صفحہ ۱۸۱ جلد ۲)

عمارہ بن عقبہ اور عمرو بن سعد نے بھی اسی مضمون کے خطوط یزید کو لکھے ان خطوط کے پہنچنے پر یزید سخت غضب ناک ہوا اور اپنے خاص دوستوں کو بلا کر اس نے مشورہ کیا ان لوگوں نے کہا کہ کوفہ کا گورنر ابن زید کو مقرر کیا جائے وہ بہت سخت آدمی ہے کسی کی پرداہ نہ کرے گا۔ یزید نے ان لوگوں کے مشورہ پر عمل کیا کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر

کو معزول کر دیا اور عبد اللہ بن زیاد جو بصرہ کا گورنر تھا اسے کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور حکم دیا کہ وہ فوراً کوفہ پہنچ جائے مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے شہر بدر کر دے یا قتل کر دے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما آئیں تو ان سے بھی میری بیعت طلب کرے اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو بھی قتل کر دے۔

ابن زیاد کا کوفہ آنا۔ یزید کا حکم نامہ ملتے ہی عبید اللہ بن زیاد نے اپنے بھائی عثمان ابن زیاد کو بصرہ میں اپنا چائشین مقرر کیا اور دوسرے دن کوفہ کے لئے روانہ ہو گیا قاصد پہنچ کر اپنے سپاہیوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ازراہ فریب حجازی لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور تین آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر حجازی راستہ سے مغرب اور عشاء کے درمیان کوفہ میں داخل ہوا۔ رات کے اندھیرے میں اس کو فریب کے ساتھ پہنچنے سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت کوفیوں میں یزید کے خلاف ایک زبردست لہر دوڑی ہوئی ہے لہذا ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابن زیاد کو پہچان نہ سکیں اور سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں تاکہ اُسن و عافیت کے ساتھ وہ کوفہ میں داخل ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اہل کوفہ جن کو حضرت امام عالی مقام کی آمد کا انتظار تھا حجازی لباس میں حجازی راستہ سے ساز و سامان کے ساتھ آتا دیکھ کر رات کی تاریکی میں ہر شخص نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے سب نے نعرہ مسرت بلند کیا مسرحاً ہیک ہما ابن رسول اللہ ﷺ اور قدمت خیر مقدم لیتے ہوئے اس کے آگے پیچھے چلے۔ ابن زیاد بد نہاد کسی کو کچھ جواب نہ دیتا تھا بلکہ انہوں کو سنتا اور چہروں کو بغور دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا شور سن کر اور بھی لوگ گھروں

سے نکل آئے اور ہر شخص فرید رسول ﷺ سمجھ کر آگے بڑھنے لگا۔ جب مجمع بہت زیادہ ہو گیا اور نو بہت یہاں تک پہنچی کہ راہ چلنے میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی اس وقت مسلم بن عمرو باہلی جو ابن زیاد کے ساتھ تھا اس نے پکار کر کہا راستہ چھوڑو یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہیں۔ ان الفاظ کو سن کر لوگوں کو بزدلی ہوئی اور افسوس کرتے ہوئے سب اپنے گھروں کو واپس ہو گئے اور صرف دس بیس آدمیوں کو ساتھ لے کر ابن زیاد گورنر ہاؤس میں داخل ہوا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۱۷۳ جلد ۲)

ابن زیاد کو فہ میں رات گزار کر صبح ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی امیر المؤمنینؑ نے مجھے کو فہ کا گورنر مقرر کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں مظلوم کے ساتھ انصاف کروں اور مطیع کے ساتھ احسان کروں اور نافرمانوں کے ساتھ سختی کروں میں اس حکم کی سختی سے پابندی کروں گا جو شخص مطیع و نافرمان ہے اس کے ساتھ شفقت سے پیش آؤں گا اور جو شخص نافرمان ہے اس کے لئے میرا چاہک اور میری تلوار ہے نکلیں چاہے تم اپنی خیر مناد اور اپنے اوپر رحم کرو۔ اس تقریر کے بعد اس نے مشاہیر کو فہ کو گرفتار کیا اور ان سب سے کہا کہ تحریری ضمانت دو کہ تم اور تمہارے قبیلے کے لوگ کسی مخالفت کو اپنے ہاں پناہ نہیں دیں گے اور نہ کسی قسم کی مخالفت نہ سرگرمیوں میں حصہ لیں گے اور اگر کسی نے کسی مخالف کو پناہ دے رکھی ہے تو وہ اس کو پیش کرے گا جو لکھ کر دے گا اور اس پر پابندی کرے گا وہ بری ہو جائے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا اس کا مال و جان دونوں ہم پر حلال ہوں گے ہم اس کو قتل کر کے اسی کے دروازہ پر لٹکا دیں گے اور اس کے تمام متعلقین کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

ابن زیاد کے آنے اور ڈرانے دھمکانے سے ال کو فہ گھبرا گئے اور خوفزدہ ہو گئے اور ان کے خیالات میں تبدیلی آنے لگی حالات کے پیش نظر حضرت مسلم نے انار بن عبیدہ کے ہاں رہنا مناسب نہ سمجھا اور رات کے وقت وہاں سے نکل کر اکابر کو فہ میں سے ایک محبت الی بیت ہانی بن عمرو مذحج قبیلہ کے سردار کے ہاں تشریف لائے ہانی نے آپ کو ایک محفوظ کمرہ میں چھپا کے رکھا اور سوائے مخصوص و معتد لوگوں کے دوسروں کو اس راز سے مطلع نہ کیا۔

شریک بن عمرو، شریک بن عمرو اسلمی جو مہمان الی بیت میں سے ایک بڑا محبت تھا اور دوسرے بصرہ میں سے ایک رئیس اور معزز شخص تھا ابن زیاد کے ساتھ بصرہ سے لوٹ آیا تھا وہ بھی ہانی بن عمرو کا مہمان تھا ابن زیاد اور دیگر امراء کے نزدیک وہ بڑا مکرم تھا وہ بیمار ہو گیا ابن زیاد نے اس کو پیغام بھیجا کہ میں شام کو تمہاری عیادت کو آؤں گا ایک نے حضرت مسلم سے کہا کہ اگر میں آپ کو ابن زیاد کے قتل کا موقع فراہم دوں تو آپ اسے قتل کریں گے؟

آپ نے فرمایا ہاں شریک نے کہا وہ مردود آج شام کو میری عیادت کے لئے آ رہا ہے آپ تلوار ہاتھ میں لے کر چھپ کر بیٹھ جائیں اور جب میں کہوں مجھے پانی پلا دو تو آپ ایک دم اس پر وار کر کے اس کو قتل کر دیں پھر بڑی آسانی کے ساتھ دارالامارت کو فہ پر قبضہ ہو جائے گا اور اگر میں تندرست ہو گیا تو بصرہ جا کر وہاں آپ کیلئے سب کام کر لوں گا شام کو ابن زیاد خاص محافظ کے ساتھ ہانی کے گھر آیا اور شریک کے بستر کے پاس بیٹھ کر مزاج پرسی کرنے لگا اس کا محافظ بھی اس کے پاس کھڑا تھا شریک نے

بلند آواز سے کہا پانی پلاؤ تیسری مرتبہ کہا افسوس تم پر تم لوگ مجھے پانی سے پرہیز کراتے ہو پانی پلاؤ خواہ اس میں میری جان چلی جائے حضرت مسلم باہر نہ نکلے تو شریک کو افسوس ہوا کہ کیسا زریں موقعہ کھو رہے ہیں۔ اور وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

مانظرون بسلامی ان تحبوا اسقینہا وان کانت فیہا نفسی

سلمی! سلام کرنے میں تمہیں اب کیا انتظار ہے مجھے پلاؤ خواہ اس میں میری جان بھی چلی جائے۔

مخافہ تار گیا اور اس نے ابن زیاد کو آنکھ سے اشارہ چلنے کو کہا ابن زیاد اٹھ کھڑا ہوا شریک نے کہا اے امیر میں تمہیں وصیت کرنا چاہتا ہوں ابن زیاد نے کہا میں پھر آؤں گا محافظ اسے دھکیلتا ہوا باہر لے گیا اور کہا واللہ تمہارے قتل کی سازش تھی ابن زیاد نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے میں تو شریک کی عزت کرتا ہوں اور پھر یہ بانی بن عروہ کا مکان ہے اس پر میرے باپ کے احسانات ہیں محافظ نے کہا میں جی بات کہتا ہوں تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

ابن زیاد کے جانے کے بعد مسلم پردہ سے باہر آئے تو شریک نے کہا افسوس آپ کو اس کے قتل سے کس چیز نے منع کیا؟ فرمایا دو باتوں نے ایک تو میرے میزبان بانی کو یہ پسند نہیں تھا کہ اس کے گھر میں ابن زیاد کا قتل ہو دوسرے حضور علیہ السلام کے فرمان نے کہ کسی کو دغا سے قتل کرنا مومن کی شان سے بعید ہے بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے سنا کوئی کہتا ہے اے مسلم نہ قتل یہاں تک کہ کاتب تقدیر کا لکھا ہوا اپنی مدت کو پہنچ جائے تین دن کے بعد شریک نے وفات پائی اور ابن زیاد نے نماز جنازہ پڑھائی بعد میں جب اس کو معلوم ہوا کہ شریک نے مسلم کو

اس کے قتل کے لئے کہا تھا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں کسی عراقی کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا اور اللہ اگر میرے باپ زیاد کی قبر وہاں نہ ہوتی تو میں شریک کی قبر کھدوا دیتا جاسوس کی جاسوسی ابن زیاد کو حضرت مسلم کی تلاش تھی مگر کوشش کے باوجود وہ ان کی قیام گاہ کا پتہ نہ لگا سکا آخر اس نے اپنے شامی غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر سراغ کے لئے مقرر کیا کہ وہ خفیہ طور پر کسی نہ کسی طرح مسلم کا پتہ چلائے۔ غلام سیدھا جامع مسجد پہنچا اتفاق سے ایک محب اہل بیت مسلم بن عویض اسدی مسجد کے ایک گوشہ میں خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہے تھے یہ دیر تک ان کو دیکھتا رہا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ غلام ان کے پاس گیا اور کہا میں ملک شام کو رہنے والا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے اہل بیت نبوت کا دوست ہوں معلوم ہوا ہے کہ اس خاندان کے کوئی بزرگ کو قتل شریف لائے ہوئے ہیں یہ تین ہزار درہم میرے پاس ہیں جو ان کے نذر کرنے میں کیا آپ ان کا پتہ بتا سکتے ہیں؟ مسلم اسدی نے کہا مسجد میں اور بھی بہت سے لوگ ہیں تم مجھ ہی سے کیوں ان کے بارے میں دریافت کر رہے ہو؟ غلام نے کہا کہ آپ کے چہرے پر جو خیر و برکت کے آثار ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور اہل بیت رسول کے دوستوں میں سے ہیں مسلم اسدی اس کے فریب میں آگئے اور کہا تم مجھے خوب پہچانتا میں بھی تمہارے بھائیوں میں سے ایک ہوں میرا نام مسلم بن عویض ہے پھر اسے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے اس نے آپ سے فرضی بیعت کی اور تین ہزار درہم جو لایا تھا وہ آپ کی خدمت میں پیش کیے بیعت کے بعد وہ غلام روزانہ آپ کی خدمت میں سب سے پہلے آتا دن بھر رہتا

حالات معلوم کرنا اور جو کچھ دیکھتا سنتا رات کے وقت اس کی پوری رپورٹ ابن زیاد
لعین کو پہنچا دیتا آپ نے وہ تین ہزار درہم ابو ثامہ صائدی کو دیے کہ ان سے ہتھیار
خریدو۔

ہانی کی گرفتاری: ہانی بن عروہ کوفہ میں ایک مقتدر شخصیت تھے اور ابن زیاد کے
ساتھ ان کے پہلے کچھ تعلقات بھی تھے حضرت مسلم کے آنے سے پہلے وہ ابن زیاد
کے پاس جاتے اور ملتے رہے اور جب سے حضرت مسلم ان کے پاس آئے اس دن
سے انہوں نے بیماری کا بہانہ کر کے آنا جانا اور ماننا چھوڑ دیا تھا اور ابن زیاد کو سب
حالات معلوم ہو چکے تھے ایک دن اس کے پاس محمد بن اشعث اور اسحاق بن خاریج آئے
ابن زیاد نے ان سے پوچھا ہانی کا کیا حال ہے انہوں نے کہا بیمار ہیں ابن زیاد نے کہا
مجھے معلوم ہوا کہ وہ اچھا بھلا ہے اور سارا دن اپنے دروازہ پر بیٹھا رہتا ہے تم جاؤ اور
اس سے کہو کہ اطاعت اور ملاقات دونوں ضروری ہیں انہیں ترک نہ کرے وہ گئے اور
جا کر کہا کہ ابن زیاد کو اطلاع دی ہے کہ آپ اچھے بھلے ہیں اور سارا دن اپنے دروازہ پر
بیٹھے رہتے ہیں اور ملاقات کو نہیں آتے ان کو کچھ بدگمانی سی ہو گئی ہے آپ ابھی
ہمارے ساتھ چلیں تاکہ صفائی ہو جائے اور بدگمانی دور ہو جائے ہانی اندر گئے اور
حضرت مسلم سے یہ بات کی اور تیار ہو کر آ گئے اور ان کے ساتھ چلے گئے دارالامارت
(گورنر ہاؤس) سے اندر پہنچ کر ابن زیاد کو سلام کیا مگر اس نے جواب نہ دیا ہانی اس
خلاف معمول پر متوجہ ہوئے اور دل میں کڑک اور خوف محسوس کیا کچھ دیر تک اسی طرح
کھڑے رہے ابن زیاد نے کہا ہانی یہ کیسی بات ہے کہ تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر

میں پھنسا رکھا ہے اور روزانہ تمہارے گھر میں امیر المؤمنین یزید کی حکومت کے خلاف
تلاش کرتے رہتے ہیں اور تمہیں خریدے جاتے ہیں اور لوگوں سے جنگ کرنے پر
مست لی جاتی ہے ہانی نے کہا یہ بالکل غلط ہے ابن زیاد نے اسی وقت اس چاسوس کو
معتقل کو طلب کیا وہ آ گیا تو کہا کہ اس کو پیچھا نہ لے وہ معتقل کو دیکھ کر ہانی کے ہوش اڑ گئے
اب وہ سمجھے کہ یہ ظلم عقیدت و محبت کے پس پر وہ دشمنی اور چاسوسی کر رہا تھا اس مبینی
ثابہ کے ہوتے ہوئے انکار کی گنجائش نہ تھی اس لئے انہوں نے اقرار کر کے صاف
ساف بیان کر دیا کہ خدا کی قسم میں نے مسلم کو بلایا نہیں اور نہ انہوں نے مجھے اطلاع
دی تھی کہ میں تمہارے گھر آ رہا ہوں اچانک جب دو میرے دروازہ پر آ گئے اور مجھ
سے پناہ طلب کی تو مجھے شرم آئی کہ خاندان نبوت کے ایک فرد کو گھر سے نکال دوں۔
اب میں تم سے پکا وعدہ کرتا ہوں اور جیسی ضمانت تم چاہو پیش کر دیتا ہوں۔ میں ابھی
ہاں کران کو اپنے گھر سے نکال دیتا ہوں تاکہ جہاں ان کی مرضی ہو وہ چلے جائیں اور
میں تمہارے پاس واپس آ جاتا ہوں مجھے اتنی دیر کے لئے مہلت دے دو ابن زیاد نے
کہا خدا کی قسم تم اس جگہ سے اس وقت تک حرکت نہیں سکتے جب تک یہ عہد نہ کرو کہ تم
مسلم کو ہمارے حوالے کر دے گئے ہانی نے کہا کہ خدا کی قسم میں اپنے اس مہمان جس کو میں
نہ دے چکا ہوں قتل کے لئے کبھی تمہارے حوالے نہ کروں گا۔ ابن زیاد نے کہا تمہیں
والے کرنا ہو گا ہانی نے کہا خدا کی قسم میں تمہارے حوالے نہ کروں گا تکرار سے جب
اسے بڑھنے لگی تو مسلم بن عمرو الباہلی اٹھا اور کہا خدا امیر کا بھلا کرے ذرا مجھے ہانی سے
اتھو کا موقع دیا جائے ابن زیاد نے اجازت دی تو باہلی ہانی کو لے کر ایک طرف کچھ
دھڑے پر کھڑا ہو گیا ابن زیاد دونوں کو دیکھ رہا تھا باہلی نے ہانی کو بہت سمجھایا کہ تم مسلم کو

میرے حوالے کر دو اور افکار کر کے اپنی جان اور اپنی قوم کو بلا کشت میں نہ ڈالو میرندان کو قتل کریں گے اور نہ ان کو ضرر پہنچائیں گے ہانی نے کہا اس میں سخت ذلت اور رسوائی ہے۔ باہلی نے کہا کوئی ذلت نہیں ہے ہانی نے کہا اب تو میں خود بھی باہمت اور طاقت ور ہوں میرے اعوان و انصار بھی بہت موجود ہیں خدا کی قسم مگر میں تنہا ہوتا اور میرا کوئی یار و مددگار نہ ہوتا تو بھی میں پناہ دیے ہوئے مہمان کو دشمن کے حوالے نہ کرتا باہلی ان کو مجبور کر رہا تھا اور متمین دے رہا تھا مگر ہانی برابر افکار کر رہے تھے ابن زیاد دیکھ کر بے تاب ہو گیا اور باہلی سے کہنے لگا اسے میرے پاس لاؤ چنانچہ ہانی کو ان کے پاس لے گئے اس نے غضبناک ہو کر ہانی سے کہا مسلم کو میرے حوالے کر دو ورنہ میں تمہاری گردن مار دوں گا ہانی نے کہا پھر تو تمہارے ارد گرد چمکتی ہوئی تلواریں ہوں گی کیونکہ ہانی کو یقین تھا کہ اس کا قبیلہ ضرور اس کی مدد کو نکلے گا یہ سن کر ابن زیاد نے ہانی کے منہ پر پے در پے دندے مارے کہ ہانی کی ناک پھٹ گئی اور ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور کپڑے خون میں لست پت ہو گئے ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا مگر اس نے زور سے چھڑا لیا ابن زیاد نے کہا اب تو تو نے اپنا خون بھی ہمارے لئے مباح کر دیا پھر حکم دیا ان کو ایک کمرے میں بند کر دو اور پہرا بٹھا دو اسماء بن خارجہ اٹھے اور ابن زیاد سے کہا اود غابازان کو چھوڑ دے تو نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم انہیں تیرے پاس لائیں جب ہم لے آئے تو تو نے ان کا منہ توڑ دیا اور ان کا خون بہایا اور ان کے قتل کرنے کو بھی کہہ رہا ہے ابن زیاد نے کہا اس کو بھی پکڑو اور مارو چنانچہ سپاہیوں نے ان کو بھی بہت زد و کوب کیا اور پھر ان کو بھی پایہ زنداں کر دیا محمد بن اشعث نے کہا امیر جو کچھ کرے ہم تو اس پر راضی ہیں۔ (طبری صفحہ ۱۹۲ جلد ۲)

شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دئے گئے اس افواہ کے سنتے ہی عمرو بن الحجاج جو ہانی کے برادر نسبتی نے کئی ہزار ہتھیار بند سواروں کو لے کر گورنر ہاؤس کو گھیر لیا عمرو بن الحجاج نے پکار کر کہا میں عمرو بن الحجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مزحج کے ہزاروں سوار ہیں ہم نے اطاعت سے روگردانی نہیں کی ہے ہمارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے ہم اس کا انتقام لیں گے پھر انتقام انتقام کا شور بلند ہوا ابن زیاد اس صورت حال سے بہت گھبرا گیا اس نے قاضی شریح سے کہا کہ آپ پہلے ہانی کو دیکھ لیجئے پھر اس کے قبیلہ والوں سے کہئے کہ ہانی زندہ ہیں ان کے قتل کی افواہ غلط ہے ہانی اپنے قبیلہ کے لوگوں کی آوازیں سن رہے تھے قاضی شریح جب ان کے پاس گئے تو ہانی نے ان سے کہا میرے قبیلہ والوں سے میرا حال بتا کر کہہ دیجئے کہ اس وقت اگر دس آدمی بھی اندر آجائیں تو میں یقیناً چھوٹ جاؤں گا قاضی صاحب جب باہر نکلے تو ابن زیاد کا جاسوس حزن بکر اسدی ان کے ساتھ ہو گیا اس لئے مجبوراً قاضی صاحب نے ہانی کا پورا حال ان کے قبیلہ سے نہیں بتایا بلکہ وہ صرف اتنا کہ وہ زندہ ہیں اور بعض مصلحتوں کی بنا پر نظر بند کر دیے گئے ہیں ہانی کے قبیلہ والوں کو قاضی صاحب کی گواہی سے جب معلوم ہوا کہ ہانی زندہ ہیں اور ان کے قتل کی افواہ غلط ہے تو وہ سب مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ (طبری صفحہ ۱۹۲ جلد دوم)

گورنر ہاؤس کا گھیراؤ نہ حضرت صدر الافاضل مراد آبادی سوانح کر بلا میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسلم خیر پاکر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کو ندا کی اور درجوق آدمی آئے شروع ہوئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ

قصر شامی کا احاطہ کر لیا صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دہشتی اگر حضرت مسلم حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح ہوتا اور ابن زیاد اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح اندر کر شامیوں کو نداشت و تاراج کر دیتا اور یزید کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی نقشہ تو یہی جماعت تھام کر کار بدست کارکنان قدرست بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے حضرت مسلم نے قلعہ کا احاطہ تو کر لیا اس کے باوجود یہ کہ کوئیوں کی بد عہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ داؤ گستر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع جیت کر لیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خون ریزی نہ ہونے دی جائے آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دشمن نے اس وقت سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤساء مائدین جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور با اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم کی جماعت سے علیحدہ کر دیں یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوگی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا اس خوف سے وہ گھبرا اٹھے اور انہوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی یزید نہ پاک کی طینت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا تمہارے مال و لواحقین کا تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم ساتھ رہے تو

ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مار دے جائیں گے اپنے انجام پر نظر آلو ہمارے حال پر رحم کرو اپنے گھروں کو چلے جاؤ یہ حیلہ کامیاب ہو اور حضرت مسلم کا لشکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ بوقت شام حضرت مسلم نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک فرد بھی نہ تھا تنہاؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طو بار سے جس عزیز مہمان کو بلا یا تھا ان کے ساتھ یہ فاجعہ کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رفاقت کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں کوفہ والوں نے حضرت مسلم کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا دیر نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالم میں ان کی بے حمتی کا شہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے حضرت مسلم اس غربت مسافرت میں تنہا رہے گئے کہ ہر جا میں کہاں قیام کریں حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے کے لئے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گزر زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کے لئے نظر نہیں آئی اس وقت حضرت مسلم کو امام حسین کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں خط لکھا تشریف آوری کی التجا کی ہے اور اس بعد عہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دلکش نقشہ امام عالی مقام کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑے ہوں گے یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمن زہرا کے جلتی پھولوں کو اس بے مہری کی تیش کیسی گزند پہنچانے کی یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت

امام کیلئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی دامن گیر تھی۔

(سوانح کر بلا صفحہ ۹۲)

آہ ایہ اہل کوفہ وہی محبان اہل بیت اور ہدیعان علی تھے جنہوں نے سینکڑوں خطوط اور فوج بھیج کر اور بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کر کے بلا یا تھا یہ وہی تھے جنہوں نے بڑی بڑی قسمیں کھا کھا کے بیعت کی تھی کہ جان و مال قربان کر دیں گے مگر آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور آج یہ حالت ہے کہ معمولی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر اور دنیا کے مال و زر کے لالچ میں آ کر ساتھ چھوڑ گئے اندر گھس کر دروازے بند کر لئے اور خاندان رسالت کے چشم و چراغ حضرت امام عالی مقام کے نائب اور بھائی عالم غربت و مسافرت میں سخت پریشان ہیں کہ کدھر جائیں اس پریشانی کے ساتھ ایک اور تصور جو دل کو تڑپا رہا تھا وہ یہ کہ میں نے تو حضرت امام عالی مقام کو خط لکھ دیا ہے اور تشریف آوری کی پر زور التجا کی ہے یقیناً امام میری التجا کو نہیں فرمائیں گے اور ضرور مع اہل و عیال تشریف لے آئیں گے تو ان کو فیوں کی بے وفائی کی وجہ سے ان پر کیا کیا مصائب آئیں گے۔

حضرت امام مسلم طوع کے گھر میں :- حضرت امام مسلم پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر پھر لے گئے رات کے اندھیرے میں یوں ہی چلے جا رہے تھے کہ ایک عورت جس کا نام طوع تھا اپنے دروازہ پر بیٹھی ہوئی اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی آپ نے اس سے پینے کے لئے پانی مانگا عورت نیک خصلت تھی وہ گئی اور پانی لائی آپ پیٹھ گئے اور پانی پیادہ برتن رکھنے کے لئے گھر میں گئی اور جب واپس آئی تو دیکھا کہ آپ بیٹھے

ہیں اس نے کہا آپ تو پانی پی چکے اب اپنے گھر جائیے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور بیٹھے رہے جب اس نے دوسری اور تیسری بار وہی بات کہی تو آپ نے فرمایا اے اللہ کی ہندی! میرا اس شہر میں کوئی گھر نہیں ہے میں ایک مسافر ہوں اور سخت مصیبت میں مبتلا ہوں کیا تم مجھے پناہ دے سکتی ہو شاید میں کبھی اس کا بدلہ دے سکوں ورنہ اللہ جل شانہ و رسول اللہ ﷺ تمہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائیں گے عورت نے حیران ہو کر پوچھا آپ ہیں کون؟ اور واقعہ کیا ہے؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں کوفہ والوں نے میرے ساتھ غداری کی ہے مجھ سے مدد کا وعدہ کیا اور سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اس نے کہا مسلم آپ ہی ہیں؟ فرمایا میں ہی ہوں اتنا سننا تھا کہ وہ آپ کو مکان کے اندر لے گئی اور اپنے خاص کمرہ میں آپ کے لئے فرش بچھا دیا پھر کھانا لائی مگر آپ نے تناول نہیں فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا لڑکا آیا جب اس نے ماں کو اس کے خاص کمرہ میں بار بار آتے جاتے دیکھا تو وجہ دریافت کی طوع نے پہلے چھپانے کی کوشش کی لیکن بیٹے نے جب بہت اصرار کیا تو اس کو ظاہر کرنا پڑا مگر اس نے ساتھ ہی یہ بھی تاکید شدید کر دی کہ خبردار یہ راز کسی سے ظاہر مت کرنا ورنہ من کر چپ ہو گیا اور رات گزارنے کا انتظار کرنے لگا لڑکا شرابی اور آوارہ قسم کا تھا۔ (طبری صفحہ ۹۸ جلد دوم)

ادھر جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ تمام اہل کوفہ حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں اب کوئی ان کے ساتھ نہیں رہا تو اس نے اعلان کیا کہ جس نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دی اس کے لئے پناہ نہیں اور جو ان کو گرفتار کر کے لائے یا گرفتار کرائے اسے انعام دیا جائے گا اس اعلان کے بعد اس نے رئیس الشرط (آئی جی پولیس) حصین ابن نمیر کو حکم دیا کہ شہر کی ناکہ بندی کر کے گلی کوچوں میں آدمی مقرر کر دو اور گھر گھر تلاشی دو اور خبردار

مسلم کسی راستے اور کسی طریقے سے بھی جانے نہ پائے اگر یہ شخص کسی طرح نکل گیا اور تم اس کو گرفتار کر کے میرے پاس نہ لائے تو تمہاری بھی خیر نہیں۔

ابن زیاد کے اعلان پر طوع کا ظالم لڑکا دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا اور حصول انعام کا لالچ اس کے دل میں ایسا پیدا ہوا کہ رات کا نئی مشکل ہو گئی تھی ہوتے ہی وہ گھر سے نکلا اور چاکر عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا ابن اشعث ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں تھا عبدالرحمن نے اپنے باپ ابن اشعث کو ایک طرف بلا کر بتا دیا اس طرح ابن زیاد کو حضرت مسلم کا پتہ چل گیا ابن زیاد نے اسی وقت ابن اشعث سے کہا ابھی جاؤ مسلم کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ اور عمرو بن عبید اللہ بن عباس السلمی کو بنوقیس کے ستر یا اسی آدمی دے کر اس کے ہمراہ کر دیا انہوں نے اس بڑھیا مائی طوع کے مکان پر پہنچ کر احاطہ کر لیا اور آپ کو گرفتار کرنے کے لئے چند آدمی تلواریں لے کر اندر داخل ہوئے آپ نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کو باہر نکال دیا انہوں نے پھر اندر گھس کر سخت حملہ کیا آپ نے نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کو پھر نکال باہر کیا اسی طرح آپ ان سب کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے یہاں تک کہ ان کے بہت سے آدمی زخمی ہو گئے اتنے میں بکیر بن حراں امیری نے آپ کے پھر سے پر ایسا وار کیا کہ آپ کے دونوں ہونٹ کٹ گئے اور سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے حضرت مسلم نے اس کے سر پر تلوار ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا دوسرا وار اس کے کندھے پر ایسا کیا کہ آپ کی تلوار اس کے سینے تک اتر گئی جب ان لوگوں نے آپ کی شجاعت و بہادری کا عالم دیکھا تو آپ کی تلوار خونخوار اور ضرب حیدری سے بچنے کے لئے کچھ تو باہر بھاگ گئے اور کچھ مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور اوپر سے آپ پر سنگ

باری کرنے اور ٹکڑیاں جلا جلا کر پھینکنے لگے جب آپ نے ان کی یہ بزدلانہ طرز لڑائی دیکھی تو تلوار لئے مکان سے باہر نکلے آپ آگئے اور ان لوگوں سے لڑنے لگے جو باہر تھے۔

محمد بن اشعث نے پکار کر کہا آپ کے لئے امان ہے مگر آپ نے جنگ جاری رکھی اور رجز پڑھنے لگے جس کے آخری مصرعہ کا مضمون یہ تھا کہ "مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکہ دیں گے" محمد بن اشعث نے کہا نہیں آپ سے جھوٹ نہیں بولا جائے گا اور نہ آپ کو دھوکہ دیا جائے گا۔

حضرت مسلم میں اب جنگ کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی تھی دشمنوں سے چور تھے اور ہانپ رہے تھے اس لئے اسی مکان کی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے ابن اشعث ان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ امان ہے آپ نے پوچھا میرے لئے امان ہے؟ اور سب پکارا تھے کہ ہاں آپ کے لئے امان ہے صرف عمرو بن عبید اللہ سلمی الگ ہو گیا اور کہا مجھے اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔

حضرت مسلم نے فرمایا دیکھو تم لوگوں نے مجھے امان دی ہے اس لئے میں اپنی تلوار میاں میں کر لیتا ہوں اگر تم مجھے امان نہ دیتے تو میں اپنے کو تمہارے حوالے کر گزرتا مانتے میں ایک سواری لائی گئی جس پر حضرت مسلم کو بٹھایا اور گورنر ہاؤس کی طرف لے چلے راستہ میں آپ کی تلوار کمر سے نکال لی گئی تو آپ زندگی سے مایوس ہو گئے اور فرمایا یہ پہلی خداری ہے ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے آپ کے ساتھ کوئی خطرہ نہیں پیش آنے کا آپ نے فرمایا بس امید ہے اور امان جو تم نے دی تھی وہ کیا ہوئی؟ پھر اللہ والہ الیہ راجعون کہا اور رونے لگے عمرو بن عبید اللہ سلمی جس نے امان سے اتفاق

نہیں کیا تھا بولا کہ جس کے لئے تم کھڑے ہوئے تھے اسے خطرہ دیکھ کر رونا نہیں چاہئے آپ نے فرمایا واللہ میں اپنی جان کے لئے نہیں رو رہا ہوں بلکہ نواسہ رسول حضرت امام حسین اور ان کی اولاد کے لئے رو رہا ہوں۔ (طبری صلی ۲۰۴ جلد دوم) حضرت مسلم اور گورنر ہاؤس: محمد بن اشعث آپ کو لئے ہوئے گورنر ہاؤس کے پھانگ پر پہنچا آپ کو دباں بٹھا دیا اور خود اجازت لے کر ابن زیاد کے پاس گیا اس سے لڑائی کی پوری کیفیت بیان کی اور حضرت مسلم کو امان کے ساتھ لانے کا ذکر کیا ابن زیاد نے کہا تم امان والے کون ہوتے ہو ہم نے تمہیں گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا اب ابن اشعث میں کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوئی وہ چپ ہو گیا۔

حضرت مسلم گورنر ہاؤس کے دروازہ پر پہنچے وہاں بہت سے لوگ اندر جانے کی اجازت کے انتظار میں موجود تھے اور ایک گھڑاٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا دروازے کے قریب رکھا ہوا تھا اور آپ بہت پیاسے تھے فرمایا مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو مسلم بن عمر و باہلی غصیٹ نے کہا کہ اس میں سے ایک بوند بھی تم کو نہیں ملے گی مگر عمارہ بن عقبہ نے اپنے غلام سے کہا کہ مسلم کو پانی پلا دے جب وہ کنوڑے میں پانی بھر کر لایا اور آپ نے اسے پینا چاہا تو منہ سے خون بہنے لگا اور پانی رنگین ہو گیا دوبارہ اسی طرح ہوا تیسری دفعہ دو دانت ٹوٹ کر کنوڑے میں گر گئے آپ نے کنوڑہ رکھ دیا اور فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ اب پانی میری قسمت سے اٹھ چکا ہے۔ اتنی دیر میں ابن زیاد کا آدمی آپ کو لینے کے لئے آگیا جب آپ نے ابن زیاد کے پاس پہنچے تو دستور کے مطابق آپ نے اس کو سلام نہیں کیا ایک سپاہی نے کہا کہ تم امیر کو سلام نہیں کرتے آپ نے فرمایا اگر وہ

مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو اس کو میرا سلام نہیں اور اگر قتل کا ارادہ نہیں تو پھر اس کو بہت سے سلام ہوں گے۔ ابن زیاد بد نہاد نے کہا اب تم بچ نہیں سکتے قتل کر دیے جاؤ گے آپ نے فرمایا واقعی؟ اس نے کہا ہاں فرمایا اچھا مجھے اتنا موقع دے دو کہ میں کچھ وصیت کر سکوں کہا ہاں وصیت کرو مسلم نے کہا لوگوں پر نگاہ ڈالی تو ان میں عمرو بن سعد نظر آیا آپ نے اس سے فرمایا کہ تم قریش خاندان کے آدمی ہو میں تم سے کچھ راز کی باتیں کہنا چاہتا ہوں انہیں تنہائی میں من لو حکومت کا خوشامدی و چاہوس کچھ سننے کے لئے تیار نہ ہوا ابن زیاد نے کہا سننے میں کیا حرج ہے تو عمرو بن سعد اٹھا اور حضرت مسلم کے ساتھ تھوڑی دور جا کر ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا آپ نے اس سے فرمایا ایک بات کہنی ہے کہ میں نے کوفہ میں فلاں شخص سے سات سو درہم قرض لیا ہے تو تم اسے ادا کر دینا اور دوسری بات یہ ہے کہ قتل کے بعد میری لاش کی بھرتی نہ ہونے دینا بلکہ اسے دفن کر دینا تیسرے حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر میرے واقعہ کی اطلاع کر دینا تاکہ وہ واپس چلے جائیں حضرت مسلم نے یہ باتیں ابن سعد سے راز کے طور پر کہیں نہیں مگر اس بد بخت نے ساری باتیں ابن زیاد سے کہہ دیں پھر ان وصیتوں کے جاری کرنے کے بارے میں اس سے دریافت کیا ابن زیاد نے کہا قرض کی ادائیگی کے بارے میں تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو اور حسین کے متعلق یہ ہے کہ اگر وہ ہماری طرف نہیں آئیں گے تو ہمیں ان سے کوئی مطلب نہیں اور اگر آئیں گے تو ہم انہیں بھی نہیں چھوڑیں گے اور لاش کے بارے میں ہم تمہاری بات نہیں سنیں گے جس شخص نے ہماری مخالفت کی اور لوگوں میں اس قدر انتشار پیدا کیا اس کی لاش کسی رعایت کی مستحق نہیں اور ایک اور روایت میں

یوں ہے کہ لاش کے متعلق اس نے کہا قتل کے بعد ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں تم جو چاہو کرو۔
(تاریخ طبری صفحہ ۲۰۵ جلد دوم)

حضرت مسلم اور ابن زیاد:۔ اس کے بعد حضرت مسلم اور ابن زیاد میں جو گفتگو ہوئی وہ خاص طور پر توجہ کے قابل ہے کہ اس سے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے پیچھے والے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے اور صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان پر جو بغاوت کا الزام لگایا جاتا ہے وہ سراسر باطل اور غلط ہے۔ وصیت کے متعلق ابن سعد کو جواب دینے کے بعد ابن زیاد نے حضرت مسلم سے کہا اے ابن عقیل سب لوگ یہاں متحد ہو کر امن کے ساتھ رہتے تھے اور سب ایک زبان تھے تم یہاں اس لئے آئے تھے کہ لوگوں کو پریشان کرو ان میں تفرقہ ڈالو اور آپس میں فساد کرو تا کہ ایک جماعت دوسری جماعت پر حملہ کرے اور خون ریزی ہو آپ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں میں اس لئے نہیں آیا تھا بلکہ کوفہ کے لوگوں نے بتایا کہ تیرے باپ نے یہاں کے ایک لوگوں کو قتل کیا ان کا خون بہایا اور اسلام کا طریقہ چھوڑ کر ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کی طرح پیش آیا تو ہم اس لئے آئے کہ ان کے غلط عادات و اطوار کی اصلاح کریں اور ان کو عدل و انصاف اور تعلیمات قرآن کی دعوت دیں ابن زیاد و غمیث نے کہا اب بدکارا توں اور تیرا یہ دعویٰ؟ جب تو مدینہ میں شراب پیا کرتا تھا تب تجھے عدل و انصاف اور تعلیمات قرآن کا خیال نہ آیا آپ نے فرمایا میں شراب پیتا تھا واللہ خدا خوب جانتا ہے کہ تو کذاب ہے اور خود بھی جانتا ہے کہ جھوٹ بول رہا ہے شراب تو وہ پئے گا جو بے گناہ مسلمانوں کا خون پیا

کرتا ہے خدا تعالیٰ نے جس کا قتل حرام کیا ہے قتل کرتا ہے جس نے کوئی خون نہیں بہایا اس کا خون بہاتا ہے بغض و حسد اور بدگمانی کی وجہ سے خون ریزی کرتا ہے پھر اس طرح بھول جاتا ہے جیسے کچھ کہا ہی نہیں ابن زیاد نے کہا خدا مجھے مارے اگر میں تجھے اس طرح قتل کروں اسلام میں آج تک کوئی اس طرح قتل نہ ہوا ہو۔

آپ نے فرمایا بے شک اسلام میں جو ظلم آج تک نہ ہوا ہو اس کا موجد تجھ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں بری طرح قتل کرنا اور بری طرح شکستہ کرنا تیرا ہی قصہ ہے اور دنیا بھر میں تجھ سے بڑھ کر اس کا کوئی سزاوار نہیں۔

ان باتوں کو سن کر ظالم ابن زیاد و جملہ انھما اس کے والد عقیل اور حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دینے لگا تو آپ بالکل خاموش ہو گئے۔

(تاریخ طبری صفحہ ۲۰۶ جلد دوم)

شبہات مسلم:۔ اب ظالم ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے محل کی چھت پر لے جاؤ اور بری طرح قتل کرنے کے بعد سر کو دھڑکے ساتھ نیچے گرا دو تا کہ ہڈیاں پھٹنا چور ہو جائیں آپ نے ابن اشعث کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو میں اس طرح اپنے کو حوالے نہ کرتا اب مجھ کو بچانے کے لئے اپنی تلوار اٹھا اور بری لڑائی ہو مگر وہ بالکل خاموش رہا پھر آپ نے ابن زیاد سے کہا اگر ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ بھی قرابت ہوتی (یعنی تیرا باپ زیاد و شری لڑا سے ابوسفیان کا حلالی بیٹا ہوتا) تو مجھے قتل نہ کرتا ظالم ابن زیاد نے بکیر بن صرمان اسدی کو بلایا جس کی تلوار سے طلوعہ کے سر میں آپ کا ہونٹ کٹا تھا جب وہ آیا تو ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ کوٹھے پر لے

جا کر اس کا سر قلم کر دو جب حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوٹھے پر لے چلے تو آپ انتہائی صبر و سکون کے ساتھ تکبیر و استغفار اور درود شریف پڑھ رہے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہے تھے کہ خداوند ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہم سے جھوٹ بولے اور ہمیں ذلیل کیا تکبیر نے آپ کو شہید کر دیا اور سر مبارک کو جسم کے ساتھ نیچے پھینک دیا۔ (طبری صفحہ ۲۰۷ جلد دوم)
 بِأَيُّهَا وَكَأَيُّهَا لَيْتَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ ہجری کا ہے۔ (سوانح کربلا صفحہ ۹۴)
 حضرت مسلم کی شہادت کے بعد کوفہ والوں پر اس قدر خوف و ہشت چھا گئی کہ لوگ گھروں سے نکلتا خطر نہ کہ سمجھتے تھے ہر طرف سناٹا تھا اور کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ وہی ہانی بن عروہ جن کے قتل کے افواہ کے سبب گورنر ہاکس بھینچی ہوئی تلواروں کے گھیرے میں آگیا تھا جب ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے بازار میں لے جا کر قتل کرو اور سپاہی ہانی کی مشکلیں باندھ لے چلے تو وہ پکار پکار کر کہتے رہے کہاں ہیں میرے قبیلہ بنی مذحج کے لوگ کہاں ہیں میرے گھر والے میری جان کیوں نہیں بچاتے مگر ایک آدمی بھی نظر نہیں آیا جو ہانی کی مدد کرتا جب انہیں ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو زور لگا کر اپنا ہاتھ دسی سے کھینچ لیا اور کہا ارے کوئی لاش نہیں کوئی چھڑی نہیں کوئی نہیں ارے کیا اونٹ کی ہڈی بھی نہیں کہ میں اسی کو لے کر اپنی جان بچاؤں گا کے لئے ہاتھ پاؤں ماروں سپاہیوں نے پھر انہیں دسی سے باندھ لیا اور ترکی غلام جس کا نام رشید تھا اس نے آپ کو شہید کر دیا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۰۸ جلد دوم)

بِأَيُّهَا وَكَأَيُّهَا لَيْتَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

شہادت فرزند ان حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت مسلم نے گورنر ہاکس کے گھیراؤ اور مائی طلحہ کے گھر قیام کے وقت بچوں کو قاضی شریع کے ہاں پہنچا دیا تھا جب ابن زیاد بد نہاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے دو بچے بھی آئے تھے اس نے پورے شہر کوفہ میں اعلان کر دیا کہ جو شخص مسلم کے بچوں کو چھپائے گا اسے سخت سزا دی جائے گی اور جو ان کو ہمارے پاس لائے گا اسے انعام و اکرام دیا جائے گا ابن زیاد کے اس اعلان کو سن کر قاضی صاحب گھبرا گئے فوراً زور اور تیار کر دیا اور اپنے بیٹے اسد سے کہا کہ آج باب الحرا قین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ کی طرف جانے والا ہے ان بچوں کو لے جا کر اسی قافلہ میں کسی محب اہل بیت کے سپرد کر دو اور تاکید کر دو کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے اسد جب ان بچوں کو لے کر باب الحرا قین پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ تھوڑی دیر پہلے چلا گیا وہ بچوں کو لے کر اس کی راہ پر تیزی سے چلا اور جب قافلہ کی گرد راہ نظر آئی تو بچوں کو گرد لکھا کر کہا دیکھ وہ قافلہ کی گرد نظر آ رہی ہے تم لوگ جلدی سے جا کر اس میں مل جاؤ میں واپس جاتا ہوں یہ کہہ وہ واپس چلا آیا اور بچے تیزی کے ساتھ چلے گئے مگر تھوڑی دیر بعد گرد غائب ہو گئی اور انہیں قافلہ نہ ملا تھے بچے اس تنہائی میں ایک دوسرے سے گلے ل کر رونے لگے اور ماں باپ کو پکار پکار کر رنجی جان کھونے لگے۔

مولانا ناصر علی رضوی لکھنوی نے عناصر الشہادۃ میں صفحہ ۷۷ میں اس واقعہ کو کچھ اس طرح رقم کیا ہے ابن زیاد کا اعلان سن کر حضرت مسلم کے شہزادوں کو شیعہ اور مریدان حضرت مسلم نے تلاش میں ان کے گلی گلی خاک چھانی شروع کی قاضی شریع

جن کے گھر میں دونوں لڑکے جو ساتھ آٹھ برس کے تھے چھپے تھے خبر شہادت حضرت مسلم کی سن کر زار زار رونے لگے بے قرار ہونے لگے لڑکوں کے منہ بکتے تھے مگر یہ خبر وحشت اثر ان سے کہہ نہ سکتے تھے دونوں لڑکے قاضی شریح کا یہ حال دیکھ کر بہت کچھ گھبرائے آخر باصرار تمام ان سے خبر وحشت اثر وفات پدر میں کر دست و بغل ہو کر آہ کے نعرے سوز و جگر کے شرارے عرش تک پہنچائے۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی شام کربلا ص ۶۹ میں لکھتے ہیں جب حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو قاضی صاحب نے آپ کے دونوں صاحبزادوں کو بلا کر بیمار کیا اور بادیدہ پر غم ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا یہ دیکھ کر انہوں نے کہا چچا جان آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں اور یوں ہمارے سروں پر ہاتھ پھیر رہے ہیں کہیں ہم یتیم تو نہیں ہو گئے۔ قاضی صاحب کی ہچکیاں بندھ گئیں فرمایا ہاں پیارے بچو تمہارے ابا جان کو شہید کر دیا ہے یہ سنتے ہیں دونوں شہزادوں پر کوہ الم ٹوٹ پڑا وابتاہ اغریہ کہہ کر دونوں ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے اور ترپنے لگے قاضی شریح نے بچوں سے کہا مجھے ابن زیاد بد نہاد سے تمہارے بارے میں کوئی اچھی امید نہیں اور تمہارا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح تمہاری جان بچ جائے اور تم بحفاظت مدینہ منورہ پہنچ جاؤ۔ عالم غربت میں یتیم ہو جانے والے لونہالوں پر بے کسی کی انتہا ہو گئی ایک طرف باپ کی جدائی کا غم اور دوسری طرف اپنی جانوں کا خوف جن رسالت کے یہ پھول مکلا گئے۔

اب قاضی صاحب کے پیش نظر ان دونوں بچوں کی جانوں کا مسئلہ تھا چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا میں نے سنا ہے کہ آج باب الحرا قین سے ایک کارواں

مدینہ منورہ جانے والا ہے ان دونوں بچوں کو وہاں لے جاؤ اور کسی ہمدرد اور محبت الہیہ کے سپرد کر کے اس کو حالات سے آگاہ کر دینا اور تاکید کر دینا کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے۔ اسد دونوں صاحبزادوں کو ساتھ لے کر باب الحرا قین آیا اور معلوم کیا تو پتہ چلا کہ کارواں کچھ دیر پہلے جا چکا ہے دونوں بچوں کے ساتھ اسی راہ پر چلا کچھ دور گئے تو گرد کارواں نظر آئی وہ کہنے لگا دیکھو یہ گرد کارواں ہے اور زیادہ دور نہیں اب تم جلدی سے جا کر اس کارواں میں مل جاؤ اور دیکھو اپنے بارے میں کسی کو بتانا نہیں اور قافلے سے جدا نہ ہونا میں اب واپس جاتا ہوں یہ کہہ کر اسد واپس آ گیا اور بچے تیزی سے چلنے لگے کچھ دیر کے بعد وہ گرد بھی غائب ہو گئی اور کارواں ابھی نہ ملا۔ یہ پھول سے یتیم بچے عالم تنہائی میں انتہائی پریشانی کا شکار ہو کر پھر ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے اور نازوں سے پالنے والے ماں باپ کا نام لے کر جان کھونے لگے۔ اصرار ابن زیاد بد نہاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم کے ساتھ ان کے دو فرزند محمد و ابراہیم بھی آئے تھے اور وہ بھی کوفہ میں کسی گھر میں ہیں چنانچہ اس بد نہاد نے اعلان کر دیا کہ جو مسلم کے دونوں بچوں کو ہمارے پاس لائے گا وہ انعام پائے گا اور جو انہیں پہچانے گا یا ان کو یہاں سے لٹا لے میں انکی مدد کرے گا وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا اس اعلان سے مال و زر کی ہوس رکھنے والے چند سیاہی قسمت آزمائی کے لئے اٹکے انہوں نے تھوڑی سی محنت کے بعد سراغ لگا کر بچوں کو پایا اور پکڑ لائے اور کوتوال (افسر پاس) کے حوالے کر دیا کوتوال ان بچوں کو ابن زیاد کے پاس لے گیا ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک ان کے متعلق میں مزید سہ نہ ہو لوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے داروغہ جیل (سپرینڈنٹ) مشکور نامی

ایک پرہیزگار شخص اور محبت الہی بیت تھا اس نے جب ان قیدیوں کی مظلومی اور بے کسی کا حال دیکھا تو اس کو بہت ترس آیا اور اس کے جذبہ ایماں میں ایک ظالم پیدا ہوا اور اس نے پختہ ارادہ کیا کہ ان بچوں کی جان بچانی ہے خواہ اپنی جان چلی جائے چنانچہ اس نے رات کے اندھیرے میں گھشن عقیل کے ان پھولوں کو جیل سے نکالا اور اپنے گھر میں لا کر کھانا کھلایا اور پھر شہر کے باہر قادیہ کی راہ پر لا کر اپنی انگوٹھی بطور نشانی دی اور کہا کہ سیدھا راستہ قادیہ کو جاتا ہے اس راہ پر چلے جانا وہاں پہنچ کر کووال کا پتہ پوچھنا وہ میرا بھائی ہے اس کو مل کر میری انگوٹھی دکھانا اور اپنا حال سنانا اور کہہ میں مدینہ طیبہ پہنچا دے وہ تمہیں بحفاظت تمام مدینہ پہنچا دے گا مصیب کے مارے دونوں بھائی چل پڑے لیکن قضا و قدر کے احکام جو نافذ ہو چکے ہوتے ہیں ان کو بندوں کی تدابیر نہیں بدل سکتیں لا را و لقضاء ولا معقب لحکمہ رات بھر چلتے رہے مگر قادیہ نہ آیا جب صبح کی روشنی ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ اسی قادیہ کی راہ پر تھے قریب ہی ایک کھوکھلا سادرخت نظر آیا اس کے پاس ایک کنواں بھی تھا وہ اس درخت کی آڑ میں آکر بیٹھ گئے سخت خوف لاحق تھا کہ کہیں پھر نہ کوئی پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے جائے اتنے میں ایک لونڈی پانی بھرنے آئی جب اس نے ان کو اس طرح چھپے بیٹھے دیکھا تو قریب آئی اور ان کا حسن و جمال اور شان شہزادگی دیکھ کر کہا اے شہزادوں تم کون ہو اور تم یہاں کیوں مجھے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تجھے کیا بتائیں ہم کون ہیں ہم قیدی ہیں کس اور ستم رسیدہ اور گم کردہ راہ مسافر ہیں لونڈی نے کہا تم کس کے بیٹے ہو تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ باپ کا نام سنتے ہی ان آنکھیں پر غم ہو گئیں لونڈی نے کہا میں گمان کرتی ہوں کہ تم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہو باپ کا نام سنتے ہی دونوں ہچکیاں بھرنے

لے لونڈی نے کہا صاحبزادو! غم نہ کرو میں اس خاتون کی لونڈی ہوں جو اہلبیت نبوت کے ساتھ چکی عقیدت و محبت رکھتی ہے بالکل فکر نہ کرو آؤ اور میرے ساتھ چلو میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں دونوں شہزادے اس کے ساتھ ہو لئے لونڈی نے ان کو اس خاتون کے سامنے پیش کیا اور سارا واقعہ سنایا اس خاتون کو بڑی خوشی ہوئی اس نے اس خوشی کے صلہ میں اپنی اس اونڈی کو آزاد کر دیا اور شہزادوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئی ان کے قدم چومے قیدیوں کی داستان غم سن کر آفسو بہائے اور ہر طرح کی تسلی و تشفی دی کہ فکر نہ کرو اور لونڈی سے کہا کہ یہ راز میرے خاوند حارث کو نہ بتانا ورنہ ان زیاد کو اطلاع ہو گئی کہ مشکور نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے ابن زیاد نے مشکور کو دایا اور پوچھا کہ تو نے پھر ان مسلم کے ساتھ کیا کیا ہے مشکور نے کہا میں نے اللہ اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کو آزاد کر دیا ہے ابن زیاد نے کہا تو مجھ سے نہ ڈرا مشکور نے کہا جو بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا ابن زیاد نے کہا تجھے ان کے رہا کرنے میں کیا ملا؟ مشکور نے کہا اوستیگا ران بچو کے والد ماجد کو شہید کرنے میں تجھے تو کچھ نہ ملے گا مگر ان بے گناہ بچوں کو جو اپنے پر قیمتی کار داغ لئے ہوئے قید و بند کی مصیبت میں مبتلا تھے رہا کرنے میں سید عالم ﷺ سے شفاعت کی امید ہے کہ حضور پر نور ﷺ میری اس خدمت کو قبول فرمائیں گے اور میری شفاعت فرمائیں گے جب کہ تو اس دولت سے محروم مرے گا ابن زیاد غضب ہوا اور کہنے لگا میں ابھی تجھے اس کی سزا دوں گا مشکور نے کہا کہ لا الہ الا انت سبحانک انی اذنب انہیں پر خدا ہیں ابن زیاد نے جلاؤ کو حکم دیا کہ اس کو اسٹن مار دے مگر یہ مر جائے پھر سترق سے جدا کر دو جلاؤ نے کوڑے مارنے شروع

کر دیے پہلے کوڑے پر مشکور نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسرے پر کہا الہی مجھے صبر دے تیسرے پر کہا الہی مجھے بخش دے چوتھے پر کہا الہی مجھے فرزندانِ مسلم کی محبت میں سزا مل رہی ہے پانچویں پر کہا الہی مجھے رسول اللہ اور ان کے اہل بیت کے پاس پہنچا دے پھر مشکور خاموش ہو گیا اور جلاوٹے اپنا کام پورا کر دیا۔

يَا مُشْكِرُ إِنَّكَ لَيَبْعُوثُ

ادھر وہ نیک خاتون دن بھر بہ دل و جان بچوں کی خدمت اور دل جوئی میں مشغول رہی رات کے وقت ان کو ایک علیحدہ کمرے میں سلا کر آئی تھی کہ اس کا خاوند حارث آگیا ثبابت تھا کہ مائداتھا خاتون نے پوچھا آج مارا دن تم کہاں رہے کہ اتنی دیر سے آئے کہنے لگا صبح میں امیر کو فدا بن زیاد کے پاس گیا تھا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ داروند نیل مشکور نے پسرانِ مسلم بن عقیل کو قید سے رہا کر دیا ہے اور امیر نے اعلان کیا ہے کہ جو ان کو بکر کر لائے یا ان کی خبر دے اس کو گھوڑا اور جوڑا اور بہت سامان دیا جائے گا بہت سے لوگ ان کی تلاش میں نکلے ہیں میں بھی انہیں کی تلاش میں ادھر ادھر سرگرداں رہا اور اس قدر بھاگ دوڑ کی کہ میرا گھوڑا مر گیا اور مجھے پیدل ان کی جستجو میں پھرنا پڑا اس لئے تھکاوٹ سے چور چور ہو گیا ہوں عورت نے کہا اے بندہ خدا اللہ سے ڈرتے تھے فرزندانِ مسلم سے کیا کام ہے کہنے لگا تو خاموش رہتے تھے نہیں معلوم ابن زیاد نے اس شخص کو گھوڑا اور جوڑا اور بہت سامان دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جو ان بچوں کو اس کے پاس پہنچا دے یا ان کی خبر دے عورت نے کہا کس قدر بد بخت ہیں وہ لوگ جو مال دنیا کی خاطر ان قیموں کو دشمن کے حوالے کرنے کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں اور دین کو دنیا کے عوض میں دے رہے ہیں حارث نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا تعلق تو کھا جا

عورت نے کھانا لا کر دیا وہ کھا کر سو گیا جب آدھی رات ہوئی تو بڑے بھائی محمد بن مسلم نے خواب دیکھا اور بیدار ہو کر اپنے بھائی چھوٹے ابراہیم کو جگاتے ہوئے کہا بھائی جان اب سونے کا وقت نہیں رہا اٹھو اور تیار ہو جاؤ اب ہمارا وقت بھی قریب آگیا ہے میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ ہمارے ابو جان سرکارِ دو عالم ﷺ اور مولانا علی و زہرا بتول اور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشہ بریں میں ٹہل رہے ہیں کہ اچانک حضور ﷺ نے ہم دونوں کی طرف دیکھ کر ہمارے ابا جان سے فرمایا مسلم تم چلے آئے ان دونوں بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے ابا جان نے ہماری طرف دیکھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے یہ بچے بھی آنے ہی والے ہیں یہ سن کر چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر کہا او بیلا و اسلامہ اور رون شروع کر دیا بڑے کے صبر کا پیمانہ بھی چھٹک اٹھا تو دونوں نہایت درد کے ساتھ روئے اور چلائے ان بچوں سے رونے چلانے کی آواز سے اس بد بخت حارث کی آنکھ کھل گئی عورت سے کہنے لگا یہ کس کے رونے چلانے کی آواز ہے میرے گھر میں یہ کون ہے جو اس طرح رو رہے ہیں عورت بیچاری سہم گئی اور کچھ جواب نہ دیا اس ظالم نے خود اٹھ کر چراغ جلا یا اور اس کمرے کی طرف چلا جس سے رونے کی آواز آرہی تھی اند داخل ہو کر دیکھا کہ دونوں اپنے اپنے ملکر ابابا کہہ کر تپ رہے ہیں کہنے لگا تم کون ہو؟ چونکہ ان بچوں نے یہی سمجھا تھا کہ یہ مجھان اہل بیت کا گھر اور چائے پناہ ہے اور اہل خانہ ہمارے خیر خواہ ہیں اس لئے صاف کہہ دیا کہ ہم فرزندانِ مسلم بن عقیل ہیں حارث نے کہا عجیب تعجب ہے کہ تم تو حارث بن تمہاری تلاش میں سرگرداں رہا یہاں تک کہ میرے گھوڑے نے دم توڑا اور تم میرے ہی گھر میں موجود ہو یہ سن کر اس ظالم کے تپور دیکھ کر بچے سہم گئے اور

تصویر حیرت بن گئے اس عورت نے اپنے شوہر کی جب یہ سنگ دلی اور بے رحمی دیکھی تو اس کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر عاجزی و زاری کرتے ہوئے کہنے لگی ان غریب الوطن قیدیوں بے کسوں پر ترس کھا۔ کہنے لگا خبردار اپنی جان کی خیر چاہتی ہے تو خاموش رہ عورت بیچاری سہم گئی اور خاموش ہو گئی حادثہ نے کمرے کا دروازہ مقفل کر دیا تا کہ اس کی بیوی ان بچوں کو کہیں اور منتقل نہ کر سکے۔

جب صبح ہوئی تو اس سنگ دل نے تلوار ہاتھ میں لی اور ان دونوں بچوں کو ساتھ لے کر چلا عورت نے جب دیکھا تو اس سے نہ باہر گیا ننگے پاؤں پیچھے دوڑی اور منت و ساجت کرتی ہوئی کہہ رہی تھی اللہ سے ڈر اور ان قیدیوں پر رحم کر۔

حادثہ ظالم پر بیوی کی زاری کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ الٹا اس کو مارنے کو دوڑا بیچاری رک گئی اس ظالم کا ایک خاندان غلام جو اس کے بیٹے کا رضاعی بھائی بھی تھا اس کو مصیوم ہوا تو وہ پیچھے دوڑا جب حادثہ کے پاس پہنچا حادثہ نے اس کو کہا ممکن ہے کہ کوئی ان بچوں کو ہم سے چھین لیں اور ہم اس انعام سے محروم رہ جائیں لہذا یہ تلوار اور ان کو قتل کر دو غلام نے کہا ان بیگناہ بچوں کو کس طرح قتل کر دوں حادثہ نے اس کو سختی سے کہا کہ میرے حکم کی تعمیل کر اس نے انکار کیا اور کہا مجھ میں ان کے قتل کی ہمت نہیں ہے مجھے سرکارِ دو عالم ﷺ سے شرم و حیا آتی ہے ان کے خاندان کے بے گناہ بچوں کو قتل کر کے کل قیامت کے دن کس منہ سے ان کے سامنے چاؤں گا حادثہ نے کہا اگر تو ان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کروں گا غلام نے کہا قتل اس کے کہ تو مجھے قتل کرے میں تجھ کو قتل کر دوں گا حادثہ فنِ حرب میں بہت ماہر تھا اس نے اچانک آگے بڑھ کر غلام کے سر کے بال پکڑ لئے غلام نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور دونوں گتھم گتھ

ہری طرح لڑنے لگے آخر ظالم نے اپنے غلام کو شدید زخمی کر دیا اتنے میں اس کی آواز اور لڑکا بھی پہنچ گئے لڑکے نے کہا اے باپ غلام میرا رضاعی بھائی ہے اس کو مارتے ہوئے تجھے شرم نہیں آئی ظالم نے بیٹے کو تو کوئی جواب نہ دیا اور غلام پر ایک ایسا وار کیا کہ وہ جامِ شہادت نوش کر کے جنت الفردوس پہنچ گئے بیٹے نے کہا اے باپ میں لے تجھ سے زیادہ سنگ دل اور جفا کار کوئی نہیں دیکھا حادثہ نے کہا او بیٹے اپنی زبان اب اور یہ تلوار لے اور ان دونوں بچوں کے سر قلم کر بیٹے نے کہا خدا کی قسم میں یہ کام نہ کروں گا اور نہ تجھے یہ کام کرنے دوں گا حادثہ کی بیوی نے پھر منت و زاری کرتے ہوئے کہا کہ ان بے گناہ بچوں کے خون کا وبال اپنے سر نہ لے اگر تو ان کو نہیں مارتا تو اتنی بات مان لے کہ ان کو قتل نہ کر اور ان کو زندہ ابنِ زیاد کے پاس لے جا اس سے بھی تیرا مقصود حاصل ہو جائے گا کہنے لگا مجھے اندیشہ ہے کہ جب اہل کوفہ ان کو دیکھیں گے تو شور مچا کر ان کو مجھ سے چھڑالیں گے اور میری محنت ضائع ہو جائے گی اور وہ ظالم تلوار اٹھائے چہستان رسالت کے ان پھولوں کو کاٹنے کے لئے ان کی طرف بڑھا بیوی روڑ کر حائل ہو گئی اور کہنے لگی ظالم خدا کا خوف کر خدا اب آخرت سے ظالم نے بیوی پر وار کر دیا وہ زخمی ہو کر گئی اور تڑپنے لگی بیٹے نے ماں کو خاک و خون میں نہ پٹے دیکھا تو بڑھ کر باپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے باپ ہوش میں آتے کیا ہو گیا ظالم نے بیٹے پر بھی وار کر کے موت کی نیند ملا دیا ماں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے لختِ جگر کو اس طرح کشیدہ شمشیر جفا ہوتے دیکھا اس کا کایہ بھی پھٹ گیا اور وہ اسی جنت ہوئی اب وہ ظالم اپنا خانہ خراب کر کے پھر دونوں بچوں کی طرف آیا اور ان کے سر اپا لٹا بن کر کہا اگر تجھے یہ اندیشہ ہے کہ ہمیں زندہ لے جانے کی صورت

میں لوگ شور مچا کر چھڑا لیں گے اور تو مال سے محروم ہو جائے گا تو ایسا کر کہ ہمارے گئے۔
کاٹ کر غلام بنا کر فروخت کر دے ظالم نے کہا اب تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا
جب اس نے تلوار اٹھائی تو چھوٹے نے آگے بڑھ کر کہا پہلے مجھے مار چھوٹے بھائی پر
دار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی تیغ اٹھا خدا کے لئے پہلے مجھے ذبح کرو میں اپنے بھائی
کی تربیتی ہوئی لاش نہیں دیکھ سکوں گا ظالم کی تلوار چمکی دو ہنسی چٹخیں بلند ہوئیں اور یتیم
بچوں کے کٹے ہوئے خون میں تڑپنے لگے۔ **رَبَّنَا بَلِّغْهُمُوَا ذٰلِكَ لِیُبَدِّلَ لَیْسَ لَکُمْ**

قاتل کا انجام۔ حارث ملعون نے جب بچوں کو شہید کر دیا تو ان کی لاشوں کو
دریائے فرات میں پھینک دیا اور سروں کو تو براہین رکھ کر ابن زیاد کے سامنے لے گیا
اس نے پوچھا اس میں کیا ہے حارث نے کہا انعام و اکرام کے لئے آپ کے دشمنوں و
سرکات کر لایا ہوں ابن زیاد نے پوچھا میرے دشمن کون ہیں؟ کہا مسلم بن عقیل کے
فرزند ابن زیاد یہ سنتے ہیں غضبناک ہو گیا اور کہا تجھ کو قتل کرنے کا حکم کس نے دیا تمام
جنت میں نے امیر المؤمنین یزید کو لکھا ہے کہ مسلم بن عقیل کے فرزند گرفتار کر لئے گئے
ہیں اگر حکم ہو تو میں انہیں آپ کے پاس زندہ بھیج دوں اگر یزید نے زندہ بھیجے گا حکم دیا
تو پھر میں کیا کروں گا تو میرے پاس ان کو زندہ کیوں نہیں لایا حارث نے کہا مجھے
اندیشہ تھا کہ شہر کے لوگ مجھ سے چھین لیں گے ابن زیاد نے کہا اگر تجھے چھین لینے کا
اندیشہ تھا تو کسی محفوظ جگہ پر ان کو گھبرا کر مجھے اطلاع کر دیتا میں سپاہیوں کے ذریعہ
منگوا لیتا تو نے میرے حکم کے بغیر ان کو قتل کیوں کیا پھر اس نے مجمع پر نگاہ ڈالی اور اپنے
مخلص جس کا نام مقاتل تھا اس سے کہا کہ اس بد بخت کی گردن مار دے مقاتل

ات خوش ہو کر حارث ملعون کی مشکلیں باندھیں پھر اس کو بڑبڑہنے سر کر کے ان دونوں
اس کو اس کے سر پر دھر کے بازار کوفہ کے لوگوں کو دکھاتا رہتا آسمانوں سے منہ دھوتا
لے چلا سارے اہل کوفہ یہ حال پر ملال دیکھ کر نعرہ وادیا وادیا وادیا لگاتے تھے اور
حارث پر لعنت کرتے اور سر اور منہ پر اس کے خاک وصول اڑاتے تھے حارث ملعون
نے اس مقابل سے کہا کہ میں تجھے دس ہزار اشرفیاں دیتا ہوں مجھے چھوڑ دے مقابل
نے کہا اگر تو مجھے ساری دنیا کے خزانے دے تب بھی تیرے قتل سے ہرگز باز نہ آؤں گا
میں ابھی تجھے اسی تیغ سے جہنم کو پہنچاؤں گا اس کے بدلے حق تعالیٰ سے اجر عظیم دار نعیم
ہوں گا اس کے بعد مقاتل نے دونوں ہاتھ حارث ملعون کے اسی تلوار سے کٹوائے
پھر دونوں پاؤں اس کے کاٹ کر کمر سے جدا کر دئے پھر دونوں کانوں کو کاٹ کر بہت
ایکایک دیں اس کے بعد دونوں آنکھیں اس کی نکال لیں پھر شکم نہ پاک اس ملعون کا
پاک کر کے اعشائے بریدہ کو اس کے اس میں باندھ کر دریا میں ڈال دیا تھوڑی دیر
بعد دریا موجزن ہوا اور اس کی لاش نہ پاک کو کنارے پر پھینک دیا تین بار لاش
اس کی دریا میں بہائی مگر ہر بار یہی نوبت آئی آخر مجبور ہو کر اس کو ایک غار تیرہ دنار میں
گھونڈا لایا زمین نے بھی قبول نہ کیا فوراً ہر گھنٹہ لاشیں ہر گھنٹہ لاشیں اس غار میں
پھیلی مگر ہر بار لاش ہر گھنٹہ لاشیں آئی آخر مجبور ہو کر اسے چھایا گیا اور رکھ دیا میں بہادری۔
(عناصر الشہداء و تین صفحہ ۱۸)

ان کتاب میں علامہ ناصر علی رضوی لکھتا ہے یہ شہزادوں کی کرامت ہے کہ ان کے دھڑ
ان کے سے چٹ گئے مقابل نے وہاں فرات کے کنارے قبر کھود کر شہزادوں کو بہ
ان کے وہ قارون کیا۔

روانگی امام عالی مقام :- اہل کوفہ کے خطوط اور وفود آنے کے بعد امام عالی مقام نے حضرت مسلم کو دریافت احوال کے لئے کوفہ بھیجا تھا۔ انہوں نے اہل کوفہ کی بے پناہ عقیدت و محبت کو دیکھ کر امام عالی مقام کی خدمت میں لکھ بھیجا تھا کہ ہزاروں افراد نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور یہاں کے سب باشندے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں آپ فوراً تشریف لے آئیں۔

امام عالی مقام نے اس اطلاع کے بعد کوفہ جانے کا عزم مصمم کر لیا اور اصغر کوفہ میں جو انقلاب برپا ہو چکا تھا اس پر خدا نے اس پر ذہول و استغراق کا پردہ حائل کر دیا تھا جب اہل مکہ کو آپ کی تیاری کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کا کوفہ جانا پسند نہ کیا کیونکہ وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور غداری کو خوب جانتے تھے ان کو علم تھا کہ ان کو یوں نے حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا چنانچہ انہوں نے آپ کو سختی سے روکا سب سے پہلے آپ کی خدمت میں عمر بن عبدالرحمن (مخزومی) حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کوفہ جا رہے ہیں اس لئے میں آپ کی خدمت میں محض خیر خواہی کے لئے حاضر ہوا ہوں اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ فرمایا ہاں کہو تم سچے ہمدرد اور مخلص ہو انہوں نے کہا آپ ایسے شہر میں جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں جس میں حکومت کے امراء و عمال موجود ہیں جن کے قبضے میں بیت المال کا خزانہ ہے اور آپ جانتے ہیں عوام تو درہم و دینار کے بندہ ہوتے ہیں اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اور آپ کی نصرت کا وعدہ کیا ہے وہی مال و دولت کے طمع و لالچ میں آکر آپ سے لڑیں گے اس

لئے آپ کوفہ نہ جائیں امام عالی مقام نے ان کے ہمدردانہ مشورہ کا شکریہ ادا کیا اور ان کو عادی۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۵ جلد ۴ بطبری صفحہ ۲۱۵ جلد ششم)

اس کے بعد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور فرمایا بھائی! لوگوں میں بڑھ چاہور ہا ہے کہ آپ کوفہ جا رہے ہیں کیا یہ درست ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں انشاء اللہ میں ایک در روز میں جانے والا ہوں ابن عباس نے کہا آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہاں نہ کرنا البتہ اہل کوفہ نے موجودہ حکومت کے حاکم کو قتل کر دیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال دیا ہوتا اور حالات پر ان کا پورا پورا قابو ہوتا تو آپ کا جانا درست تھا میں اگر انہوں نے آپ کو اس حالت میں بلایا ہے کہ ان کا امیر ان میں موجود ہے اور اس کی حکومت قائم ہے اور اس کے اعمال خراج وصول کرتے ہیں تو آپ جان لیجئے کہ انہوں نے آپ کو صرف جنگ و جدال کے لئے بلایا ہے مجھے خوف ہے کہ یہ بلا لے لے لے آپ کو دھوکہ دیں گے جھٹلائیں گے اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے بلکہ حکومت وقت سے مل کر آپ سے لڑیں گے اور سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے امام پاک نے فرمایا میں خدا تعالیٰ سے خیر کا طالب ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۵ جلد چہارم بطبری صفحہ ۲۱۶ جلد ششم)

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر آئے اور کہا آپ کا کیا ارادہ ہے فرمایا میں کوفہ جانے کے لئے سوچ رہا ہوں کیونکہ وہاں کے اشراف نے اور میرے شیعوں نے مجھے بلایا ہے اور خدا سے خیر چاہتا ہوں ابن زبیر نے کہا اگر آپ کے شیعوں کی طرح میری قوم کوئی جماعت ہوتی تو میں ضرور جاتا پھر ابن زبیر کو خیال ہوا کہ میری اس بات سے امام کو میرے متعلق کوئی شبہ یا کوئی بدگمانی نہ پیدا ہو جائے تو کہا کہ اگر آپ چھوڑ نہ

میں رہ کر حصول خلافت کی کوشش فرمائیں تو ہم سب آپ کی بیعت کریں گے اور آپ کا پورا پورا ساتھ دیں گے اور ہر طرح کی خیر خواہی کریں گے امام نے فرمایا میں نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک مینڈھا ہوگا جو مکہ کی حرمت کو حلال کر دے گا میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں ہوں غرض یہ کہ ابن زبیر نے بہت اصرار کیا کہ آپ حرم مکہ میں ہی بیٹھیں۔ آپ کا سارا کام میں کروں گا امام نے فرمایا مجھے حرم کے بہرہ قتل ہونا حرم کے اہل قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ اور کسی طرح حرم میں رہنے کے لئے تیار نہ ہوں ابن زبیر کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا ابن زبیر کو دنیا کی کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں کہ میں حجاز سے چلا جاؤں اور اس کے لئے میدان خالی ہو جائے۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۵ جلد چہارم بطبری صفحہ ۲۱۶ جلد ششم)

اسی دن شام کو یا دوسرے دن صبح کو حضرت ابن عباس آئے اور کہا بھائی میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں مگر مجھے صبر نہیں آتا اس لئے کہ مجھے اس سفر میں تمہاری ہلاکت کا خوف ہے۔ اہل عراق ایک خدا روم ہیں آپ ہرگز ان کے قریب نہ جائیں بلکہ اسی شہر میں مقیم رہیں آپ اہل حجاز کے سردار ہیں اگر اہل عراق اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہیں اور واقعی آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو لکھیں کہ پہلے اپنے عامل (گورنر) اور دشمنوں کو شہر سے نکال دیں پھر آپ جائیں لیکن اگر آپ نہیں رکھتے اور یہاں سے ضرورتی جانا چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیں ایک طویل و عریض ملک ہے وہاں قلعے اور پہاڑ ہیں اور وہاں آپ کے باپ کے شیعہ بھی موجود ہیں وہاں الگ تھلک رہ کر لوگوں کے پاس اپنا پیغام بھیجیں مجھے امید ہے کہ اس طرح امن و عافیت کے ساتھ آپ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کریں گے۔ امام عالی مقام نے فرمایا بخدا مجھے یقین ہے کہ آپ میرے

حلق اور خیر خواہ ہیں لیکن اب تو میں جانے کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں ابن عباس نے کہا اب ضروری جانا ہی ہے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ بھی حضرت عثمان کی طرح اپنی عورتوں اور بچوں کی آنکھوں کے سامنے قتل نہ کیے جائیں پھر کہا آپ نے ابن زبیر کے لئے میدان خالی کر کے اس کی آنکھیں بند کر دیں آپ کے ہوتے ہوئے کوئی اس کی طرف التفات نہیں کر سکتا تھا خدائے وعدہ الاشریک کی قسم اگر میں یہ سمجھتا کہ میں آپ سے دست و گریبان ہو جاؤں یہاں تک کہ میرا اور آپ کا تماشا دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہو جائیں اور آپ میرا کہنا مان لیں تو میں ایسا بھی کر گزرتا چونکہ قضا و قدر کے احکام نافذ ہو چکے تھے ہونا وہی تھا جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اس لئے حضرت ابن عباس کی کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی وہ اٹھ کر چلے گئے پھر ابو بکر بن عمارت حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کے والد ماجد سند خلافت پر متمکن تھے اور مسلمانوں کا ان کی طرف عام رجحان بھی تھا اور ان کے احکام پر بھی جھکاوت تھی تھے شام کے سوا تمام ممالک اسلامیہ ان کے ساتھ تھے باوجود اس اثر والہ ار کے جب وہ معاویہ کے مقابلے میں نکلے تو دنیا کی طمع میں لوگوں نے ان کا ہاتھ بھی چھوڑ دیا اور صرف ساتھ ہی چھوڑنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے سخت مخالف بن گئے اور خدا کی مرضی پوری ہو کر رہی ان کے بعد آپ کے بھائی کے ساتھ عراقیوں نے جو کچھ کیا وہ بھی آپ کو معصوم ہے ان تجربات کے بعد بھی آپ اپنے والد ماجد اور بھائی کے دشمنوں کے پاس اس امید پر جا رہے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہ سنا ہوا ہے کہ عراقی دنیا کی طمع اور مال کی حرص میں آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ یہ سنا ہوا ہے کہ فوراً آپ کے دشمنوں سے مل جائیں گے یہ آپ کی محبت کا محض زہانی

دعویٰ کرنے والے ہیں آپ کے دشمن ثابت ہوں گے۔

(مروج الذهب للمسعودی صفحہ ۱۳۴ جلد پنجم)

ابو بکر بن حارث کی پرزور تقریر بھی آپ کے عزم و استقلال میں کوئی متزلزل پیدا نہ کر سکی اور آپ نے فرمایا ہاں خدا کی مرضی پوری ہو کر رہے گی غرض یہ کہ اور بھی آپ کے چند احباب نے روکا مگر وہ بھی ناکام ہوئے اور آپ کے عزم راسخ میں کوئی تہدیلی نہ آئی چنانچہ ۳ ذی الحجہ کو اہل بیت نبوت کا قافلہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا معصوم ہوا مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا مسئلہ ادائیگی حج سے بھی اہم ہے اور جب محمد بن حنفیہ کو اپنے بھائی حسین کے کر بلا کی طرف روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو اتنا روئے کہ ان کے آگے ملت رکھا تھا جس میں وضو کرتے تھے وہ آنسوؤں سے بھر گیا۔

(نور البصار صفحہ ۱۵)

عمر بن سعید بن العاص نے جو یزید کی طرف سے حاکم مکہ تھے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہاتھ چند سواروں کو اسی غرض سے بھیجا کہ امام کے قافلہ کو روکیں چنانچہ انہوں نے سخت مزاحمت کی یہاں تک کہ ان میں اور امام کے ہمراہیوں میں مار پیٹ تک ٹوٹ آئی انہوں نے کہا اے حسین کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ جماعت سے نکلے جاتے ہو اور امت میں تفرقہ ڈالتے ہو آپ نے فرمایا میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں۔

بات دراصل یہ تھی کہ آپ کو گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا اور یہ راز اس وقت کھلا جب فرزدوق شاعر سے آپ کی راستہ میں ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ فرزند رسول! حج کے دن بالکل قریب آگئے ہیں تو اتنی جلدی آپ نے کس لئے فرمائی کہ حج بھی نہ

ہو سکا۔ امام نے جواب دیا کہ اگر میں اتنی جلدی نہ کرتا تو وہیں گرفتار کر لیا جاتا۔

(طبری صفحہ ۲۱۴ جلد دوم)

حضرت کے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ ایام حج قریب ہونے کے باوجود آپ مکہ مکرمہ سے کیوں نکل پڑے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے اصرار کو قبول نہ فرمانے کا سبب کیا تھا ظاہری وجہ تو یہ تھی جو حضرت امام نے فرزدوق سے بیان فرمائی اور حقیقت میں شہادت کی کشش آپ کو کر بلا کی طرف کھینچنے لئے جارہی تھی۔

فرزدوق سے گفتگو کرنے کے بعد قافلہ امام آگے بڑھا تو آپ کے بھانجے حضرت عون و محمد رضی اللہ عنہما اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کا خط لے کر آئے اور آپ کو راستے میں مل کر خط پیش کیا اس میں لکھا تھا کہ ”میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ میرا یہ خط دیکھتے ہی فوراً واپس آجائیں کیونکہ جہاں آپ چاہے ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی شہادت کا اندیشہ ہے۔ اگر خداخواستہ آپ ہلاک ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا اور دنیا میں اندھیرا ہو جائے گا آپ اہل ہدایت کے راہنما اور اہل ایمان کی امید ہیں آپ روانگی میں جلدی نہ کریں والسلام“ (طبری صفحہ ۲۱۹ جلد ششم)

فرزندوں کے ہاتھ خط روانہ کر کے حضرت عبداللہ بن جعفر حضرت امام کے بہنوئی مائی نسب کے خاوند خود حاکم مکہ کے پاس ہوئے اور اس سے گفتگو کر کے کہا کہ تم اپنی جانب سے ایک خط حضرت امام حسین کے نام جس میں انہیں امان دینے اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا وعدہ ہو لکھ کر انہیں واپس آنے کے لئے کہو حاکم مکہ عمرو بن سعید نے کہا مضمون تم خود لکھ لو میں اس پر مہر کروں گا چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر

طیار نے حاکم مکہ عمرو بن سعید کی طرف سے یہ خط لکھا "عمرو بن سعید گورنر مکہ کی طرف سے حسین بن علی کے نام۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس ارادہ سے باز رکھے جس میں آپ کے لئے تباہی کا سامنا ہو آپ کو وہ راہ دکھائے جس میں آپ کے لئے بہتری ہو مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اختلاف و اشتقاق سے بچائے گا اس لئے کہ اس میں آپ کی شہادت کا اندیشہ ہے میں آپ کے پاس عبداللہ بن جعفر طیار اور اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھیج رہا ہوں آپ ان کے ساتھ واپس آجائیں میں آپ کو امان دیتا ہوں اور آپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آؤں گا اس پر خدا گواہ اور وکیل ہے گورنر نے اس تحریر پر مہر کر دی اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو اس خط کو لے کر امام کے پاس پہنچا آپ نے اس خط کو پڑھا اور واپس ہونے سے انکار کر دیا حضرت عبداللہ نے کہا آخر بات کیا ہے آپ جانے پر اس قدر بے سند کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے آپ نے اس خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے جس کو میں ضرور پورا کروں گا خواہ وہ میرے خلاف پڑے یا موافق انہوں نے کہا وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا میں نے اب تک نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا انشاء اللہ یہاں تک کہ میں اپنے رب سے جا ملوں۔

پھر آپ نے عمرو بن سعید گورنر مکہ کے نام اس خط کا جواب لکھا "ما بعد" جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے اور نیک اعمال بھی کرے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والا کیونکر ہو سکتا ہے بیشک میں ایک مسلمان ہوں تم نے مجھے امان دینی اور صلہ کی دعوت دی ہے تو سنو بہترین امان اللہ کی امان ہے جو شخص دنیا میں اللہ سے

نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ہرگز امان نہ دے گا ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنا خوف عطا فرمائے تاکہ قیامت کے دن ہم اس کی امان کے مستحق ہو جائیں اگر اس خط سے واقعی تم نے میرے ساتھی نیکی اور صلہ کی نیت کی ہے تو خدا تمہیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ واللہ لام۔

(طبری صفحہ ۲۱۹ جلد ششم)

بلاشبہ دوستوں کے مشورے لہایت مخلصانہ تھے ان کو امام کے پاکیزہ مقصد سے ہرگز اختلاف نہ تھا بلکہ اہل کوفہ کی بے وفائی کے پیش نظر یہ خدشہ تھا کہ امام کا ایف و مصائب کا شکار ہو جائیں گے اور اگر خدا خواست آپ شہید ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا دنیا تاریک ہو جائے گی اور ہم نواسہ رسول ﷺ اور اپنے رہنما اور آقا سے محروم ہو جائیں گے مگر بہ ہزار جان قربان ہو جائیں امام کے پیش نظر نانا جان سید الانس والجان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وہ حکم مبارک تھا جس کو انہوں نے بہر صورت پورا کرنا تھا خواہ کچھ بھی ہوتا چنانچہ انہوں نے کر دکھایا۔

کربلا جانے والے اہل بیت کے افراد

اس سفر میں امام حسین اور آپ کے تین صاحبزادے آپ کے ہمراہ تھے۔

- ۱۔ حضرت علی اوسط جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں یہ شیر بانو کے سطن سے تھے۔ اس وقت ان کی عمر ۲۶ سال تھی اور بیمار تھے۔ ۲۔ دوسرے صاحبزادے علی اکبر تھے جو لیلیٰ بنت ابی مرہ کے سطن سے تھے یہ خاندان بنو امیہ سے تھیں علی اکبر کربلا میں شہید ہوئے۔
- ۳۔ امام عالی مقام کے تیسرے فرزند جنہیں علی اصغر کہتے ہیں ان کی والدہ بنی قضاہ

سے تھیں یہ شیر خوار بچے تھے اور کربلا میں حمل کا تیر گئے سے شہید ہوئے۔ ایک صاحبزادی حضرت سیکہؓ ہمراہ تھیں جن کی نسبت حضرت قاسم بن حسن کے ساتھ ہوئی تھی اس وقت ان کی عمر سات سال کی تھی ان کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے تھیں ان کا عقد حضرت مصعب بن زبیر کے ساتھ ہوا اور کربلا میں حضرت قاسم کے ساتھ شادی کی جو روایت ذکرین اور بے علم مولوی صاحبان کرتے ہیں وہ غلط ہے البتہ ان کے ساتھ آپ کی صرف بہت ہوئی تھی عقد نہیں ہوا تھا اور حضرت امام حسین کی دو بیویاں آپ کے ہمراہ تھیں ایک شہر بانو دوسری علی امتر کی والدہ حضرت امام حسین کے چاروں جوان صاحبزادے حضرت قاسم، عبد اللہ، حضرت عمر اور حضرت ابو بکر امام عالی مقام کے ہمراہ تھے جو کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت علی کے پانچ فرزند امام عالی مقام کے بھائی حضرت عباس بن علی حضرت عثمان بن علی حضرت عبد اللہ بن علی حضرت محمد بن علی اور حضرت جعفر بن علی حضرت امام کے ہمراہ تھے سب درجہ شہادت پر فائز المرام ہوئے۔ اور حضرت عقیل کے فرزندوں میں سے حضرت مسلم تو امام عالی مقام کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی کوفہ میں شہید ہو چکے تھے اور تین فرزند حضرت عبد اللہ حضرت عبد الرحمن اور حضرت جعفر امام کے ہمراہ کربلا میں حاضر ہو کر شہید ہوئے اور حضرت جعفر طیار کے دو پوتے حضرت عون اور حضرت محمد حضرت امام کے ہمراہ حاضر ہو کر کربلا میں شہید ہوئے ان کے والد کا نام عبد اللہ بن جعفر طیار ہے اور حضرت امام حسین کے بھانجے اور آپ کی بہن زینب بنت علی کے بیٹے ہیں۔

صاحبزادگان الہ بیت میں سے کل سترہ حضرت امام عالی مقام کے ہمراہ مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے اور حضرت امام زین العابدین عمر بن حسن محمد بن عمر بن علی اور

دوسرے کم عمر صاحبزادے قیدی بنائے گئے۔

(سوانح کربلا از صدر الافاضل مراد آبادی)

حضرت امام حسین جب مکہ شریف سے باہر نکلے تو ایک فوجی دستہ نے شہر سے باہر آ کے آپ کو روکا اور چاہا کہ واپس چلیں حضرت امام نے واپس ہونے سے انکار کیا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف سے لوگوں میں مار پیٹ ہوئی آپ کے ساتھی بڑی بہادری سے فوجی دستہ کی مزاحمت کو روکنے پر تیار تھے اس لئے ان لوگوں کو ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا اور قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔

ابن زیاد بد نہاد کو اطلاع مل چکی تھی کہ کاروان امام کو نے کی طرف روانہ ہو چکا ہے برابر منزلیں طے کر رہا ہے اس نے اس کارواں سے نمٹنے کے انتظامات شروع کر دیے چنانچہ رئیس الشرطة (شہنشاہ جزل پولیس) حصین بن نمیر تمیمی کو ہدایات دے کر اس کے ساتھ ایک لشکر روانہ کر دیا حصین ابن نمیر نے قادیسیہ پہنچ کر لشکر کو پھیلا دیا اور راستوں کی ناکہ بندی کر دی اور چند سوار برائے چاسوی آگے بھیجے تاکہ آپ کی نقل و حرکت کی خبریں بھی جتنی رہیں اور آپ کے درمیان پیغام رسانی کا سلسلہ قائم نہ ہو سکے۔

حضرت قیس کی شہادت :- امام پاک نے مقام حاجر میں پہنچ کر اپنے ایک رفیق قیس بن مسہر میداری کو خط دے کر کوفہ روانہ فرمایا خط کا مضمون یہ تھا حمد و صلوة کے بعد موصوم ہو کہ مسلم بن عقیل کے خط سے تم لوگوں کے حالات کی درستی اور میری مدد تم سب کے متفق ہونے کا علم ہوا میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم پر احسان کرے اور تم لوگوں کو اس بات پر اجر عظیم عطا فرمائے میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکا ہوں جب

میرا یہ خط پہنچے تو اپنا انتظام تم لوگوں کو اس بات پر اجر عظیم عطا فرمائے تم لوگ جلدی درست کر لیتا اس لئے کہ میں چند ہی دنوں میں انشاء اللہ تمہارے ہاں پہنچنے والا ہوں والسلام (طبری صفحہ ۲۲۳ جلد ۲)

حضرت قیس جب امام کا خط لے کر قادیسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر جو ابن زیاد کے حکم سے فوج کے ساتھ پہلے سے ناکہ بندی کئے ہوئے تھا اس نے قیس کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیا ابن زیاد نے کہا اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو گورنر ہاؤس کی چھت پر چڑھ کر حسین بن علی کے خلاف تقریر کرو اور ان کو برا بھلا کہو حضرت قیس چھت پر چڑھ گئے اور حمد و صلوة کے بعد فرمایا کہ اے لوگو رسول کے پیارے نواسے حضرت حسین بن علی اس وقت شلق خدا میں سب سے بہترین شخص ہیں جس انہیں کا بھیجا ہوا تم لوگوں کے پاس آیا ہوں تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کیلئے قدم آگے بڑھاؤ اور ان کی آواز پر لبیک کہو پھر حضرت قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ کو برا بھلا کہا اور حضرت علی کیلئے دعائے خیر کی ابن زیاد آپ کی اس تقریر کو سن کر آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا کہ انہیں چھت کے اوپر سے زمین پر گرا دو کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں بے رحموں نے انہیں نیچے گرا دیا جس سے ان کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور وہ شہید ہو گئے اس طرح حضرت امام کا یہ سچا محبت آپ پر قربان ہو گیا۔

جب آپ اس منزل سے آگے بڑھے تو ایک کنوئیں پر آپ کی ملاقات عبد اللہ بن مطیع سے ہوئی انہوں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں آپ ادھر کیسے تشریف لائے؟ حضرت امام نے اپنے آنے کی وجہ بیان فرمائی انہوں نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حرمت اسلام حرمت رسول اور

حرمت عرب کو ضائع نہ کیجئے آپ کو ہرگز نہ جانیے وہاں آپ یقیناً شہید کر دئے جائیں گے حضرت امام نے فرمایا ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خدا نے تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمادی ہے۔

حضرت زہیر سے ملاقات :- حضرت امام جب آگے بڑھے اور مقام زروہ میں آپ نے قیام فرمایا تو وہاں کنوئیں کے پاس ایک غیمہ نظر آیا معلوم ہوا کہ یہ زہیر بن قیس بنی کا غیمہ ہے جو حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے تھے شروع میں ان کو اہلبیت رسالت سے کوئی عقیدت نہ تھی آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں انہوں نے ملنے سے انکار کرنا چاہا تو ان کی بیوی نے کہا وہ کیا غضب کی بات ہے کہ فرزند رسول آپ کو بلائیں اور آپ ان سے ملنے کے لئے نہ جائیں بیوی کی بات سے متاثر ہو کر وہ حضرت کے پاس گئے اور بہت جلد خوش خوشی والہیں ہو کر اپنا غیمہ اور کل ساز و سامان آپ کی طرف بھیج دیا اس کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کے ساتھ میکے چلی جاؤ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے اور جو چاہے چلا جائے اور یہ سمجھ کر جانے کہ یہ میری آخری ملاقات ہے سب حیران رہ گئے کہ آخر ماجرا کیا ہے اس نے کہا میں تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں سنو جنگ یتیم میں خدا تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرمائی اور بہت سامان یتیمت ہاتھ آیا تو حضرت سلمان فارسی نے ہم سے پوچھا کہ فتح اور یتیمت سے تم کو خوشی ہوئی؟ ہم نے کہا کہ ہاں بہت خوشی ہوئی انہوں نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ تم رسول کے گھر کے جوانوں کے سردار حسین سے ملو گے اور ان کی مدد میں ان کے دشمنوں

سے جنگ کرو گے تو اس فتح اور مال غنیمت سے زیادہ خوشی حاصل کرو گے لہذا میں تم لوگوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ پھر زحیر امام عالی مقام کے ساتھ رہے یہاں تک کہ کربلا میں آپ کے دشمنوں سے لڑ کر شہادت سے سرفراز ہوئے۔

(طبری صفحہ ۲۲۵ جلد دوم)

مسلم کی شہادت کی خبر:- حضرت امام عالی مقام کو بوجہ ذحول و نسیان کوفہ کے حالات معلوم نہ ہوئے جب آپ مقام معلبیہ میں پہنچے تو بکیر اسدی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل اور صفی بن عمروہ دونوں شہید کر دئے گئے ہیں اور ان کی لاشوں کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا گیا اس دردناک خبر کو سن کر آپ نے بار بار **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** پڑھا۔ عبد اللہ بن سلیم اور ہذوی بن مشعل اسدی جو حضرات فارغ ہو کر مقام زردو میں جینی قافلہ سے آئے انہوں نے امام عالی مقام سے کہا خدا کے واسطے آپ اپنی اور اپنے گھر بھر کی جان خطرہ میں نہ ڈالیں یہیں سے واپس ہو جائیں اس لئے کہ کوفہ میں آپ کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار بلکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ جو لوگ آپ کو بلائے والے ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے یہ سن کر حضرت مسلم کے تینوں بھائی کھڑے ہو گئے اور جوش میں آ کر کہا خدا کی قسم ہم واپس نہیں ہوں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یا ہم ان کی طرح قتل نہیں ہو جائیں گے حضرت امام نے اسدیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا ان لوگوں کے بعد زندگی میں کچھ لطف نہیں آپ کے ساتھیوں میں سے بعض لوگوں نے کہا آپ کی اور مسلم کی برابری نہیں جب آپ کوفہ میں پہنچ جائیں گے تو وہاں کے سب لوگ آپ کی

اسے لئے دوڑ پڑیں گے حضرت امام نے اس خیال کی تائید نہیں فرمائی بلکہ خاموش رہے۔

(طبری صفحہ ۲۲۷ جلد دوم)

قافلہ آگے بڑھتا رہا اور ابھی تک سب لوگوں کو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر نہ تھی اب آپ مقام زبالہ میں پہنچے تو اسی جگہ آپ نے پورے قافلہ والوں سے فرمایا کہ میں دردناک خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل شہید کر دئے ہیں اور ہماری اطاعت کے عہدیداروں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے ہمارے شیعوں نے ہم سے غداری کی لہذا جو شخص تم سے واپس جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے ہماری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں بہت سے عرب جو راستے میں تھے آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اس اعلان کے سنتے ہی تقریباً سب آپ سے جدا ہو گئے اور زیادہ زردی لوگ باقی رہ گئے جو مدینہ طیبہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔

(طبری صفحہ ۲۲۷ جلد دوم)

کی آمد:- محرم کی پہلی تاریخ کو جب کہ آپ کوہ ذی حشم کے دامن میں پہنچ کر خیمہ ان بوئے حرین یزید تمیمی ایک ہزار لشکر کے ساتھ آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آپہنچا۔ دہر کا وقت تھا دشمن کے گھوڑے اور سارے آدمی بہت پیاسے تھے حضرت امام عالی مقام نے سب کو پانی پلایا غالباً اس ہمدردی کے سبب کہ آپ سے کچھ کہنے کی جرأت نہ لے سکتے تھے یہاں تک کہ جب ظہر کی نماز کا وقت آ گیا اور اذان پڑھی گئی تو آپ نے حمد و ثناء کے بعد خرا اور اس کی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور تمہارے سامنے اپنی صفائی پیش کرتا ہوں کہ میں اس وقت تمہاری طرف نہیں آیا جب تک کہ تمہارے غلط کام میرے پاس نہیں سمجھے کہ آپ

ہماری طرف آئیے ہمارا کوئی امام نہیں ہے شاید آپ کے سبب ہم لوگوں کو خدا تعالیٰ ہدایت پر جمع فرمادے اب اگر تم لوگ اپنی بات پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں تم مجھ سے عہد کر لو تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے تو میں تمہارے شہر میں چلوں اور اگر میرا آنا پسند نہیں کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔ آپ کی اس تقریر کے بعد خاموشی رہی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا آپ نے حرے سے پوچھا تم میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا الگ پڑھنا چاہتے ہو؟ حرے نے کہا آپ نماز پڑھا بیٹے ہم سب آپ کے پیچھے پڑھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا دونوں طرف کے لوگوں نے حضرت امام کے پیچھے نماز ادا کی اس کے بعد آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

(طبری صفحہ ۲۳ جلد دوم)

جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت امام عالی مقام نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ روانہ ہونے کے لئے سب تیار ہو جائیں پھر خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اس وقت بھی دونوں گروہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی نماز کے بعد پھر آپ نے مجمع کی طرف رخ کیا اور حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے اور حق والوں کا حق پہچانو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو گے جو تم پر ظلم و زیادتی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں ہم اہل بیت نبوت ان کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ مستحق ہیں لیکن اگر تم ہم کو نہیں پسند کرتے ہو اور ہمارے حق کو نہیں پہچانتے ہو اور تمہاری رائے اس کے خلاف ہو گئی جو تمہارے مخطوط سے ظاہر ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا حرے نے کہا خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کیسے مخطوط ہیں کہ جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں آپ نے مخطوط کے تھیلے کو منگوا کر سب کے سامنے الٹ دیا حرے نے کہا ہم ان لوگوں میں سے

ہیں جنہوں نے آپ کو مخطوط لکھے ہیں ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں بھی آپ میں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں یہاں تک کہ ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں آپ نے فرمایا اس مطلب کے حاصل کرنے سے تیرے لئے مر جانا زیادہ آسان ہے پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہو کر اونٹن کا حکم دیا حرے واپس ہونے سے روکا آپ نے فرمایا میں اس خیمہ پر روئے آخر بتا مطلب کیا ہے؟ حرے نے کہا خدا کی قسم اگر آپ کے سوا کوئی دوسرا عرب یہ بات کہتا تو میں اس کی مان کو بھی ایسا ہی کہتا لیکن آپ کی والدہ وہ وہاں ذکر میں بھلائی کے ساتھ ہی کروں گا امام نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا خدا کی قسم ایہ نہیں ہوگا اس نے کہا خدا کی قسم میں بھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا اس طرح تکرار ہوتی رہی آخر حرے نے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا مجھے تو یہ حکم ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کو فائدہ پہنچ جائیں اگر آپ کو فائدہ جانے سے انکار کرتے ہیں تو سب تک کہ میں ابن زیاد کی رائے نہ معلوم کر لوں آپ ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوئی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف آپ کو اس کی بات معقول معلوم ہوئی آپ یہ اور مذہب کی راہ سے ہائیں چلنے لگے اور ساتھ حرے بھی چلتا رہا۔

(طبری صفحہ ۲۳۲ جلد دوم)

آپ اور بیٹے کی گفتگو:- جب امام قافلہ قصر بنی مقاتل پہنچا تو آپ نے وہیں قیام کیا تھوڑی دیر بعد بھی ٹھہرا آدمی رات کے بعد آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ پانی لے کر اور چلو ابھی تھوڑی دیر چلتے تھے کہ ذرا آنکھ لگ گئی پھر چونک گئے اور تین بار فرمایا

اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُحِبُّكَ وَنُحِبُّ رَسُوْلَكَ اَللّٰهُمَّ يَدُكَ بِيَدِ نَبِيِّكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُحِبُّكَ وَنُحِبُّ رَسُوْلَكَ اَللّٰهُمَّ يَدُكَ بِيَدِ نَبِيِّكَ

زمین العابدین آپ کے نزدیک آئے اور عرض کیا ابا جان اس وقت یہ کلمات زبان پر کیسے جاری ہوئے فرمایا بھائی میری آنکھ لگ گئی تھی تو میں نے دیکھا ایک سوار کبوتر ہا ہے کہ یہ لوگ راستے پر چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم کو موت کی اطلاع دی گئی ہے صاحبزادے نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے کیا ہم حق پر نہیں ہیں آپ نے فرمایا اس خدائے ذوالجلال کی قسم جس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے ہم حق پر ہیں بہادر صاحبزادے نے کہا جب ہم حق پر ہیں تو ایسی موت کی ہمیں کوئی پروا نہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں وہ جزائے خیر عطا فرمائے جو کسی بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے مل سکتی ہے۔ (طبری)

جب آپ کا قافلہ نینوا میں پہنچا تو کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا سب غم کر اس کا انتظار کرنے لگے وہ آیا تو امام کی طرف متوجہ نہیں ہوا حر کو سلام کیا اور اس کو ابن زیاد کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ حسین کو آگے بڑھنے سے روک دو اور انہیں چٹیل میدان میں کھڑے ہونے پر مجبور کرو جہاں کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو اور نہ پانی ہو میں نے قاصد کو حکم دیا ہے وہ تمہارے ساتھ رہے تاکہ تمہاری کارگزاری کی ہمیں اطلاع دے اور تم سے الگ نہ ہو جب تک کہ ہمارے حکم پر عمل نہ ہو جائے حر نے امام اور ان کے ساتھیوں کو خط کے مضمون سے مطلع کیا حضرت امام نے فرمایا اچھا ہم کو ذرا آگے بڑھ کر سامنے والے گاؤں غاضریہ یا ہفیبہ میں ٹھہرنے دو حر نے کہا ہمیں تو چٹیل میدان میں ٹھہرانے کا حکم دیا گیا ہے اور نگران ہمارے ساتھ ہے ابن زیاد کو ہمارے طرز عمل کی اطلاع کر دے گا حر کے اس جواب پر حضرت امام کے ساتھیوں میں جوش پیدا ہو گیا

رسید بن قین نے کہا یا ابن رسول ان سے جنگ کر لینا ہمارے لئے آسان ہے بہت
ان لوگوں کے جوان کے بعد آئیں گے اس لئے کہ وہ اتنے ہوں گے ہم کو ان سے
مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی مگر حضرت امام نے فرمایا ہم اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں
کریں گے اور پھر آپ نے حر سے فرمایا اچھا کچھ ٹوپنے دو خرما موش رہا اور آپ ہائیں
طرف پھل پڑے۔

زمین کر بلا :- ابھی آپ تھوڑا سا چلے تھے کہ حمر کے ساتھیوں نے آکر آپ کو روک دیا اور کہا بس یہیں اترے طرات یہاں سے دوڑ نہیں ہے آپ نے پوچھا اس جگہ کا نام کیا ہے لوگوں نے کہا اس کا نام کر بلا ہے اس لفظ کو سننے ہی آپ سواری سے اتر پڑے اور فرمایا یہ کر بلا ہے جو مقام کرب و بلا ہے یہی ہمارے اوتنوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے یہیں ہمارے مال و اسباب اتریں گے اسی مقام پر ہمارے ساتھی شہید ہوں گے یہ محرم اکٹھہ ہجری کی دوسری تاریخ خمیس کا دن تھا۔ جب حمر نے حضرات امام کو کر بلا میں آنے پر مجبور کر دیا اس نے ابن زیاد کو اس بات کی اطلاع دی یہ وقت وہ تھا جب کہ ایران میں بغاوت ہو چکی تھی جس کو فرو کرنے کے لئے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج کا حور دیا گیا تھا اور۔۔۔ حکومت کا پروانہ لکھ کر دیا گیا تھا عمرو بن سعد اپنی فوج کے ساتھ نکل کر ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ابن زیاد نے اسے واپس بلا کر حکم دیا کہ پہلے حسین کی مہم سر کر و اس کے بعد ایران کی طرف چلنا ابن سعد نے کہا مجھے اس امر کے لئے نہ بھیجیں چونکہ عمرو بن سعد فاتح ایران صحابی رسول سعد بن ابی وقاص جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے کا بیٹا تھا نواسہ رسول کی فضیلت سے خوب واقف تھا ابن زیاد نے

کہا اگر حسین کے مقابلہ کے لئے نہیں جاتے ہو تو۔۔۔ کی حکومت سے دست بردار ہو جاؤ عمرو بن سعد نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت مانگی پھر دنیوی حکومت کے لالچ میں آکر امام عالی مقام سے مقابلہ در مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور وہی چار ہزار کی فوج جو ملک ایران جانے کے لئے تیار تھی انہیں ساتھ لے کر تیسری محرم کو کربلا پہنچ گیا اور برابر ملک پہنچتی رہی یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔

عناصر اشہاء و تنین صفحہ ۱۸۸ میں علامہ ناصر رضوی لکھتے ہیں جب آپ وہاں سے منزل ثعلوبہ میں پہنچے بکیر اسدی کوفے سے آتا تھا اس نے عبداللہ بن زیاد کا کوفے میں آنا کوفیان بے وفاء کا اس سے مل جانا اور حضرت مسلم اور ان کے لڑکوں اور ہانی کی شہادت پانا مفصلاً آپ کو سنایا آپ یہ خبر وحشت اثر میں کر دل مسوس کر رہ گئے کسی کو آگاہ نہ فرمایا حضرت مسلم کی ایک شہزادی بھی ساتھ تھی اس وقت آپ کے پاس آنکس آپ خلاف معمول بار بار مندان کا دیکھنے لگے اور سر پر ان کے دست مبارک پھیرنے لگے وہ شہزادی ان قرآن سے تازگی کہنے لگی کہ یا ابن رسول اللہ آج آپ خلاف حادث کے میرے سر پر اس طرح سے ہاتھ پھیرتے ہیں جس طرح سے قیاموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ آپ کو قسم پاک پروردگار کی سچ فرمائیے اباجان شہید تو نہیں ہو گئے آپ ضبط کریں نہ کر سکے بے اختیار رونے لگے اشکوں سے دامن بھگوئے لگے اور فرمایا بیٹی چپ رہ مت رو ہم تمہارے باپ ہیں اور نہ نب میری بہن تمہاری ماں ہیں۔ وہ بے اختیار رونے لگی اس کے بعد لوگوں نے حضرت امام عالی مقام کو قسمیں دیں کہ اللہ آپ اپنے اور اہل بیت پر رحم فرمائیں سبیل سے پلٹ چلیں کوفہ نہ جائیں غرض جب لوگوں

وہاں سے باصرہ اتمام مراجعت کی صلاح ٹھہرائی تب آپ نے حسب صلاح چاہا کہ پلٹ چلیں یہ خبر اقران حضرت مسلم کو سنائی حضرت کے بھائیوں اور لڑکوں نے کہا اب ہم لوگ جی کر کیا کریں گے پھر صبر سینے پر کب تک دھریں گے واللہ ہم جب تک اس کا بدلہ نہ لیں گے یا خود ہی مارے نہ جائیں گے ہرگز یہاں سے نہ چلیں گے امام عالی مقام نے فرمایا کہ جو تمہارا حال ہے وہی ہمارا حال ہے تمہارے بعد زندگی بے لطف ہے جینا و بال ہے اور سیدھے عراق کی جانب روانہ ہوئے پھر جو لوگ طمع دنیا سے ہمراہ ہوئے تھے وہ متفرق ہو گئے فقط رفیق اور عزیز باقی رہ گئے۔

علامہ امجدی لکھتے ہیں کتنی حیرت کی بات ہے کہ حضرت امام عالی مقام علی حدہ و علیہ السلام کے ساتھ کل ۸۲ آدمی ہیں جن میں بیٹیاں اور بچے بھی ہیں اور پھر لشک کے ارادہ سے بھی نہیں آئے تھے اسی لئے لڑائی کا سامان بھی نہیں رکھتے تھے مگر اہل بیت نبوت کی شجاعت اور بہادری کا ابن زیاد کے دل پر اتنا اثر تھا کہ ان کے مقابلہ کے لئے بائیس ہزار کا لشکر جوار بھیج دیا دو گلی چو گلی دس گلی تو کیا سو گلی تعداد کو بھی کافی نہیں سمجھا کوفہ کے تمام قابل جنگ افراد کو کربلا میں بھیج دیا اس کے باوجود لوگوں نے دل خوف زدہ ہیں اور جنگ آزمادہ لاوڑوں کے حوصلے پست ہیں آخر مجبوراً ان کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ لشکر امام پر پانی بند کر دیا جائے تب ان کا مقابلہ کیا جاسکے گا چنانچہ عمرو بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ دریائے فرات پر طر کر دیا تاکہ امام اور ان کے ساتھی پانی کی ایک بوند بھی نہ لے سکیں یہ واقعہ حضرت امام علی حدہ و علیہ السلام کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا ہے۔

(طبری صفحہ ۲۳۱ جلد دوم)

اگر تمہیں یہ منظور نہ ہو تو ہمارا لشکر شہر کے حوالے کر دو وہ ہمارے حکم پر پورا پورا عمل کرے گا یہ خط اس نے شہر کے سپرد کیا اور زبانی کہہ دیا اگر ابن سعد میرے حکم پر عمل نہ کرے تو پہلے تم اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔ (طبری صفحہ ۲۳۸ جلد دوم)

ابن سعد نے جب یہ خط پڑھا تو شہر سے کہا کم بخت تو نے یہ کیا کیا خدا تجھے غارت کرے تو میرے پاس یہ کیا لایا ہے خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ تو نے ہی ابن زیاد کو میرے مشورہ پر عمل کرنے سے روک دیا اور اس بات کو بگاڑ دیا جس کے بننے کی امید تھی خدا کی قسم حسین کبھی بھی ابن زیاد کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے شہر نے کہا ان باتوں کو چھوڑ دو اور یہ بتاؤ کہ دشمن کو قتل کرو گے یا لشکر میرے سپرد کرو گے ابن سعد جو دنیا پر جان دینے والا اور بد بخت ازلی تھا اس نے کہا میں لشکر تمہارے سپرد نہیں کروں گا بلکہ یہ ہم میں خود ہی سر کروں گا چنانچہ اس نے فوراً حملہ کا حکم دے دیا یہ محرم کی نویں تاریخ تھی جمعرات کا دن اور شام کا وقت تھا۔ حضرت امام عالی مقام علی جددہ و علیہ السلام نماز عصر کے بعد خیمہ کے دروازے پر تلوار کا سہارا لے کر گھنٹوں پر سر رکھے بیٹھے تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی فوج کے شور و غل کی آواز سن کر آپ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پردے کے پاس آئیں اور آپ کو جگا کر کہا دیکھئے دشمن کی فوج کی آواز بہت نزاہت سے آ رہی ہے آپ نے سرائیچہ اور فرمایا میں نے ابھی مانا جان کو خواب میں دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم ہمارے پاس آنے والے ہو حضرت زینب یہ خواب سن کر بے قرار ہو گئیں اور روتے ہوئے یاد رکھتا ہوں کہ مصیبت آپ نے فرمایا صبر کرو خاموش رہو اللہ مالک ہے پھر امام پاک نے حضرت عباس سے فرمایا پوچھو اس وقت حملہ کا سبب کیا ہے حضرت عباس فوج کے سامنے آئے

اور پوچھا جواب ملا ابن زیاد کا حکم ہے کہ آپ لوگ اس کی اطاعت کریں اور یا تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں حضرت عباس نے ان کے جواب سے امام عالی مقام کو آگاہ کیا آپ نے فرمایا ان سے کہو کہ ایک رات کی مہلت دیں تاکہ آج رات بھر ہم اچھی طرح نماز پڑھ لیں دعا مانگ لیں اور توبہ و استغفار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ خوب چاہتا ہے کہ میں نماز و دعا و استغفار سے کتنی محبت رکھتا ہوں۔ تو حضرت عباس نے فوج کے سامنے سے کہا کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دی جائے انہوں نے یہ بات مان لی۔

(طبری صفحہ ۲۳۸ جلد دوم)

ساتھیوں میں امام کی تقریر نہ اس کے بعد حضرت امام عالی مقام علی جددہ و علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر فرمائی سب تعریفیں خدا تعالیٰ کے لئے ہیں آرام و تکلیف ہر حال میں اس کا شکر ہے اے اللہ میں تیرا شکر بجا لاتا ہوں تو نے ہمیں اہل بیت نبوت کی عزت عطا فرمائی قرآن کا علم دیا اس کی سمجھ عطا فرمائی اور سننے والے کان دیکھنے والی آنکھیں اور دل آگاہ نعمتوں سے مالا مال فرمایا اس کے بعد حضرت نے فرمایا میں دنیا میں نہ کسی کے ساتھیوں کو اپنے گھر والوں سے زیادہ نیکو کار اور صلہ رحمی کرنے والا دیکھتا ہوں خدا تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے سن لو امیں یقین رکھتا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں کل ہماری شہادت ہے میں تم سب کو خوشی اجازت دیتا ہوں کہ رات کا اندھیرا اچھا یا ہوا ہے اسی وقت جہاں تم لوگوں کا جی چاہے چلے جاؤ میری طرف سے تم پر کوئی الزام نہیں یہ لوگ تم سے قتل کے درپے ہیں جب مجھے قتل کر لیں گے تو پھر کسی دوسرے کی طرف متوجہ

نہیں ہوں گے امام عالی مقام کہ یہ تقریریں کر سب سے پہلے حضرت عباس پھر آپ کے دوسرے بھائی بیٹے بھتیجے اور بھانجے سب نے بیک زبان کہا کہ ہم اس لئے چلے جائیں گے آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں ایسا برادہ نہ دکھائے۔

امام نے پکار کر کہا اسے اولاد عقل مسلم کا قتل تمہارے لیے کافی ہے تم چلے جاؤ میں اجازت دیتے ہوں ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم یہ ہم سے ہرگز نہ ہوگا بلکہ ہم آپ کے ساتھ اپنی جائیں آپ پر قربان کر دیں گے خدا تعالیٰ ہمیں وہ زندگی دے جو آپ کے بعد ہو حضرت مسلم بن عویض اسدی کھڑے ہوئے اور کہا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں ہم سے ہرگز نہیں ہو سکتا خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے نیزہ کے ساتھ جنگ کروں گا یہاں تک کہ میرا نیزہ ان کے سینوں میں ٹوٹ جائے گا اور تلوار چلاؤں گا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میرے ہاتھ میں رو سکے گا۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوں گے تو میں پتھر مار مار کر دشمنوں سے لڑوں گا اور اس طرح میں اپنی جان آپ پر بچھاؤں گا۔

حضرت سعد بن عبداللہ۔۔۔ نے کہا خدا کی قسم آپ کا ساتھ چھوڑ کر ہم نہیں جائیں گے جب تک کہ خدا کی بارگاہ میں یہ ثابت نہ کر دیں کہ ہم نے محبوب خدا کے محبوب نواسے کی کیسی حفاظت کی ہے خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میں قتل ہو جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا اور پھر جیتے جی جلا دیا جاؤں گا اور میری راکھ ہو ایں اڑا دی جائے گی اور اسی طرح ستر مرتبہ میرے ساتھ ہوگا پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا اور یہ تو ایک ہی مرتبہ قتل ہونا ہے پھر اس کے بعد دائمی عزت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت زبیر بن عقیں نے کہا خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں ایسے ہی میرے ساتھ ہزار مرتبہ ہو مگر خدا تعالیٰ آپ کو اور آپ کے نوجوانوں کو بچائے غرض یہ کہ اسی طرح آپ کے تمام ساتھیوں نے اپنی اپنی عقیدت اور جانثاری ظاہر کی اور سب کا مطلب یہ تھا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم آپ سے جدا ہو جائیں بلکہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی گردنوں اور اپنی پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے یہاں تک کہ اپنی جائیں آپ پر قربان کر دیں۔

(طبری صفحہ ۲۵۰ جلد دوم)

اس کے بعد آپ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے نماز و دعا اور توبہ و استغفار میں ساری رات گزار دی اور اس کے ساتھ ہی خیموں کی پشت پر خندق کھود کر لکڑیاں بھر دیں تاکہ جنگ کے وقت ان میں آگ لگا دی جائے تو دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔

کربلا میں قیامت صغریٰ

دسویں محرم کے دل دوز واقعات :- عاشورہ کی رات ختم ہوئی اور دسویں محرم کی قیامت نمودار ہوئی حضرت امام عالی مقام علیٰ جدہ و علیہ السلام نے اہل بیت اور اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ فجر کی نماز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کر لی پیشانیوں نے سجدے میں خوب مزے لئے اور زبانوں نے تسبیح و قرأت کے سب لطف اٹھائے جب دسویں محرم کا سورج عنقریب نکلنے والا ہے حضرت امام اور اہل بیت اور تمام ساتھی تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں ایک لقمہ کسی کے حلق سے نیچے اترے اور نہ ایک قطرہ کسی کو میسر ہوا اور ایسے لوگوں پر ظلم و جفا کے پہاڑ توڑنے

کے لئے بائیس ہزار کا تازہ دم لشکر موجود ہے جنگ کا تقارہ بجا دیا گیا آقائے دو عالم ﷺ کے لال اور علی و فاطمہ کے نونہال کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی حضرت امام میدان کارزار میں تشریف لے گئے اور ایک تقریر فرمائی جو مصلوٰۃ کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! میرے نسب پر غور کرو کہ میں کون ہوں پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمہارے لئے کیا میرا خون بہانا جائز ہے کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں ان کے چچا زاد بھائی علی کا فرزند نہیں ہوں؟ جو دس سال کی عمر میں ایمان لائے کیا سید الشہداء حضرت حمزہ میرے باپ کے چچا اور حضرت طہر خود میرے ہی چچا نہیں تھے؟ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا ہے کہ حضور نانا جان ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے کہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جنتی جو انوں کے سردار ہیں اگر تم میری بات کو سچ سمجھتے ہو اور حقیقت میں وہ سچ ہی ہے اس لئے کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور اگر تم میری بات جھوٹی سمجھتے ہو اب بھی اسلامی دنیا میں جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو سعید خدری اور انس بن مالک وغیرہ موجود ہیں ان سے پوچھ لو کیا حدیث تمہیں میرا خون بہانے سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے شہر بدر جنت نے آپ کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے کچھ بدتمیزی کی تو حبیب بن مظاہر نے اسے سخت جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے اس لئے تو نہیں سمجھ پا رہا ہے کہ حضرت امام پاک کیا فرما رہے ہیں شہر اور حبیب بن مظاہر کی گفتگو کے بعد امام عالی مقام نے پھر فرمایا اے لوگو! اگر تمہیں اس حدیث میں شک ہے اس میں کوئی شبہ ہے کہ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں خدا کی قسم مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں

میرے سوا کوئی بھی نبی کا نواسہ موجود نہیں ہے تم میں اور نہ تمہارے سوا دوسری قوموں میں اور میں تو خود تمہارے ہی نبی کا نواسہ ہوں ذرا غور تو کرو کہ میرے قتل پر تم کیسے آمادہ ہو گے کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے کسی کا مال ہلاک کیا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ تم مجھ سے چاہتے ہو جب مخالفین کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے پکار کر کہا اے شیث بن ربیع، اے جابر بن ابجر، قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث کیا تم لوگوں نے غلط لکھ کر مجھے نہیں بلایا تھا انہوں نے کہا ہم نے کوئی خط آپ کو نہیں لکھا تھا آپ نے فرمایا تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا اچھا فرض کر لو تم نے نہیں لکھا تھا اور تم نہیں چاہتے تھے کہ میں ابھر آؤں تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں امن و امان کی زندگی بسر کر سکوں قیس بن اشعث نے کہا آپ اپنے قرابت دار یعنی ابن زیاد کے سامنے سر جھکا دیں پھر آپ کے ساتھ کوئی ناپسندیدہ سلوک نہیں ہوگا آپ نے فرمایا تم ایسا کیوں نہیں کہو گے تم محمد بن اشعث ہی کے بھائی تو ہو کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں مسلم بن عقیل کے خون کی ذمہ داری تم پر ہے خدا کی قسم میں دست کے ساتھ تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ جڑ کر نہیں دوں گا اور دشمنوں کی طرح اطاعت کا نعرہ مروں گا مخالفین کے ماننے کی پہلے ہی سے امید تھی مگر امام عالی مقام کو اپنا فرض اور تقاضا وہ ہو گیا پھر اونہی بٹھا کر اتر پڑے اور عقی بن سمان کو حکم دیا کہ اسے باندھ

(طبری صفحہ ۲۵ جلد دوم)

ہا شوق شہادت :- جب عمر بن سعد جنگ شروع کرنے کے لئے آگے بڑھا تو ابن یزید نے اسے کہا خدا تیرا بھلا کرے کیا تو واقعی ان سے جنگ کرے گا ابن سعد

نے کہا ہاں خدا کی قسم اور ایسی جنگ کہ جس میں سروں کی بارش ہوگی اور ہاتھ قلم ہو کر زمین پر گریں گے کرنے پوچھا ان کی پیش کی ہوئی باتوں میں سے کوئی بات بھی تم لوگوں کو منظور ہے اس نے کہا خدا کی قسم اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا مگر کیا کروں تمہارا حکم نہیں ماننا حریہ سن کر وہاں سے ہٹ گیا نواسہ رسول سے جنگ کے تصور نے اس کے بدن پر کچنی طاری کر دی اور چہرے پر پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے تو مہاجرین اوس اسی قبیلے کا ایک شخص کہنے لگا حریہ تمہاری کیا حالت ہے تم پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غائب ہے مجھ سے تو جب پوچھا جاتا کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی کا نام نہ لیتا مگر اس وقت تمہاری عجیب حالت دیکھ رہا ہوں آخر اس کی وجہ کیا ہے حریہ نے کہا کہ نواسہ رسول سے جنگ ہے اپنی عاقبت سے لڑائی ہے میں اس وقت جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں مگر میں جنت کسی چیز کے بدلے نہیں چھوڑوں گا چاہے میرا جسم کھڑے کر کے آگ میں جلا دیا جائے یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کو اڑی لگائی اور امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچ گیا عرض کیا اے فرزند رسول میری جان آپ پر قربان میں وہی گناہ گار ہوں جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا راستے میں آپ کے ساتھ ساتھ رہا اور اس جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا قسم ہے اس خداے پاک کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں میں ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ آپ کی پیش کی ہوئی باتوں میں سے یہ کسی ایک کو بھی نہیں مانیں گے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی واللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ کی بات نہیں قبول کریں گے تو میں ہرگز ان کا ساتھ نہ دیتا اب میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی جان آپ کے قدموں پر قربان

نے کے لئے حاضر ہوں کیا اس طرح میری توبہ قبول ہو جائے گی حضرت امام نے اے ابابا! اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا مبارک ہو انشاء اللہ تم دنیا میں آخرت میں حراً (آزاد) ہو گھوڑے سے اتر و عرض کیا آپ کی مدد کے لئے اھوڑے پر رہنا اترنے سے بہتر ہے اب میں آخری وقت ہی میں شہید ہو کر اللہ کے سے اتروں گا حضرت نے فرمایا جو تمہارا جی چاہے وہی کرو خدا تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ (طبری صفحہ ۲۶۰ جلد دوم)

وفیوں سے حر کا خطاب :- حضرت امام عالی مقام سے خطا معاف کرانے کے لئے فوراً بعد میدان میں اتر گیا اور پہلے نرم الفاظ میں کوفیوں سے کہا اے لوگو حسین کی باتیں جو پیش کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو تم کیوں نہیں منظور کر لیتے تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو ان کے ساتھ جنگ میں جتنا ہونے سے بچائے کوفیوں نے کہا ہمارے والد امیر مومنین سعد موجود ہیں ان سے بات کرو ان سے سعد نے کہا اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا یہ سن کر حر کو غصہ آ گیا اور کہا اے کوفیو! خدا تعالیٰ تم کو عارت کرے امام اس نے رسول کو بلایا اور جب وہ آگئے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا تم نے کہے کہ ہم ان پر اپنی جان قربان کریں گے اور اب قتل کرنے کے لئے انہیں بلایا ہے ہواں کو تم نے گرفتار کر لیا چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا۔ تم نے ان کو ان کی لمبی چوڑی زمین میں جدر اس کا راستہ پائیں ادھر جانے سے روک دیا اب وہ ہاتھ میں قیدی کی طرح ہو گئے ہیں تم نے ان کو اور ان کے اہل خانہ اہل حرم کو اس کے ساتھ لے کر ان کے ساتھیوں کو دریائے فرات کے اس بہتے ہوئے پانی سے

روک دیا جسے یہودی نصرانی اور مجوسی تک پیٹتے ہیں بلکہ کتے اور سور بھی لوٹتے ہیں مگر اسی پانی کے لئے حسین اور ان ساتھی تڑپ رہے ہیں تم نے حضور ﷺ کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا ہے اگر آج تم ابھی اسی دم توبہ نہیں کرو گے اور اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ گے قیامت کے دن خدا تعالیٰ تمہیں بھی پیاس سے تڑپائے گا۔ کوئیوں کے پاس چونکہ اس تقریر کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے وہ جہر پر تیر ہرسانے لگے جس نے یہ دیکھ کر تقریر بند کر دی اور چونکہ ابھی باقاعدہ جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ واپس آکر امام پاک کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ (طبری صفحہ ۲۶۰ جلد دوم)

حالات میدان کر بلا

عنصر الشہادتین صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴ میں ہے۔ آپ نے غیموں کے چاروں طرف ایک کھائی کھدوائی تھی فقط ایک راہ آنے جانے کو رکھی تھی اور اس کھائی میں آگ بھروائی تھی تاکہ اس طرف اشتیاق نہ آئیں اور اطفال وغیرہ کو ایذا نہ پہنچائیں مالک بن عروہ لشکر عمرو بن سعد سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا اے حسین دوزخ ہے پہلے دنیا ہی کے اندر آگ میں جلتے تھے مسلم بن عوجہ نے چاہا کہ اس کی گردن اتار لیں آپ نے منع فرمایا کہ تم لڑائی میں پیش قدمی مت کرو آپ نے فرمایا خداوند دیکھ یہ کیا کہتا ہے فوراً پاؤں اس کے گھوڑے کا ایک ہل میں جاتا رہا وہ لعین پشت زمین سے جھکا اسی آگ بھری کھائی میں جاتا رہا وہ دونوں لشکروں کے کھائی میں جل گیا کرامت حسین کی ظاہر ہوئی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا خداوند یہ اشتیاق ناحق آل رسول کو ستائے سے باز

نہیں آتے ہیں یہ سن کر ان اشعث ملعون نے کہا آپ کو بھی خبر خدا سے کیا قرابت ہے اور اتنا لاف مارتے ہیں ہر دم خدا و رسول کو پکارتے ہیں آپ نے فرمایا خداوند دیکھ یہ کیا کہتا ہے؟ ابھی اس کو ٹھوڑے سے اتار اور ذلت کی مار مار فوراً اس مردک کے حکم نے مارے درو کے بیچ و تاب لھایا گھوڑے سے قضاے حاجت کے لئے اتر آیا قضاے حاجت کے وقت ایک سیاہ بچھو نے اس مردک کے پاخانہ کے مقام میں ایسا بیسن لگایا کہ وہ ملعون ناپاک اسی جگہ واصل جہنم ہوا۔

اس کے بعد جعدہ مزنٰی ملعون نے آپ کے پاس آکر کہا اے حسین دیکھو یہ آب فرات موج مادر رہا ہے واللہ ہم اس میں سے تم کو ایک قطرہ نہ پلائیں گے جب تک مارے پیاس کے ہم تم کو خاک و خون میں نہ ملائیں گے آپ یہ کلام گستاخانہ بے ادبانه سن کر آنسو بھرا لئے اور فرمایا خداوند ابھی اسے پیاسا مار بلا سبب گھوڑا اس کا بھڑکا اور اس ملعون کو زمین پر گر آیا وہ اٹھ کر گھوڑے کے پیچھے دوڑا پھر تو ایسی پیاس اس پر غالب آئی کہ العطش العطش کہتے کہتے طبیعت اس کی کوڑا آب طالب ہوئی ہر چند لوگ اسے پانی پلاتے تھے مگر ایک قطرہ بھی پانی اس کے حلق سے نیچے نہ جاتا تھا آخر العطش العطش کہتے کہتے مر گیا لشکر یان یزید باوجود ملاحظہ ان سب گراہتوں کے ایذا رسانی سے باز نہ آئے ہر دم وہر لفظ انواع و اقسام کے ستم پہنچاتے تھے۔

حالات شب عاشورہ

بحوالہ عناصر الشہادتین از علامہ ناصر رضوی لکھنوی امام عالی مقام کر بلا کی دست پر مضمحل بچھائے مشاہدہ جمال ایزدی میں مغلوب الحال اسی عالم استغراق میں کیا

دیکھتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ مع گرد و ملائکہ میدان کربلا میں تشریف لائے اور امام تشنه کام کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا اسے فرزندار جہند دشمنان دین تیرے قتل پر تیار ہیں اور پھر بھی شفاعت کے امیدوار ہیں سو یہ لوگ قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم رہیں گے اور دوزخ میں جائیں گے ہمیشہ مغموں میں رہیں گے اسے فرزندار جہند صبر کی جیوڑا م صبر و شکر موروٹی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا شمشیر امتحان گلے پر لے لینا۔ مگر خبردار اے نہ کرنا اب قریب ہے کہ درجہ شہادت کا پاؤں گے فقط دو تین پہر میں تین دن کے بھوکے پیاسے میرے پاس آؤ گے بہشت میں تمہارے لئے آرائش ہو رہی ہے حورو و قصور جاٹاری کو تیار ہیں اور ماں باپ تمہارے انتظار کھڑے ہیں دیکھتے کو بے قرار ہیں یہ فرما کر امام تشنه کام کے سینے پر آپ ﷺ نے ہاتھ بھیر کر فرمایا خداوند حسین کو اس وقت صبر دینا اور شہادت کا اس کو اجاڑ دینا۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز سنی یہ منورہ میں غیب سے سنی کوئی کہتا تھا ایہا القتلون جھلا حسبنا ابشر وا العذاب والتذلیل قد لعنوا علی السان ابن داؤد وموسی وحامل الانجیل یعنی سنو جہالت سے حسین کو قتل کرنے والو تم کو عذاب اور ذلت کی بشارت ہو بے شک تم ملعون ہوئے سیلمان اور موسیٰ اور عیسیٰ کی زبان پر۔

راحۃ القلوب صفحہ ۵۹ میں ہے۔ خواب محبوب الہی دہلوی نے فرمایا کہ باپا فرید الدین گنج شکر نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے خواب میں عاشورا کی رات دیکھا کہ سیدہ زہرہ بتول میدان کربلا میں تھمیر کی چادر میں پوشیدہ میدان کربلا میں مقتل حسین پر جھاڑو دے رہی ہیں کہ کہیں حسین کو کنگر پتھر نہ چبھے اور آنسوؤں سے مقتل حسین کو شہنشاہ کر رہی ہیں۔

امام کی آخری نماز

تیم کر کے امام تشنه کام نے نماز آخری فجر کی جماعت سے ادا فرمائی ہنوز دعا سے فراغت نہ پائی تھی کہ لشکر اعداء میں میل جنگ بچنے لگا پھر جاٹار ان حسین بھی سلام اللہ کے اپنے تن پر جانے لگے اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھائے اللہ و تشنه پر جاری اور اشتیاء آمادہ ستم کاری اور تلواروں پر آبداری اور شوق شہادت سے بے قراری اور سرتن نازک سے جدا کرنے کی تیاری اور ہر ایک شوق شہادت میں بے چین اور فکر قتل و تاخت و تاراج حسین اور ہر آن حضور مرتبہ شہادت کی آرزو اور ہر دم قتل حسین کی گفتگو۔

جنگ کی ابتدا

اے کے واپس آنے کے بعد عمرو بن سعد نے فوج کو آگے بڑھایا اور اپنے غلام ذؤنید کو جو شہید دار لشکر تھا آواز دی کہ جھنڈا میرے قریب لاؤ وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ابن سعد نے کمان میں تیر جوڑ کر حسینی لشکر کی طرف سرکا اور اپنی فوج سے کہا گواہ بنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے ہی مارا ہے سپہ سالار کے ان الفاظ کو سن کر اس کے لشکر میں ہلکے فحش پیدا ہو گیا تو وہ بھی تیر پر سانس لگے اس طرح جنگ شروع ہو گئی اور اب اس طرف کے سپاہی نکل نکل کر اپنی بہادری کے جوہر دکھانے لگے سب سے پہلے دارالسلام جو زیادہ اور ابن زیاد کے آڑا کردہ غلام تھے کو بیوں کی طرف سے نکل کر ان میں آئے اور مقابلہ کے لئے بلایا امام مای مقام کے وہ جاٹار ساتھی حبیب بن عبد اور زید بن ظہیر اٹھ کر کھڑے ہوئے مگر امام نے ان کو روک دیا یہ دیکھ کر عبد اللہ

بن عمیر بنی جویابی ام وہب کے ساتھ امام کی مدد کے لئے کربلا میں آگئے تھے کھڑے ہو گئے اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے سر سے پاؤں تک ان پر نگاہ ڈالی دیکھا جو ان قوی بہکے ہے فرمایا اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو جاؤ یہ تمہارے دونوں کے مقابل گئے انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ عبداللہ نے اپنا نام و نسب بیان کیا انہوں نے ہم نہیں جانتے ہمارے مقابلہ میں زہیر بن قیس حبیب بن مظاہرہ برید بن خنیر کو آنا چاہئے تھا یہاں اس وقت سالم سے آگے بڑھا ہوا تھا عبداللہ نے کہا اوقات کے بیٹے تو مجھ سے لڑنے میں اپنی بے عزتی سمجھتا ہے یہ کہتے ہوئے بیمار پر حملہ کیا اور تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ وہ ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو گیا سالم نے ایک دم جھپٹ کو حملہ کر دیا عبداللہ نے اس کی تلوار کو ہائیں ہاتھ پر روکا تو انگلیں کٹ گئیں مگر دھن ہاتھ سے اس پر ایک ایسا وار کیا کہ اسے بھی ڈھیر کر دیا اور جوش میں آ کر شعر پڑھنے لگے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے نہیں پہنچا نئے ہو تو پہچان لو تو میں خاندان کلب کا ایک فرزند ہوں میرے حسب و نسب کے لئے اتنا کافی ہے کہ قبیلہ علیم میرا گھرانہ ہے میں بڑی قوت والا ہوں اور مصیبت کے وقت پست بھتی سے کام لینے والا نہیں ہوں۔

عبداللہ کی بیوی کو اپنے شوہر کی بہادری دیکھ کر جوش آگیا خیمہ کی ایک چوب ہاتھ میں لی اور آگے بڑھ کر کہا میرے ماں باپ تم پر قربان خواہ رسول کی طرف سے لڑتے جاؤ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور چاہا کہ انہیں خیمہ میں پہنچا دیں مگر وہ ماننے والی نہیں تھیں عبداللہ کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی جس سے دشمن کا خون لپک رہا تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیں کٹ گئی تھیں جن سے اب وہ رہا تھا پھر بھی انہوں نے پوری قوت کے ساتھ بیوی کو واپس کرنا چاہا مگر جوش حرص میں بھری ہوئی خاتون نے اپنا ہاتھ عبداللہ سے چھڑا لیا

اور کہا میں تمہارا ہاتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گی تمہارے ساتھ میں بھی جان دوں گی امام عالی مقام نے آواز دی خدا تعالیٰ تم دونوں کو اہل بیت رسالت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ بی بی تم واپس چلی آؤ کہ عورتوں پر قتال واجب نہیں حضرت کے حکم کو من کر وہ واپس آ گئیں۔

امام عالی مقام کے ساتھیوں کی شجاعت اور شہادت

کوئی شکر سے یزید بن معقل لکھا امام عالی مقام کی طرف سے برید بن خنیر نے بڑھ کر ان کے سر پر ایسی ضرب کاری لگائی کہ تلوار یزید بن معقل کی خود کو کاٹی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی اور وہ واصل جہنم ہو گیا۔ اسے میں رضی برید سے پست گیا دونوں میں کشمی ہونے لگی آخر برید رضی کو گر اس کے سینہ پر سوار ہو گئے رضی چلایا تو کعب نے دوڑ کر برید کی پیٹھ میں نیزہ مارا اور وہ شہید ہو گئے۔

پھر امام عالی مقام کی طرف سے حرا لکھے ان کے مقابلہ کے لئے یزید بن سلیمان آیا حرا نے ایک ہی وار میں اسے ڈھیر کر دیا حرا کے بعد نافع بن بلال آگے بڑھے ان کے مقابلہ میں مزاتم بن حربٹ آیا نافع نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابھی تک لڑائی اسی انداز میں ہو رہی تھی کہ دونوں طرف سے ایک ایک جواب میدان میں آئے لیکن کوفیوں کی طرف سے جو بھی آتا وہ نفع کے نہ جاتا یہ حال دیکھ کر عمرو بن حجاج چلایا اسے بے وقوف کو فدا تمہیں نہیں معلوم تم کن لوگوں سے لڑ رہے ہو یہ سب موت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں ان کے مقابلہ میں ایک ایک کر کے ہرگز نہ جاؤ عمرو بن حد نے اس کی رائے کو پسند کیا اور اس طرح لڑائی کرنے سے منع کر دیا پھر عمرو بن

حجاج نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھ امام عالی مقام کے میمنہ پر عام حملہ کر دیا کچھ دن تک جنگ ہوئی جس میں حضرت کے ایک چائٹا راستھی مسلم بن عوجہ شہید ہو گئے اس کے بعد شمر ایک بڑی جماعت کے ساتھ امام کے میسرہ پر حملہ آور ہوا اور اس حملہ کے ساتھ ہی یزیدی لشکر چاروں طرف سے امام کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا بڑی زبردست جنگ ہوئی امام کے ساتھ کل ۳۲ سوار تھے لیکن جدھر وہ رخ کرتے تھے کوفیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے یہاں تک کہ یزیدی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی ابن سعد نے فوراً پانچ سو تیرا اندازوں کو بھیجا انہوں نے پہنچ کر جینی لشکر پر تیروں کی بارش کر دی جس سے تمام گھوڑے زخمی اور بے کار ہو گئے لیکن امام عالی مقام کے چائٹا ہمت نہیں ہارے گھوڑوں سے اتر پڑے بہادری و بے جگرگی کے ساتھ لڑتے رہے اور کوفیوں کے چٹکے چھڑا دیے ایوب بن مشرغ کہتا تھا خدا کی قسم حرمین یزید کے گھوڑے کو میں نے تیر مارا جو اس کے حلق میں اتر گیا پس وہ گھوڑا اگر پڑا اور اس کی پیٹھ پر سے ج اس طرح کود پڑا جیسے شیر پھر وہ تلوار کھینچ کر میدان میں آ گیا اور ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میرے گھوڑے کو بے کار کر دیا تو کیا ہوا میں حشر بہر سے زیادہ بہادر اور شریف ہوں اور وہی ابن مشرغ یہ بھی کہتا تھا کہ حرکی طرح تلوار چلتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ (طبری صفحہ ۲۶ جلد دوم)

جب ظہر کا اول وقت ہو گیا تو امام عالی مقام نے فرمایا کوفیوں سے کہو ہمیں نماز پڑھنے کی مہلت دیں اس پر بد بخت حصین بن نمیر نے کہا تمہاری نماز قبول نہ ہوگی حبیب بن مظاہر نے جواب دیا او گدھے! تو سمجھتا ہے کہ فرزند رسول ﷺ کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری قبول ہوگی؟ یہ سن کر ابن نمیر آگ بگولہ ہو گیا اس نے حبیب پر

حملہ کر دیا حبیب نے اپنے آپ کو بچا لیا اور بچت کو اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار کا تیر مار کر کیا کہ وہ آگے کے دونوں پاؤں اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور ابن نمیر اس کی پیٹھ سے لڑا لیکن کوفیوں نے دوڑ کر اسے بچا لیا پھر بہت سے کوفیوں نے حبیب کو گھیر لیا وہ اب تک ان سے بڑی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے لیکن تنہا ایک بہت بڑی جماعت کا وہ اب تک مقابلہ کر سکتے تھے آپ تھک گئے تو ایک قیدی نے آپ مہر نیزہ سے وار کیا آپ گر گئے اور وہ ابھی اٹھ ہی رہے تھے کہ ابن نمیر نے آپ پر تلوار ماری آپ پھر گر گئے اور قیدی نے گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ دیا۔

حبیب کی شہادت سے امام عالی مقام کے دل پر بڑا زبردست اثر پڑا فرمایا کہ میں نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کی جان کو خدا تعالیٰ کے حوالے کیا جس نے جب امام کو غمزدہ دیکھا تو ہنسنے لگا بہتے ہوئے میدان میں نکلے ساتھ میں زہیر بن قیس بھی رہے دونوں نے بہت شہادت کی ان میں سے ایک حملہ کرتا اور جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا دوسرا حملہ کر کے اسے بچاتا تھا اسی طرح دیر تک یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے آخر میں بہت سی فوج نے حرکت کو گھیر لیا اور وہ شہید کر دیے گئے اب زہیر تبارہ گئے لیکن دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کیا پھر تلوار چلاتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے۔ (طبری صفحہ ۲۷ جلد دوم)

انالله وانا الیہ راجعون

ہاشمی جوانوں کی بے مثل بہادری اور شہادت

ہاشمیوں میں امام عالی مقام کے ساتھیوں کی وفاداری کا یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ رہا کہ جب تک ان میں ایک بھی باقی رہا امام پاک کے بھائی اور بیٹے بھتیجے وغیرہ کسی بھی

بنی ہاشم کو انہوں نے لڑنے کے لئے میدان میں نہیں جانے دیا بلکہ ان کے کسی ایک فرد کو کوئی گزند بھی نہیں پہنچنے دیا حالانکہ اس درمیان میں کوفیوں کی طرف سے بڑی زبردست تیروں کی بارش بھی ہوئی مگر اس کے باوجود ایک دشمن بھی کسی ہاشمی جوان یا بچہ کو لگنے کا تاریخ میں پتہ نہیں چلتا ان سب کی شہادت کے بعد اب اسد اللہ غالب کے شیروں سید و زہرا کے دلاوروں اور سید الانبیاء کے جگر پاروں کے لڑنے کی باری آئی ان کی اسد الہی تلواروں کے حملوں سے شیر دل بہادر بھی چیخ اٹھے انہوں نے ضرب و جرح کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے خون سے پوری زمین کربلا رنگین ہو گئی اور کوفیوں کو ماننا پڑا کہ اگر ان لوگوں پر تین دن پہلے پانی بند نہ کیا جاتا تو ہاشمی خاندان کا ایک ایک جوان پورے لشکر کو تباہ و برباد کر دالتا۔

اولاد عقیل کی شہادت

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے امام عالی مقام سے راجح میں سر کٹانے کی اجازت طلب کی آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے فرمایا بیتا میں تمہیں کیسے اجازت دے دوں ابھی تمہارے باپ کی جدائی کا داغ میرے دل سے نہیں ہٹا ہے عرض کیا میں نے اپنے باپ کے پاس جانے کے لئے بے قرار ہوں حضرت نے ان کا شوق شہادت دیکھ کر اجازت دے دی اس ہاشمی جوان نے میدان میں آ کر مقابلہ کے لئے پکارا کوئی لشکر سے قداہ بن اسد جو بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا وہ آپ سے لڑنے کے لئے نکلا تھوڑی دیر تک دونوں میں تلوار چلتی رہی آخر عبداللہ نے تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ وہ کھیرے کی طرح کٹ کر زمین پر آگرا پھر کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ تنہا آپ کے مقابلہ

میں آتا آپ شیر بہر کی طرح ان پر حملہ آور ہوئے صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے ان میں کھستے چلے گئے بہتیروں کو زخمی کیا اور کئی ایک کو جہنم میں پہنچایا آخر نوفل بن مزاحم میری نے آپ کو نیزہ مار کے شہید کر دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جعفر بن عقیل اپنے بھتیجے عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد اشکبار آنکھوں کے ساتھ میدان میں آئے اور سید و زہراؑ کی مدد میں مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہوں ہاشمی نسل اور غالب کے گھرانے کا ہوں بے شک ہم سارے قبیلوں کے سردار ہیں اور حسین تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں پھر آپ نے لڑنا شروع کیا اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ بہت سے بزدلوں کو خاک و خون میں ملا دیا دشمن جب تلوار سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکے تو چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کی بارش شروع کی آخر عبداللہ بن عزمہ کے تیرے سے شہید ہو کر آپ بہشت بریں میں جا پہنچے۔

حضرت عبدالرحمن بن عقیل اپنے بھائی کو خاک و خون میں غلطی دیکھ کر بے چین ہو گئے اور بھوکے شیر کی طرح کوفیوں پر بھپٹ پڑے صفوں کو درہم برہم کر دیا اور دشمنوں کے خون سے میدان کو لالہ زار بنا دیا۔

آخر عثمان بن خالد جہنی اور بشیر بن سوط ہمدانی نے مل کر آپ کو شہید کر دیا دونوں بھائیوں کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن عقیل شیر بہر کی طرح میدان میں کود پڑے اور شیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے بہادروں کے دانت کھٹے کر دیے اور بہت سے کوفی جہنم میں پہنچا دیئے آخر میں عثمان بن اشیم جہنی اور بشیر بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

فرزندان مولا مشکل کشا

اولاد عقل کی شہادت کے بعد اب فرزندان حیدر کرار کی باری آئی یہ وہ شیر تھے جن کی رگوں میں شیر خدا کا خون گردش کر رہا تھا اب جب کہ عقل کے فرزندان خون شہادت میں نہا چکے اولاد امیر المومنین سیدنا علی میں اولیت شہادت اور خلعت پر خون حاصل کرنے کے لئے خلیفہ بلا فصل ابو بکر صدیق کے ہم نام حضرت ابو بکر بن علی نے آگے بڑھ کر امام کی خدمت میں عرض کی بھائی جان مجھے بھی اجازت مرحمت ہو آپ نے فرمایا بھائی تم ایک ایک کر کے مجھ سے جدا ہوئے جا رہے ہو انہوں نے کہا پیارے بھائی آج میرے پاس اس جان کے سوا اور کچھ نہیں وہ آپ پر شمار ہے اس کو قبول فرما لیں اور مجھے اجازت دیں آپ نے مجبوراً اجازت دی میدان میں تشریف لائے انہوں نے لڑنے شروع کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ میں شیر خدا کا فرزند ہوں جدھر بڑھتے کشتوں کے پستے لگا دیتے آخر دشمنوں سے نڈھال ہو کر قذافیہ موصلی کے نیزے اور عبد اللہ بن عقبہ عفری کے تیرے جام شہادت نوش فرمایا ان کے بعد ان کے دوسرے بھائی عمر بن علی جو خلیفہ برحق خلیفہ ثانی عمر فاروق کے ہم نام تھے بہ اجازت امام پاک میدان میں آئے اور خداوند اوقات اور طاقت سے بہت سے یزیدیوں کو مارتے اور کاٹتے ہوئے جنت الفردوس میں سدھارے اس کے بعد ان تیسرے بھائی عثمان بن علی جو خلیفہ برحق خلیفہ ثالث عثمان ذی النورین کے ہم نام تھے اپنے دو بھائیوں کا خون زمین پر بہتا ہوا دیکھا تو آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی ادھر اپنے بھائی امام پاک کی خدمت کا جذبہ رگوں میں خون بن کر دوڑنے لگا تو آگے بڑھ کر عرض کی جہاں آپ

کے دو جاننا خلعت فاخرہ شہادت زیب تن کر گئے وہاں ایک طرہ مجھے بھی عطا ہو کہ میں بھی آپ کا بھائی ہوں امام پاک نے فرمایا تم میری عظمت کا تاج ہو جاؤ اور کوثر پر تشفی بجھاؤ میں بھی تمہارے پاس آنے والا ہوں حضرت عثمان بن علی امام پاک سے اجازت لے کر میدان میں خوب لڑے اور ایسے گراں ہار حملے کئے کہ سواروں کو گھوڑوں پر نشست دو بھر ہو گئی اور پیدل پس پس کر رہ گئے آخر دشمنوں سے چور ہو کر خولی بن یزید اشجعی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کر کے جنت میں پہنچے پھر امام پاک کے چوتھے بھائی حضرت جعفر بن علی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اب چاٹاری کا مستحق میں ہوں امام پاک نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا بھائی جان بہادری کے جوہر تمہاری پیشانی سے چمک رہے ہیں لیکن انہوہ کثیر سے تن تنہا لڑ کر کوئی واپس نہیں آیا اس لئے بہتر ہوگا کہ مبارز طلب کر کے ایک ایک سے لڑو حضرت جعفر نے کہا بھائی جس سر میں چاٹاری اور چاٹاری کا سودا ہو اس میں قلت و کثرت کی فکر کہاں سنا سکتی ہے اب تو واپس آنے کی نہیں بلکہ آپ پر جان قربان کر کے جنت الفردوس میں ابا جان کے پاس جانے کی آرزو ہے۔ امام پاک ان کو سینے سے لگایا اور دیر تک روتے رہے حضرت عباس بن علی کے علاوہ یہ آخری بھائی رہ گیا تھا جو جدا ہوا تھا غرضیکہ امام پاک کی اجازت سے میدان میں آئے اور داد شہادت دے کر جنت کو سدھارے شہادت فرزندان امام حسین بن علی چاروں بھائیوں کی شہادت کے بعد حضرت امام کے حقیقی بیٹے عبداللہ بن حسن آگے بڑھے اور عرض کیا اے بیچا جان! مجھے بھی لڑنے کی اجازت مرحمت فرمائیے امام پاک نے ان کو سینے سے لگایا اور بہت سمجھایا مگر سوائے اجازت دینے کے کچھ بن نہ آیا اور شیر پیشہ شجاعت میدان کا

رزدار ہیں آئے اور تلوار بلند کی وہ جو ہر دکھائے کہ لشکر اعداء میں کھلبلی مچ گئی و بہت کر دیا کہ میں شیر خدا کا پوتا ہوں عمرو بن سعد نے کہا اس جوان کو گھیرے میں لو اور قتل کرو و خنزی بن عمرو شامی پانچ سو سواروں کے ساتھ آگے بڑھا اور آپ کو گھیرے میں لے لیا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر دشمنوں سے چور چور ہو کر جام شہادت نوش فرمایا

سیدنا قاسم بن حسن

حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد امام پاک کی بارگاہ میں گلشن رسالت کا دوسرا مہکتا ہوا پھول قاسم بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوا علی حسب اختلاف روایات اصح قول کے مطابق ان کی عمر ۹ برس ہے یہ وہ جوان ہے جس کے ساتھ امام پاک کی تخت جگر سیدہ سکینہ کا مستقبل وابستہ ہے۔

یہ نونے ہوئے دلوں کا سہارا آل رسول کی آنکھ کا تار امرایا التجاہین کر عرض گزار ہے ہم محترم میں بھی راہ حق میں سرکنانے اور اہل جان کے پاس جانے کے لئے بے قرار ہوں مجھے بھی اجازت مرحمت ہو امام پاک نے اس نور نظر کی طرف دیکھا اور فرمایا بیٹا تمہیں کس بات کی اجازت دوں کیا تیروں سے چھٹی ہونے کی اجازت دوں تلواروں سے کٹنے کی اجازت دوں آہ اتم تو میرے بھائی حسن بھٹی کی نشانی ہو حضرت قاسم نے کہا بیٹا جان! خدا کے لئے مجھے ان دشمنوں سے لڑنے کی اجازت دیجئے اور مجھے اپنے اوپر ثار ہونے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے امام پاک نے اشک بار آنکھوں سے قاسم کے چہرے پر محبت کی نگاہ ڈالی اور ان کے ماتھے کو چوما اور سینے سے لگایا اور رخصت کر دیا اللہ اللہ امام پاک نے نہ اپنے جوان بیٹے کے شباب کو دیکھا اور نہ اپنی بیٹی کے مستقبل کو

ایسا دیکھا تو صرف یہ دیکھا کہ گلشن اسلام خزاں کا شکار نہ ہونے پائے اس کی سرسبزی اٹل والی کے لئے اپنے خاندان کے جوانوں کا خون بھی دینا پڑے تو وہ دیا جائے۔ حضرت قاسم میدان میں آئے اور یزید یوں کو مخاطب کر کے فرمایا اودین کے دشمنو! اور اپنے نبی کا گھرانہ اجازت دے والو! میں قاسم بن حسن بن علی ہوں میں خاندان رسالت کا چشم و چراغ ہوں میں گلشن بتوں کا مہکتا ہوا پھول ہوں۔ آؤ مجھے بھی تیروں سے چھٹی کا کرو تلواروں سے گھائل کرو اور میرے لئے جنت کا راستہ کھول دو تم میں کون ہے جو تمہارا مقابلہ کرے؟ ابن سعد ملعون نے ایک سالار لشکر ارزق ثامی سے کہا کہ اس نو جوان کو قتل کرو ارزق نے کہا واہ جٹا آپ نے خوب میری قدر کی میں وہ بہادر ہوں جو سینکڑوں ہزاروں کا مقابلہ کر سکتا ہوں اس بچے کے مقابلہ میں جانا میری تو بین ہے ابن سعد نے برہم ہو کر کہا کہ تو نہیں جانتا یہ کون ہے؟ یہ شیر خدا کا پوتا ہے تین دن کا پیاسا ہے پھر بھی اس کی ہمت و شہادت کو دیکھنا ہے تو ذرا سامنے ہو جا اس نے کہا میں تو نہیں جانتا البتہ لشکر میں میرے چار بیٹے ہیں ان میں سے ایک کو بھیجتا ہوں اس کے لئے تو وہ ایک ہی کافی ہے چنانچہ اس نے اپنے لڑکے کو بھیجا وہ آپ کے مقابلے میں آیا آپ نے اس کا مقابلہ کیا اور چند منٹوں میں اس کو تڑپا کے رکھ دیا اور اس کی نگوار جو بہت اچھی تھی وہ چھین لی ارزق کے دوسرے بیٹے نے اپنے بھائی کو خاک و خون میں ترپتے دیکھا تو غصہ میں دیوانہ ہو کر آگے بڑھا کہ اپنے بھائی کا انتقام لے آپ نے اس کو بھی قتل کر دیا ارزق کا تیسرا بیٹا بھی غیظ و غضب کا پتلا بن کر آگے بڑھا اور آپ کے سامنے آ کر آپ کو گالیاں دینے لگا آپ نے فرمایا اول اللہ کے دشمن تیری گالیوں کا جواب میں گالیوں سے نہ دوں گا یہ ہماری شان نہیں البتہ تجھے تیرے بھائیوں کے

پاس جہنم میں پہنچا دینا ہوں یہ کہہ کر اس پر حملہ کیا اور اس کو چیر کر رکھ دیا اور رزق نے جب اپنے تین بیٹوں کا انجام بد دیکھا تو غصے سے لال پیلا ہو کر دھاڑنے لگا اور خود مقابلے کے لئے آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ اس کا چوتھا بیٹا بے ہودہ کلمات کہتا ہوا آگے بڑھا اور کہنے لگا اے باپ ذرا صبر جائے اس کو جو ان سے دودھ ہاتھ لینے دے وہ بھوکے شیر کی طرح آپ پر حملہ آور ہوا آپ نے اس کے وار کو اپنی تلوار پر روکا اور پھر اس پر اس طرح وار کیا کہ اس کو بھی جہنم رسید کردیا اب تو اس رزق کا حال قابل دید تھا اس کا سارہ اغرو خاک میں مل چکا تھا اور اس کی زندگی کی پوری کمائی لٹ چکی تھی وہ غیرت جواب تک قاسم کو بچے سمجھ کر مقابلہ پر جانے سے روک رہی تھی اب ختم ہو چکی تھی وہ عالم غیبا و غضب کی آگ میں جتا ہوا آگے بڑھا کہ اپنے بیٹوں کا انتقام لے اور ایک ہی وار میں اس کو جو ان کو ختم کر دے لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے مقابلے میں وہ جوان ہے جس کے بازوؤں میں قوت ربانی کام کر رہی ہے وہ مقابلے میں آکر ہاتھی کی طرح چٹکھانے اور شیر کی طرح دھاڑنے لگا اس کی تلوار فضا میں رعد و برق بن کر چمک رہی تھی جوں ہی اس کی نظر حضرت قاسم کی تلوار پر پڑی جو آپ نے اس سے لڑنے سے چھینی تھی کہنے لگا خدا کی قسم! یہ تلوار میں نے ایک ہزار دینار میں خریدی ہے اور ایک ہزار دینا دے کر اسے زہر کا بھجوا دیا ہے یہ تمہارے ہاتھ میں نہیں رہنے دوں گا بلکہ اسی کے ساتھ تمہیں قتل کروں گا آپ نے فرمایا تیرے بیٹے اس کا مزہ چکھ چکے ہیں اور تو بھی خاطر جمع رکھ ابھی تجھے بھی اس کا ذائقہ چکھنا ہے گا پھر آپ نے الحرب خدوہ کے پیش نظر فرمایا رزق! ہم تو تجھے ایک نیروا زما بہادر سمجھتے تھے مگر تو تو نہایت ناتجربہ کار ہے تجھے تو گھوڑے کی زین سے کاٹھی سلیقہ نہیں وہ جھٹک کر کسی ہوئی زین کو دیکھنے

لگا آپ نے اسی وقت ایک ایسا کاری وار کیا کہ اس کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا اور ایک دست لگا اپنے گھوڑے سے اس کے گھوڑے پر چاہیٹھے اور فوراً دونوں گھوڑوں کے ساتھ بیٹوں کی طرف آگئے امام پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا و اعماہ اعطش اعطش اگر ایک پیالہ پانی کامل جائے تو ابھی ان سب کو نیست و نابود کروں گا امام پاگل نے فرمایا چنانچہ عنقریب ساقی کوڑ کے ہاتھ سے جام پیو گئے دیکھو اس کے بعد پھر تمہیں پیاس کبھی نہ ستائے گی دیکھو تمہارے والد تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں جاؤ ان کے پاس پہنچنے کا وقت آگیا ہے اور ان کو میرا سلام کہنا حضرت قاسم پھر میدان میں آئے ابن سعد نے کہا یہ لو جوان ہمارے بہترین جوانوں کو قتل کر چکا ہے اب اس کو مہلت نہ دو چنانچہ اس کے حکم سے دشمنوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور آپ پر حملہ کر دیا ایک شقی ثیث بن سعد اور بعض روایات کی رو سے سعد بن عمرو بن نضیل ازدی نے آپ کو شہید کر دیا امام پاک نے دشمنی بھینچے کو گود میں لیا اور آپ کی گود میں روح پر واز کر لی حضرت قاسم کی شہادت کے بعد ان کے بھائی حضرت عمر حضرت ابو بکر نے جام شہادت نوش فرمایا۔

واللہ وانا الیہ راجعون

عون و محمد کی شہادت

ہمارے بھتیجیوں کی شہادت کے بعد عبداللہ بن جعفر طیار کے صاحبزادے عون و محمد امام عالی مقام کی ہمیشہ سیدہ زینب کے جگر کے ٹکڑوں اور آپ کے بھانجوں کی باری آئی بعد متفق علامہ شیخ عباس قتی نے منتہی الآمال صفحہ ۷۳ میں لکھا ہے عون کی والدہ سیدہ سب نہیں اور محمد کی والدہ خوصا بنت خوص عبداللہ بن جعفر طیار کی دوسری بیوی تھیں اور

ان کے ایک لڑکے کا نام معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار تھا دیکھو شیعہ کی کتاب مفتی
الامال صفحہ ۳۵۰ میں چمن زہرا کے جنتی پھولوں نے آگے بڑھ کر عرض کی حضور
ہمیں بھی مزار ہونے کی اجازت مرحمت ہو امام پاک نے فرمایا نہیں تمہیں اس لئے
اپنے ساتھ نہیں لایا تھا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے تیروں کا نشانہ بننے اور نیزوں پر
اچھلتے دیکھوں تم اپنی ماں کے پاس رہو عون و محمد نے کہا ماموں جان امی جی کا یہی حکم
ہے دیکھو وہ بھی سامنے کھڑی ہیں امام پاک نے اپنی بہن سیدہ زینب کی طرف دیکھ کر
کہا میری بہن کچھ خیال کرو مجھ پر صدیوں کے پہاڑ نہ توڑو میں کن آنکھوں سے ان
پھول سے بچوں کے سینوں سے تیر اور نیزے پار ہوتے دیکھوں گا سیدہ زینب کہہ رہی
تھیں بھیا میرے پیارے بھیا کیا اپنی بہن کا یہ حقیر ہدیہ قبول نہیں کرو گے اگر تم نے
میرا یہ ہدیہ قبول نہ کیا تو میں اپنی ماں زہرا ہاتل کو کیا جواب دوں گی جب وہ پوچھیں گی
بٹی تم نے اس وقت کیا نذر پیش کی تھی جب شہزادہ سرور کو نین کے حضور جانوں کے
ہدیے پیش ہو رہے تھے میرے دو بی فرزند ہیں دونوں تجھ پر قربان ہیں اس کے ساتھ
ہی سیدہ کی ہچکیاں بندھ گئیں امام پاک نے اشک بار آنکھوں سے اپنی بہن کو دیکھا دل
پارہ پارہ ہو گیا اور دونوں بھانجیوں کو سینے سے لگا لیا اور رخصت کر دیا ماں دیکھ رہی تھی کہ
میری آنکھوں کے تارے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یزیدی بادلوں میں روپوش ہونے جارہے
ہیں ان کے جاتے ہی دشمن ان پر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے مگر اس صبر والی
ماں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا مولا جو تیری رضا و
ہماری رضا۔

چمن زہرا کے جنتی پھول حضرت جعفر طیار کے پوتے اور مولا مشکل کشا

میدان کارزار میں دشمنوں کے سامنے گئے دونوں بھائیوں نے وہ شجاعت کے
دھائے کہ مظلوف اعداء میں پھیل برپا ہو گئی آخر بہت سے یزیدی ملعونوں کو
ماتے اور کاٹتے ہوئے خود بھی تیروں اور تلواروں کا نشانہ بن کر بہشت بردیں میں
پہنچے حضرت عون کو عبداللہ بن قطنہ اللطانی نے اور حضرت محمد کو عامر بن نضیل نے
سید کیا امام پاک کے رفقاء ان کی لاشیں اٹھا کر لے گئے اور خیموں کے پاس لاکر رکھ
دئے اتنے میں سیدہ زینب بھی آگئیں امام پاک نے فرمایا لو بہن تمہاری قربانی بھی
دلوں ہو گئی آؤ اپنے شہیدوں کی زیارت کر لو ماں نے جب اپنے فرزندوں کی کٹی پھٹی
لاشوں کو دیکھا تو لاشوں کے اوپر گر گئیں اور بلائیں لیتے ہوئے کہا اے کاش! تمہاری
لش تمہاری ماں ہوتی۔

شہادت حضرت عباس بن علی

ایک عزیز کا بچہ ناامام پاک کے لئے اس قدر روح فرسا تھا کہ آپ زانوئے غم پر
کھڑے ہو کر ہلا پر بیٹھ جاتے اور کبھی آسمان کی طرف نگاہ کر کے اپنے وقت شہادت
کا باقی ماندہ گھڑیاں گنتے کبھی درد رسیدہ مظلوم عورتوں کی طرف نگاہ حسرت
ساتے بس ایک شہزادہ علی اکبر جلو میں ہے اور ایک قوت بازو عباس طہر دار سامنے
اب امام مظلوم کی کمر لٹوئے کا وقت قریب آ رہا ہے ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹنے والے
ہیں لئے انتہائی صبر و ضبط کی طلب میں جیں نیاز جھکائے ہوئے اپنے خالق و معبود
سے عرض و معروض میں محو ہیں جب جنین انور محمد و خالق سے راز و نیاز کی منزلیں
کے بلند ہوئی تو حضرت عباس طہر دار نے عرض کی اب تو غلاموں میں کفش

پردار کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا بچوں کے دل جوانوں کا جہاد بوزھوں کے گھر ہاتھوں سے چلتی ہوئی تلواریں دیکھیں اور جس سے اب تک سوائے علم بلند رکھتے۔ اور کوئی کارگزاری نہیں ہوئی وہ آپ کا یہ غلام عباس ہے۔

نور ویدہ بتول اب تو خون رگیں توڑ کر راہ خدا میں بہہ جانے کی حسرت میں سرگرم ہے ازراہ کرم مجھے بھی اجازت دے کر میری قسمت کا ستارہ بھی چمکا دیجئے صبر و رضا کے پیکر امام پاک نے اپنے بھائی کا سر سینے سے لگایا آنکھوں سے کچھ محبت اور کچھ دروغم کے آنسو موتیوں کی شکل میں رخساروں پر چمکتے ہوئے بہنے لگے دیر تک یہ سے لگانے کے بعد فرمایا کیا کروں مشیت الہی میں چارہ نہیں راضی بہ رضا ہوں پھر ساقی کوثر کے لعل انچوں کی پیاس ان کی ماؤں کے صبر کو ستر نزل کر رہی ہے وہ تھکی۔ عالم میں سخت بے قرار ہیں اور ان کی بے قراری ان کی ماؤں کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی ہے سنتے ہی عباس علمبردار خیمے کی طرف چلے داخل ہوتے ہی سید سکینہ اور علی اصغر کی تھکی کا وہ عالم دیکھا کہ تڑپ گئے علی کے شیر نے غصہ میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا افسوس فرات سامنے ہے اور یہ بچے پانی کی ایک ایک بوند کو توڑتے ہیں ابھی فرات پر جاؤں گا اور پانی لا کر ان بچوں کی پیاس بجھاؤں گا یہ سنتے ہی سید زہب کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا وہ پکاریں بھیا کیا نہر کے کنارے فولا دین ڈوبی ہوئی فوج کی دیوار کے مقابل اکیلے جاؤ گے؟ عباس علمبردار نے کہا میری بہن تمہیں تشویش کیا ہے اگر وہاں غرق آہن فوج ہے تو کیا تمہارے بھائی کے ہاتھ میں خارا شکاف نہیں ہے؟ حیدر کے شیر کی امت افزابات سے پیاسوں کو کچھ نہ عارس اول اور ٹوٹے ہوئے دل سینوں میں بندھ گئے مشکیزہ شانے پر لٹکایا اور فرات کی طرف

خیمے میں داخل ہوئے تو بطور اتمام حجت فرمایا۔

یوسف ایشامیو اللہ تعالیٰ سے ڈرو، رسول اللہ ﷺ سے شرمناؤ، حیف صدحیف! تم نے رسول کو بلایا اور پھر ان سے بے وفائی کی دشمنوں سے مل کر ان پر پانی بند کیا ان سے رقتاء اعزاء قربا کے سر کاٹنے رسول زاد یوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو ایک ایک پانی سے ترسار رہے ہو۔

یوسف ایشامی تو یہ کار ووازمہ تم میں سے بعض کے لئے کھلا ہے اب بھی وقت ہے ظلم و ستم دلوں کو رسول کے قتل سے باز آجاؤ لشکر اشدقیا میں سے شمر ذی الجوش شیث بن ربیع، حجر بن العباد تینوں نے سامنے آکر کہا اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے تو پھر بھی ہم لوگ کسی پانی کا ایک قطرہ تک نہ لینے دیں گے یہ سنتے ہی حیدر کرار کے شیر کو جال آگیا انہوں نے ایک نعرہ شیرانہ لگایا اور فرمایا کہ یہ سرکٹ سکتے ہیں لیکن فاسق فاجر اور ظالم سے سامنے جھک نہیں سکتے یہ فرما کر تلوار آبدار کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کا جملہ دشمنوں پر قہر خدا تھا۔ گھوڑے بھڑکنے لگے، سواروں کے ہاتھ سے تلواریں اٹھنے لگیں، ہزدل فراری ہرنوں کی طرح بھاگے اور آپ ان کو مارتے اور کاٹتے سارے لشکر کے قریب پہنچ گئے۔ نہر پر سینکڑوں مسلح سپاہی بہ طور پہرے دار مقرر تھے وہ سب نے سامنے آگئی دیوار بن گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا تم لوگ مسلمان ہو گے انہوں نے کہا مسلمان۔ آپ نے فرمایا کیا تمہاری مسلمانی یہی ہے کہ فرات کے پانی پر ہند سیراب ہوں اور جس ذات کا کلمہ پڑھتے ہو اس کے بیٹے اور بیٹیاں اور

یزیدی فوج کے سپاہی امیر لشکر عمرو بن سعد کا حکم لے کر پہنچ گئے اور نہر پر متعین سپاہیوں سے کہا: امیر لشکر کا حکم ہے کہ پانی کی بوتل بھی خیمہ حسین رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے پائے۔ یہ حکم سن کر یزیدی لشکر نے نیزے تان لئے، شیر خدا کے شیر نے ایک جست لگائی اور صف اعداء کو چراتے ہوئے گھوڑا آگے بڑھایا اور فرات میں داخل کر دیا۔ پیاسے ہشتی نے ایک چلو پانی کا لیا مگر اہل بیت کی پیاس پینے سے نالغ ہوئی۔ یہ کہہ کر پانی پھینک دیا اسے عباس تم نہر پر اپنی پیاس بجھانے نہیں آئے جب تک علی اصغر اور سکینہ کی پیاس نہ بجھاؤں نہیں پانی پیتا روا نہیں۔ حضرت عباس نے مشک بھری اور ہاتھیں شانے پر ڈال کر باہر نکلے چاروں طرف سے غل ہوا کہ اگر یہ مشک خیمہ حسین تک پہنچ گیا تو ساری محنت بے کار ہو جائے گی اس کا راستہ روکوا اس سے مشک چھین لو، پانی بہا دو، ادھر سقائے اہل بیت کی پوری کوشش یہ تھی کہ کسی طرح یہ مشک پیاسوں کے خیمہ تک پہنچ جائے۔ آپ چاہتے تھے کہ گھوڑا اڑا کر خیمہ تک پہنچ جائیں مگر سامنے سے کئی سویرے مشک کا رخ کئے نظر آئے۔ آپ مشک کی حفاظت میں ایک طرف ہٹ گئے یہاں تک کہ فوج کی دوسری سمت سے اس قدر قریب ہو گئے کہ اب دونوں طرف سے گھر گئے۔ جب آپ نے اپنے آپ کو دشمن کے گھیرے میں دیکھا تو پھر شیر کی طرح جملہ کا اور مصروف اعداء میں کھلبلی مچا دی۔ لاش پر لاش گرنے لگی اور خون کی رو بہنے لگی۔ شیر خدا کے شیر نے ثابت کر دیا کہ میرے بازوؤں میں قوت حیدری اور رگوں میں خون ملی ہے۔ لاشوں کے انبار لگا دیئے کہ ایک شبیٹ زرارہ نامی نے دھوکے سے آپ کے ہاتھیں شانے پر ایک ایسا وار کیا کہ بازوئے علمدار کو شانے سے جدا کر دیا۔ آپ سے مشک فوراً اپنے شانے پر لٹکائی اور اسی ہاتھ سے تلوار بھی چلاتے رہے لیکن اب نہ

علاقہ تھی نہ ایک ہاتھ سے دو کام انجام پاسکتے تھے۔ دفاعی کوشش کرتے کرتے ایک طرف سے فوج کے پہرے پر آپ نے گھوڑا اٹھا دیا کہ شاید راستہ مل جائے۔ مگر اس غازی کی خدمات ختم ہونے کا وقت بڑی تیزی سے قریب آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ نوفل بن الارزق نے دائیں بازو پر بھی ایک وار کیا اور وہ ہاتھ بھی کٹ گیا اللہ اللہ شیر خدا کے فرزند کی ہمت دیکھئے کہ مشک کا تسمہ منہ میں دہا لیا۔ لیکن مشک کے بچانے کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوئی۔ ایک مردود نے تک کر ایک تیرا یا مارا کہ مشک کے پار ہو گیا اور سر اپنی یک لخت بہہ گیا۔ ایک ظالم نے ایک گرز ایسا مارا کہ آپ یا خدا کوئی کہتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑے۔ امام پاک کی زبان پر یہ الفاظ تھے اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے دست و بازو بھائی کی لاش اٹھا کر خیمے میں لے آئے۔

شہادت سیدنا علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب وہ مرحلہ درپیش تھا کہ پتھر دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ بے بسی و بے کسی کی اہلباء ہو گئی۔ اعوان و انصار اور اعضاء و اقرباء کی شہادت کے بعد آنکھوں کے سامنے ایک لہر اڑنے والا منظر تھا کہ سر و چمن حسین، گل باغ مصطفیٰ، نور دیدہ مرتضیٰ، جان چمن کبھی باپ کی ضعیفی کا سہارا، تمام گھر بھر کی آنکھ کا تارا، اہل بیت نبوت کا جھگڑا چراغ، مہم گل رسول، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ جن کو دیکھ کر تصویر پیغمبر آنکھوں میں پھر جاتی تھی اٹھارہ برس کی عمر میں شباب کا عالم ہے، باپ کے سامنے سر پاپا امتحان بن کر حاضر ہوا ہے۔ باپ حضور! مجھے بھی اجازت مرحمت ہو میں بھی راہ حق میں سرکھانے آپ پر شمار ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ دل شکستہ باپ نے ایک نظر

اپنے فرزند ارجمند پر ڈالی اور فرمایا! بیٹا تجھے کس بات کی اجازت دوں؟ کیا تیروں سے چھلنی ہونے اور تلواروں سے کٹنے کی اجازت دوں؟ بیٹا تم تو نانا جان علیہ السلام کی تصویر ہو۔ میں کن آنکھوں سے اس تصویر کو خاک و خون میں مڑپتے دیکھوں گا۔ میری آنکھوں کے نور تم نہ جاؤ مجھے جانے دو۔ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ ان کی پیاس صرف میرے خون سے بجھے گی۔ تصویر رسول نے دست بستہ عرض کی بابا جان! میں آپ کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ مجھے ان ذلیل لوگوں کا قیدی بنا کر نہ چھوڑ جایئے۔ بلکہ بہشت بریں میں جہادِ حضور سرور کائنات ﷺ اور بابا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیجئے۔ اللہ! اللہ! کتابِ امتحان تھا جس سے فاطمہ کالالِ مہر و استقامت کے ساتھ گزر گیا۔ فرمایا اپنا اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے ساتھ وعدہ کر چکا ہوں ورنہ تم جیسے گوہر بے بہا کو کون خاک میں ملاتا ہے۔ اچھا بیٹا جاؤ۔ حسین رضی اللہ عنہ نے بھی آج چھاتی مضبوط کر لی ہے۔ دیکھتا ہوں کہ آزار کش کی سیل کشی دوزی ہے حسینوں کے حسین حضرت یوسف علیہ السلام کے محبوب و مطلوب نبی آخر الزمان کے نواسے کا وہ حسین فرزند ہم صورت بغیر ان اشتیاق میں جا رہا ہے جہاں سے اب تک کوئی واپس نہیں پلٹا تھا۔ اس وقت امام پاک نے یہ نہیں کہا تھا کہ بیٹا میری آنکھوں پر پٹی باندھ دو۔ اب دل چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام آکر سلام کہہ کر انہیں آواز دی جائے کہ خاتم النبیین علیہ السلام کے نواسے کا مہر دیکھئے۔ مظلوم کربلا نے اپنے ہاتھوں سے اٹھارہ برس کے حسین و جلیل جوان کو جنگ کے ہتھیار پہنائے اور گھوڑے پر سوار کرار یا اور فرمایا بیٹا جنت میں پہنچ کر نانا جان کو میرا سلام کہنا اور میرے بابا علی مرتضیٰ اور میری اماں جان کو بھی میرا سلام

کہا۔ حضرت علی اکبر نے اپنے ابا جان اور خیمہ میں کھڑی ہوئی ستم رسیدہ بیبیوں کو امام کہا اور میدانِ کارزار کی طرف چلے اس وقت امام پاک اور اہل بیت کی پاک بیبیوں اور بچوں پر جو گزری یقیناً اس پر عرش الہی مل گیا ہوگا۔

غرض فوجِ اشتیاء کے روہر و تشریف لائے نور جمین سے جمالِ مصطفیٰ و کا پھرے کی تجلی نے میدانِ کارزار کو عالمِ انوار بنادیا۔ میدانِ کربلا میں علی کے ہاتھ نے میان سے شمشیرِ آبِ ذار نکالی اس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوئیں زبانِ اقدس سے یہ جرز پڑھا۔

انا علی بن الحسین بن علی نحن اهل بیت اولی بالنبی

میں علی اکبر ہوں حضرت حسین بن علی کا نور نظر، فرزند ولید، ہم اہل بیت رسول ہیں اور رسول کے بہت زیادہ قربت دار۔ یاد رکھو! میں تمہیں نیزے سے ٹھیک ٹھیک نشانہ لگاؤں گا اور اپنے باپ کی سمایت میں وہ تیغ زنی کروں گا جیسی ہاشمی عربی جوانوں کی تیغ زنی ہوتی ہے۔ یہ فرما کر ایک نعرہ مارا اور فرمایا خالمو! اگر اولادِ رسول ﷺ کے خون کی اس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہوا سے میدان میں بھیج دو۔ زور بازوئے حیدر دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ۔ مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا، کس کے دل میں تاب و دواں تھی کہ اس شیر کے سامنے آتا، جب آپ نے دیکھا کہ کوئی ایک آگے نہیں بڑھتا اور ان کو ابھری لڑائی کی ہمت نہیں کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے گھوڑے کی ناک اٹھائی اور مثلِ صاعقہ ان پر حملہ کیا جس طرف آپ کا رخ ہوتا دشمن بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگتے نظر آتے ایک ایک وار میں کئی کئی سر گرا دیے اور خیمہ پر چمکے تو اس کو نشانہ کیا اور میسرہ کی طرف چلے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں کبھی قابِ لشکر میں غوطہ

لگایا تو کشتوں کے پٹے لگا دیئے۔ ہر طرف شور مچا ہو گیا، دلاوروں کے دل چھوٹ گئے، بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، شہزادہ اہل بیت کا حملہ دشمنوں کے لئے عذاب الہی تھا۔ دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چہستان رسالت کے گل شاداب کو پیاس کا غلبہ ہوا۔ باگ موڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا ابا جان! پیاس کے غلبہ سے سخت بے تاب ہوں اگر پانی ایک پیالہ مل جائے تو ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ امام پاک نے اپنے نور نظر کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشہ شہادت کو دیتے۔ دست شفقت سے چہرہ۔۔۔ کا گرد و غبار صاف کیا اور فرمایا بیٹا! اب تمہاری سیرابی کا وقت قریب آ گیا ہے اب ساقی کوثر کے ہاتھ سے کوثر کا جام پینا جس کی لذت نہ تصور میں آسکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے۔ اس کے بعد تمہیں پیاس کبھی نہ ستائے گی۔ بیٹا جب کبھی میں پیاسا ہو جاتا تھا تو نانا جان محمد مصطفیٰ ﷺ میرے منہ میں اپنی زبان مبارک دے دیا کرتے تھے۔ آج تم اس پیاس کی حالت میں میری زبان چوس لو تمہیں کچھ تسکین ہو جائے گی۔ تشہ شہادت فرزند نے باپ کی زبان مبارک کو چوسا نہیں فی الحقیقہ کچھ تسکین ہوئی۔ دوبارہ رخصت کرتے وقت امام پاک نے اپنی انگوٹھی فرزند ارجمند کے منہ میں رکھ دی، شہزادہ انور نے پھر میدان کا رخ کیا اور لشکر اعداء کے مقابل ہو کر صدا دی۔ اہل من مبارز۔ ہے کوئی جو میرے سامنے آئے عمرو بن سعد نے طارق بن شہید سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ جو نوجوان اکیلا ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو تم میں سے کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس کے بالمقابل ہو۔ آخر اس نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور چہاری صفوں کو درہم برہم کر دیا اور تمہارے بہادروں کو تھق کر دیا وہ بھوکا پیاسا ہے اور تم میں سے کوئی اس سے

مقابلے کی تاب نہیں رکھتا۔ ٹٹ ہے تمہارے دشمنی شجاعت پر اگر کچھ غیرت ہے تو اس نوجوان کا مقابلہ کر کے اس کا کام تمام کر دے۔ اگر تو نے یہ کام انجام دیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ کو موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو فرزند اہل دلاؤ لاہنول کو قتل کر کے اپنی عاقبت بھی برباد کر لوں اور تو بھی وعدہ پورا نہ کرے۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور سخت قول قرار کیا۔ اب طارق بد بخت موصل کی حکومت کے راجے میں گل بستان رسالت کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ سامنے پیشپے ہی اس نے ہم شکل لہا پر نیزے کا حملہ کیا۔ شہزادہ والا تھار نے بہ کمال ہنرمندی اس کا دوار در فہر مار کر اس کے سینہ پر کینہ پر ایک وار نیزے کا ایسا کیا کہ نیزہ سینہ سے پار ہو گیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ شہزادے نے اس کی لاش کو روند ڈالا یہ دیکھ کر اس کے بیٹے عمر بن طارق نے رون و غصہ سے پاگل ہو کر شہزادہ حنظل پر حملہ کر دیا۔ شہزادے نے اس کے حملہ سے اپنے آپ کو بچا کر ایک ہی ضرب حیدری سے اسکو بھی جہنم رسید کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے شعلہ آتشیں بن کر شہزادہ امام پر ٹوٹ پڑا۔ حسین کے تخت جگر نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کو بھی خاک و خون میں ملا دیا۔ لشکر اعداء پر حیدری شیر کی ایسی ہیبت چھائی کہ سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصرع بن غالب کو فرزند حسین کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مصرع نے شہزادے پر نیزے سے حملہ کیا، شہزادہ حسین نے تلوار سے نیزہ اٹھ کر مصرع کے سر پر تلوار سے ایک ضرب حیدری لگائی کہ مصرع دو جگرے ہو کر اسیا ب کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا۔ آخر ابن سعد نے حکم بن حنظل بن نوفل کو حکم دیا کہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ جگر پارہ بتولی علی اکبر

پر حملہ کرے۔ چنانچہ وہ اشتر آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ آور ہوئے، شہزادہ امام بھی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے دشمنوں کو خاک و خون میں ملائے رہے۔ لیکن چاروں طرف سے مسلسل حملوں کی وجہ سے آپ سخت زخمی ہو چکے تھے۔ چونکہ ہر گاہ کا یہ پھول اپنے خون میں نہا گیا۔ مظلوم کر بلا نے بیٹے کی لاش میدان کر بلا پر رکھ کر فرما یا قتل اللہ ما قتلک بابی۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کر کے اے میرے فرزند جنہوں نے تجھے قتل کیا یہ لوگ اللہ و رسول کی آبروریزی پر کس قدر دلیر ہیں اے میرے دلیر تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔ شکر اعداء میں سے حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا ایک خاتون خیمہ سے باہر پردہ اوڑھ کر نکلی وہ یہ پکارتی ہوئی آرہی تھی یا خیارہ و یا ابن اخاہ! اے میرے بھیا اور اے میرے بھیا کے فرزند! اور وہ ہے تاباندہ آ کر علی اکبر کی لاش پر گر گئی میں نے لوگوں سے پوچھا یہ اصل پردہ خاتون کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ ہمیشہ حسین و حسنین بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہے جسے اتنی مصیبت میں بھی اپنے پردہ کا خیال ہے اسی دل و دماغ غم گسار پھوپھی نے شہزادہ امام علی اکبر کو بڑے ناز و نفعت سے پالا تھا ورنہ خیمہ سے اسی شہزادے کی شہادت کا قیامت خیز منظر دیکھ رہی تھی جب پیارے بچے کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھا ہے تاب ہو گئیں یاد اے ضبط باقی شہر ہا لیکن پردے کا پھر بھی خیال رہا با پردہ خیمہ سے باہر نکل آئیں اور بچے کی لاش کے ٹکڑوں پر گر پڑیں مظلوم کر بلا نے دیکھ کر یہ حال دیکھا تو ہاتھ پکڑ کر خیمہ میں لائے اور فرمایا اے اہل بیت رسول اللہ تعالیٰ آج تمہارے صبر کی انتہا دیکھنا چاہتا ہے صبر و ضبط سے کام لو اور آج سب کچھ قربان کر کے اس کی رضا حاصل کرو۔

امام خیمہ سے باہر تشریف لائے اور شہزادہ شہید کی لاش مبارک اور اپنے قلب و جگر کے ٹکڑوں کو اٹھا کر خیمہ کے قریب لا کر رکھ دیا اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر بارگاہ رب العزت میں عرض کیا اے میرے معبود! آج تیرے ایک وفادار بندے نے تیری راہ میں سب سے بڑی نذر پیش کر کے سنت ابراہیمی پوری کی ہے میرے مولا میرا ہدیہ قبول فرما۔

ابن ابی ستم رسیدہ ماں نے اپنے نور نظر کی لاش کو پاش پاش دیکھا تو پھر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور پڑھا۔
اناللہ وانا الیہ راجعون

شہادت علی اصغر

ہمارے بعض بزرگ فرماتے ہیں حسین کی غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ آپ اشتیاء سے جھٹ منانے کے لئے ننھے علی اصغر کے لئے پانی مانگتے اس لئے پانی مانگتے والی روایات موضوع اور جھوٹی ہیں آپ علی اصغر کو جام فرات کی بجائے جام شہادت پلانے کے لئے اٹھائے اور فرمایا

ستم گدا دھرا ہنرا آزمائیں تو تیرا آزمائیں جگر آزمائیں

روایات کا غلط یا صحیح ہونا خدا کو معلوم ہے تاہم اتنا کتب تواریخ میں ضرور درج ہے علی اصغر کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ رہاب نے امام پاک کی خدمت میں عرض کیا میرے سر کے تاج فرط غم اور فاقے سے میرا تو ذودھ خشک ہو گیا ہے اور پانی کا ایک قطرہ نہیں ادا اپنے اس لخت جگر کو دیکھو کہ شدت پیاس سے اس کی کیا حالت ہے مجھ سے تو اس کا انا تڑپنا دیکھا نہیں جاتا میرا تو کلیجہ پاش پاش ہو رہا ہے خدا اس کو لے جائیے اور

ان پتھر دل ظالموں کو دکھائیے اس کی حالت زار دیکھ کر ضرور کسی کو رحم آنے لگا۔ بچوں پر تو کسی کو رحم آجاتا ہے سیدہ رباب کی درخواست پر امام پاک اپنے اس پھول ملی اصغر کو جو ابھی کھلنے بھی نہ پایا تھا گود میں اٹھا کر سینے سے لگائے سیاہ دل دشمنوں کے سامنے پہنچے۔ فرمایا اسے جفا کا قوم! میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں اور یہ طفل صغیر میرا جنت جگر ہے اگر تمہارے زعم باطل میں میں مجرم ہوں تو اس بچے کا تو کوئی جرم نہیں اس کو تو پانی پلا دو دیکھو پیاس کی شدت سے اس کی کیا حالت ہو رہی ہے دشمنو! میرے ہاتھ میں پانی کا پیالہ نہ دو شاید تمہیں اندیشہ ہو کہ اس میں سے میں بھی پی لوں گا پانی کے دو قطرے اس کا خشک گلا تر ہو سکتا ہے اور چند قطرے سے بہتے ہوئے دریائے فرات میں کوئی کمی نہیں آجائے گی۔ بچوں پر تو کافروں کو بھی ترس آجاتا ہے اور تم تو مسلمان کہلاتے ہو کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ بچہ کون ہے؟

افسوس صد افسوس! سنگ دل جفا کار تیرہ بختوں پر کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا بجائے پانی کے ایک بد بخت ملعون حرملہ بن کامل اسدی نے نشانہ باندھ کر اس زور سے ایک تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھیدنا ہوا امام پاک کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

امام پاک نے تیر کھینچا خون کا فوارہ ہمراہ پیکان برآمد ہوا امام پاک نے بچے کا گرم گرم لہو اپنے چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا۔

اے اللہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر میں تجھے گواہ بناتا ہوں پروردگار عالم! جس راہ میں اس وقت میں گامزن ہوں اس کی عزت کنھن منزلیں تیری رحمت ہی سے آسمان ہو رہی ہیں بچہ نے ایک جھرجھری سی لی اور مظلوم باپ کے ہاتھوں میں تڑپ کر جان دے دی مظلوم باپ نے ننھے شہید کو چوما اور ہاتھ میں لگے ہوئے خون سے ریش

مبارک کو خضاب کر کے فرمایا میرے چاند! تم چلو میں بھی اس ہیبت میں تمہارا خون منہ پر ملے تمہارے پیچھے نانا جان کے پاس آتا ہوں اور ان کو دکھاتا ہوں کہ ان جفا کار بد بختوں نے تمہارا اور میرا کیا حال کیا ہے اور ہر نیموں میں تجویوں کو گمان تھا کہ اعدا ہنچے کی حالت زار پر ضرور ترس کھائیں گے اور پانی پلا دیں گے جب انہوں نے اس ٹھکونی آرزو کو بھی امام کے ہاتھوں میں انہوں سے رنگین پایا تو ان کے جگر پھٹ گئے امام نے ننھے شہید کو علی اکبر کے پاس لٹا دیا جو ہنسی ماں نے اپنی گود میں تڑپنے والے کو خاک کر بلا پر سکون سے بیٹا ہوا دیکھا تو کہا۔ انا لله والیہ راجعون

ہو سکتا ہے ننھے علی اصغر شدت پیاس سے نہیں شوق شہادت میں بے تاب ہوں اور دوسری طرف وہ بد بخت ننھے علی اصغر کے قتل کو شاید اپنا کارنامہ سمجھ رہے ہوں مگر چھ ماہ کے اس جنتی پھول نے اپنی جان دے کر یہ بتا دیا کہ لشکر یزید میں شامل بد بخت انسانیت سے بھی عاری ہو گئے تھے اور انہوں نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔

شہادت تاجدار کر بلا امام عالی مقام

اب جگر پارہ بتول، شہزادہ کوئین علی کے نور عین مومنوں کے دل کے چین جنتی جوانوں کے سردار مجاہدوں کے قائد سالار ابن حیدر کرار شہنشاہ کر بلا پیکر صبر و رضا حضرت امام حسین کی شہادت کا وقت آگیا جب آپ نے میدان جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت سید الساجدین زین العابدین اپنی بیماری کی نقابست اور کمزوری کے باوجود نیزہ لئے ہوئے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا جان! پہلے مجھے میدان کارزار میں جانے اور اپنی جان کو نثار کرنے کی اجازت دیجئے میرے ہوتے

ہوئے آپ شہید ہو جائیں یہ نہیں ہو سکتا امام عالی مقام نے نور نظر کو اپنی آغوش محبت میں بیا بیار کیا اور فرمایا بیٹا! میں تمہیں کیسے اجازت دے دوں؟

علی اکبر بھی شہید ہو گئے قاسم بھی دنیا سے چلے گئے اور تمام عزیز واقارب جو ہمراہ تھے سب راہ حق میں شہداء ہو چکے ہیں تمہیں اجازت دے دوں تو خواتین اہل بیت کا کوئی حرم نہیں رو جائے گا ان یکساں غریب الوطن کو کون مدینہ پہنچائے گا؟ تمہاری ماؤں بہنوں کی نگہداشت و خبر گیری کون کرے گا؟ میرے پیارے بیٹے! تمہیں زندہ رہنا ہے تمہیں شہید نہیں ہونا ہے ورنہ میری نسل کس سے چلے گی؟ جینی سادات کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا؟ میرے نانا اور بابا کی جو امانتیں میرے پاس ہیں وہ کس کے سپرد کی جائیں گی؟ میرے لخت جگر ایہ ساری امیدیں تمہاری ذات سے وابستہ ہیں دیکھو میری طرح صبر و استقامت سے رہنا راہ حق میں ہر آنے والی تکلیف و مصیبت کو برداشت کرنا اور ہر حالت میں اپنے نانا جان علیہ السلام کی شریعت اور ان کی سنت کی پیروی کرنا میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو تمہیں میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں تو ہرگز پھر امام عالی مقام نے ان کو تمام ذمہ داریوں کا حائل کیا اور اپنا عم مبارک اتار کر ان کے سر پر رکھ دیا اور انہیں بستر خلافت پر لٹا دیا اب امام پاک اپنے خیمہ میں تشریف لائے صندوق کھولا قبائے مصبری زیب تن فرمائی اور تبرکات میں سے اپنے جد امجد علیہ السلام کا علم مبارک سر پر باندھا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کی وصال پشت پر رکھی شیر خدا کی تلوار و ذوالفقار گلے میں حما کی اور جعفر طیار کا نیزہ ہاتھ میں لیا اس طرح تاجدار کربلا، بیکر صبر و رضا سب کچھ راہ حق میں قربان کرنے کے بعد اب اپنی جان نذر کرنے کے لئے تیار ہو گئے بی بیوں نے جب اس منظر کو دیکھا تو ان کے

چہروں کے رنگ از گئے اور آنکھوں سے موتی چپکنے لگے سیدہ زینب نے آنسو بہاتے ہوئے کہا پیارے بھیا! آپ کی ازواج نے درد میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہا ہمارے سر تاج حضرت سیکند نے روتے ہوئے کہا بابا جان! کہاں چارے ہو اس جنگل میں ہمیں کس کے سپرد کر کے چارے ہو جن دردوں نے ننھے علی اعظم پر رحم نہیں کھایا وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ فرمایا تم لوگوں کا اللہ حافظ و نگہبان ہے پھر آپ نے تمام اہل خیمہ کو صبر و شکر کی وصیت فرمائی۔

امام پاک کی آخری وصیت

راغبیوں کی معتبر کتاب انارۃ البصار صفحہ ۲۶۷ میں بحوالہ آفتاب ہدایت صفحہ ۲۹۹ ہے جناب سید الشہداء امام حسین نے کربلائے معلیٰ میں اپنی ہمیشہ سیدہ زینب کو فرمایا کہ اے بہن جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو پس جب میں شہید ہو جاؤں تو ہرگز منہ نہ پھینا اور اپنے بال نہ لوچنا گریبان چاک نہ کرنا کہ تم ذہرا بتول کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت جدائی میں صبر فرمایا تھا اسی طرح تم بھی میری مصیبت جدائی میں صبر کرنا۔ اس کے بعد سب کو آخری دیدار کر کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

غریب الوطن اور بے کس مسافروں کا غم زدہ دکھ رسیدہ قافلہ حسرت بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتا رہا پردہ نشینان حرم حسرت و یاس کی خاموش تصویریں بنی ہوئی کھڑی ہیں اور سب کی آنکھوں سے اشک غم کے موتی چپکنے رہے مگر کوئی چیز حضرت امام کے پاؤں کی رکاوٹ نہ بن سکی آپ نے سب کو خدا کے حوالے کیا اور دشمنوں کے سامنے پہنچ گئے

کئی دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور بیٹوں بھائیوں بھتیجیوں اور جان نثار ساتھیوں کے طے سے نہ حال ہیں اس کے باوجود پہاڑوں کی طرح جی ہوئی فوجوں کے مقابلہ میں شیر کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور ایک ولولہ انگیز رجز پڑھی جو آپ کے نسب اور ذاتی فضائل پر مشتمل تھی پھر آپ نے ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی اس میں آپ نے سیدہ صدیقہ کے بعد فرمایا اے لوگو! تم جس رسول کا کلمہ پڑھتے ہو اسی رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے حسن و حسین سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی تو اے یزید یو اللہ سے ڈرو اور میری دشمنی سے باز آ جاؤ اگر خدا اور رسول پر واقعی ایمان رکھتے ہو تو سوچو اس خدا کے شہید و اسیر کو کیا جواب دو گے؟ اور رسول اکرم ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ بے وفا و اقام نے مجھے خط بھیج کر بلایا اور جب میں یہاں آیا تو تم نے میرے ساتھ ایسا برا سلوک کیا کہ مظالم کی انتہا کر دی۔ ظالمو! تم نے میرے بیٹوں بھائیوں اور بھتیجیوں کو خاک و خون میں تڑپایا چمن زہرا کے پھولوں کو کاٹ ڈالا میرے تمام ساتھیوں کو شہید کر دیا اور اب میرے خون کے پیاسے ہو۔ اپنے رسول کا گھر ویران کرنے والا اگر قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے انجام پر غور کرو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو پھر یہ بھی سوچو کہ میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ ہوں؟ میرے والد کون ہیں؟ اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں میں اسی فاطمہ زہرا کا فرزند ہوں کہ جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھوں کو بند کر لو کہ حضرت خاتون جنت ستر ہزار خوروں کے ساتھ گزرنے والی ہیں۔ بے غیر تو اب بھی وقت ہے شرم سے کام لو اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کرو۔

امام پاک کی تقریریں کر یزیدی لشکر کے بہت سے لوگ متاثر ہوئے اور ان کی آنکھوں

سے آنسو جاری ہو گئے لیکن شمر و غیرہ بد بختوں خبیثوں نے کوئی اثر نہ کیا بلکہ جب انہوں نے لشکریوں پر امام پاک کی تقریر دیکھ کر پلڑے کا کچھ اٹھ دیکھا تو شور و غل مچا شروع کر دیا کہ آپ یا تو یزیدی کی بیعت کر لیں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اس کے علاوہ ہم اور کچھ سنا نہیں چاہتے امام پاک نے فرمایا اے بد باطنو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تمہارے دل میں پرشکافت و بد بختی کی مہر لگ چکی ہے اور تمہاری ایمانی فیرت مردہ ہو چکی ہے لیکن میں نے یہ تقریر صرف اتمام حجت کے لئے کی ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم نے حق اور امام حق کو نہیں پہچانا تھا الحمد للہ! میں نے تمہارا یہ عذر ختم کر دیا اب رہا یزید پلیدی کی بیعت کا سوال تو یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں باطل کے سامنے سر جھکا دوں امام عالی مقام نے جب دیکھا کہ یہ بد بخت میرے قتل کا وبال اپنی گردن پر ضرور لیں گے اور میرا خون بہانے سے قطعاً باز نہیں آئیں گے تو آپ نے فرمایا اب تم لوگ جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جسے میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو بڑے بڑے مشہور اور بہادر جو شیر خدا کے شیر سے مقابلہ کے لئے محفوظ رکھے گئے تھے ان میں سے ابن سعد نے سب سے پہلے قسیم بن قحطیبہ کو حضرت امام سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا جو ملک شام کا نانی گرامی پہلوان تھا۔ وہ غرور و تمکنت ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اور اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہوا حضرت کے سامنے آیا اور آتے ہی امام پاک پر حملہ کرنا چاہا ابھی اس کا ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ شیر خدا کے شیر نے ذوالفقار حیدری سے ایسا وار کیا کہ اس کا سر جسم سے اڑا دیا اور اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا پھر یزید اٹلی بڑے کروفر کے ساتھ آگے بڑھا اور چاہا کہ امام پاک کے مقابل بہادری کا جوہر دکھا کر یزیدی جماعت میں اپنی شاہاشی کرے اور انعام و اکرام کا مستحق بنے آپ کے بہادران کوہ

میں میری بہادری کا لفظ ہے میں روم و مصر میں شہرہ آفاق ہوں بڑے بڑے بہادروں کو آنکھ جھپکتے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں ساری دنیا کے لوگ میری شجاعت و بہادری کا وہاں تھے ہیں اور میرے سامنے بھیڑ بکری کی طرح بھاگتے ہیں کسی میں مجھ سے مقابلہ کی طاقت نہیں آج تم میری قوت اور میرے داؤد بچ کو دیکھو امام پاک نے فرمایا تو مجھے جانتا نہیں میں اپنی رگوں میں ہاشمی خون رکھتا ہوں فاتح فیروز مولا علی مشکل کشا کا شیر و لیر فرزند ہوں تم جیسے نامردوں کی میری نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں میرے نزدیک کبھی اور مجھ سے زیادہ تیری حیثیت نہیں شامی جوان یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور فوراً گھوڑا دوڑا کر آپ پر تلوار کا وار کر دیا اور امام پاک نے اس کے وار کو پیکار کر دیا اور پھر بچپٹ کر اس کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ ٹکڑی کھیرے کی طرح کٹ کر وہ ٹکڑے ہو کر منہ کے بل زمین پر گر پڑا بدر بن سہیل یعنی اس منظر کو دیکھ کر نصہ سے الال پیلا ہو گیا اور ابن سعد سے کہا تم نے کن گنواروں کو حسین کے مقابلے میں بھیج دیا جو وہ ہاتھ جم کر مقابلہ نہیں کر سکے میرے چاروں بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھیج دے پھر دیکھ ابھی منٹوں سکندروں میں حسین کا سر کاٹ کر لاتے ہیں ابن سعد نے اس کے بڑے بیٹے کو اشارہ کیا وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا امام پاک کے سامنے پہنچ گیا آپ نے فرمایا بہتر ہوتا کہ تیرا باپ مقابلہ میں آتا کہ وہ تجھے خاک و خون میں تر پتا ہوا نہ دیکھتا پھر آپ نے ذوالفقار حیدری سے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر کے جہنم میں پہنچا دیا آپ نے جب اپنے مشہور شہسوار بیٹے کو اس طرح ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوتا دیکھا تو غیظ و غضب کا پتلا بن کر دانت پیستے ہوئے گھوڑا دوڑا کر امام کے سامنے آیا اور آتے ہی نیزہ سے وار کیا آپ نے اس کے نیزہ کو قلم کر دیا اس نے فوراً تلوار سنبھالی اور کہا حسین

میں یہ کہ امام پاک نے یزید یوں کی لاشوں کا انبار لگا دیا بہادران عراق و شام کے لوگ اس سے کربلا کے پیاسے ریگستانوں کو سیراب کر دیا بڑے بڑے صف جنگیں بہادران آئے اور مشہور جنگ جو پہلوان موت کے گھاٹ اتر گئے آپ کی ہیبت و شجاعت سے دشمنوں کے دل تھرا گئے اور بڑے بڑے مغروروں کے چھکے چھوٹ گئے دشمنوں نے لشکر میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز ہاتھ ہاری جماعت کا ایک سپاہی بھی نہیں آئے گا۔ سب کی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور سارے بچے یتیم ہو جائیں گے اب موقع موت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر پیکار کی تملہ کر دو۔

ایک صفت یزیدی جب دست بدست کی جنگ میں برج طرح ٹکست کھائے تو

میں میری بہادری کا لفظ ہے میں روم و مصر میں شہرہ آفاق ہوں بڑے بڑے بہادروں کو آنکھ جھپکتے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں ساری دنیا کے لوگ میری شجاعت و بہادری کا وہاں تھے ہیں اور میرے سامنے بھیڑ بکری کی طرح بھاگتے ہیں کسی میں مجھ سے مقابلہ کی طاقت نہیں آج تم میری قوت اور میرے داؤد بچ کو دیکھو امام پاک نے فرمایا تو مجھے جانتا نہیں میں اپنی رگوں میں ہاشمی خون رکھتا ہوں فاتح فیروز مولا علی مشکل کشا کا شیر و لیر فرزند ہوں تم جیسے نامردوں کی میری نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں میرے نزدیک کبھی اور مجھ سے زیادہ تیری حیثیت نہیں شامی جوان یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور فوراً گھوڑا دوڑا کر آپ پر تلوار کا وار کر دیا اور امام پاک نے اس کے وار کو پیکار کر دیا اور پھر بچپٹ کر اس کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ ٹکڑی کھیرے کی طرح کٹ کر وہ ٹکڑے ہو کر منہ کے بل زمین پر گر پڑا بدر بن سہیل یعنی اس منظر کو دیکھ کر نصہ سے الال پیلا ہو گیا اور ابن سعد سے کہا تم نے کن گنواروں کو حسین کے مقابلے میں بھیج دیا جو وہ ہاتھ جم کر مقابلہ نہیں کر سکے میرے چاروں بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھیج دے پھر دیکھ ابھی منٹوں سکندروں میں حسین کا سر کاٹ کر لاتے ہیں ابن سعد نے اس کے بڑے بیٹے کو اشارہ کیا وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا امام پاک کے سامنے پہنچ گیا آپ نے فرمایا بہتر ہوتا کہ تیرا باپ مقابلہ میں آتا کہ وہ تجھے خاک و خون میں تر پتا ہوا نہ دیکھتا پھر آپ نے ذوالفقار حیدری سے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر کے جہنم میں پہنچا دیا آپ نے جب اپنے مشہور شہسوار بیٹے کو اس طرح ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوتا دیکھا تو غیظ و غضب کا پتلا بن کر دانت پیستے ہوئے گھوڑا دوڑا کر امام کے سامنے آیا اور آتے ہی نیزہ سے وار کیا آپ نے اس کے نیزہ کو قلم کر دیا اس نے فوراً تلوار سنبھالی اور کہا حسین

انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا کہ ہزاروں نے چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کیا۔ آپ
سینکڑوں تلواریں ہیک وقت چمکنے لگیں کئی نیزے آپس میں ٹکرائے گئے اور دشمن بڑے
بڑے کمرام پر وار کرنے لگے ادھر آپ کی تلوار جلال حیدر کی کی تصویر لاسیف
الافوا الفتار کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ تیغ ابرار کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف حملہ
کرتے پرے کے پرے کاٹ ڈالتے اور دشمنوں کے سروں کو اس طرح اڑاتے جیسے
بادخزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں ابن سعد کو جب اس طرح کی جنگ
میں بھی کامیابی کی امید نظر نہ آئی تو اس نے حکم دیا کہ چاروں طرف سے تیروں کا پینہ
برسا دیا جائے اور جب خوب زخمی ہو جائیں تب نیزوں سے حملہ کر دیا جائے تیر
اندازوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ہیک وقت ہزاروں تیر کمانوں سے
پھونکنے لگے اور تیروں کی بارش شروع ہو گئی گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کھڑ
کرنے کی طاقت نہ رہی مجبوراً امام پاک کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا ہر طرف سے تیر آرہے
ہیں اور امام مظلوم کا جسم اقدس تیروں کا نشانہ بنا ہوا ہے نائنین زخموں سے چوراوا رہا
لبان ہو رہا ہے یوفا کو فیوں نے جگر پارہ رسولِ فرزندِ تنولی کو مہمانِ بد آکر ان کے ساتھ
یہ سلوک کیا یہاں تک کہ زہر میں بجھا ہوا ایک تیر آپ کی مقدس جبین پر آٹکا جسے رسول
کریم ﷺ نے ہزاروں بار چوما تھا تیر لگنے ہی چہرہ انور پر خون کا دھارہ بہہ نکلا آپ
غش کھا کر گھوڑے کی زمین سے فرشِ زمین پر پڑ گئے اب ظالموں نے نیزوں سے حملہ کیا
شیطان صفت سنان نے ایک ایسا نیزہ ہوشمیر کے بہتر زخم کھانے کے بعد آپ سجدہ
میں گر گئے اور راضی برسنائے ایسی ہو کر واصلِ جنت ہو گئے ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر
میں جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ مطابق ۶۸۰ء کو امام پاک نے اس دارِ فانی

امات فرمائی۔

۲۵۹ء میں ۶ میں ہے جان غار بہن سیدہ نسیب یہ قیامت خیز منظر دیکھ کر باپردہ سے نکلی آئیں اور یہ کہتی ہوئی دوڑیں آہ! میرے بھائی میرے سید کا کاش آسمان کی پڑت! اس وقت ابن سعد حضرت امام کے پاس کھڑا ہوا تھا اس سے کہنے لگے اے عمرو بن سعد ابو عبد اللہ قتل کئے جا رہے ہیں اور تو رنجور رہا ہے گواہ ابن سعد کی کہوں پر جادو حشمت کی حرص و طمع نے پردے ڈال دیئے تھے پھر بھی قرأت تھی سیدہ علی فریاد سن کر اور حالت دیکھ کر بے اختیار رو دیا کہ رخساروں پر آنسوؤں کی لڑی

شہروری نوٹ :- متاخرین علمائے حق سیدہ کے خیمے سے باہر آنے والی روایات کو بدعت قرار دیتے ہیں۔

نہیں قدم خلیام اچوں باہر آئے ؛ کیجو حوصلہ خون دی ماں دا
 لائی بن یزدازی بد بخت ملعون حضرت امام کے سراقہ قدس کو جسد اطہر سے جدا کر کے
 لے کر بڑھا لیکن ہاتھ کانپ گئے تھرا کر پیچھے ہٹ گیا اس کے بھائی ہشل یا شبل پلید
 نے گولہ سے اتر کر سراقہ قدس کو جسد معظم سے جدا کر کے اپنے بھائی غولی کے حوالے
 کیا بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ شمر لعین کو وحشی (مہروس) تھا اس نے سر مبارک کو کاٹا سر
 دو عالم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک ابلیق (مہروس)
 میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں
 اس خواب کی تعبیر پچاس برس کے بعد ظاہر ہوئی جب کہ شمر فری الجوش نے حضرت

امام کا خون بہایا حضرت محمد بن عمر بن حسن فرماتے ہیں کہ ہم کربلا میں امام پاک کے ساتھ تھے آپ نے شکر کو دیکھ کر فرمایا اللہ اور اس کا رسول سچا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک ابلیس کئے کو دیکھتا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے تذکرہ سبط ابن الجوزی میں ہے کہ آپ کے جسد اطہر پر ۳۳ زخم نیروں کے اور چالیس زخم تلوار کے تھے اور آپ کے پیراہن شریف میں ۱۲۱ سوراخ تیروں کے تھے۔

ظالموں نے میدان کربلا میں ال کا سارا سامان (آپ کا جب، پانچجامہ، نعلین، مہارنگ، چادر، زرد، انگوٹھی، تلوار وغیرہ) لوٹ لیا قاتلان حسین ہر سال اس سامان کی ٹھانٹش کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی سنگ دل بد بختوں کا جذبہ بغض و عناد ختم نہ ہوا بد بختوں نے حضرت امام کے جسد اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر کے ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ اس شقاوت قلبی و سنگدلی پر زمین کانپ اٹھی عرش الہی تھرا گیا زمین و آسمان خون کے آنسو رو رہے تھے شجر و حجر سے نالہ و شہیوں کی صدائیں بلند ہوئیں جن والہی اور ملائکہ آسمانی میں صف ماتم بچھ گئی۔

کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی آمدنی چلی۔ مصطفائی جن کے غنچہ گل بادِ سوم کی نذر ہو گئے علی کا گھر تاراج ہو گیا زہرا کا بہتا باغ اجڑ گیا ریاض نبوی کا گل سرسبز مسلا گیا اور غریب الوطنی میں بچے یتیم اور بی بیوں بیوہ ہو گئیں حسین صادق جاننا ز نے اپنے نانا جان کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کیا دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ اور اپنی جان راہ خدا میں ایسی ثابت قدمی کے ساتھ نذر کی جس کی مثال نہیں ملتی۔

کربلا میں آل رسول ﷺ پر وہ ظلم عظیم ہوا تھا جس پر زمین و آسمان خون کے آنسو روئے اور کائنات پر تاریکی چھا گئی بصرہ از دیہ فرماتی ہیں۔

جب حضرت حسین شہید کئے گئے آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے منے گھرے اور دیگر سارے برتن خون سے بھرے ہوئے تھے (تہذیبی، ابو نعیم، ہر اشہاد تین ۳۲، صواعق ۱۹۲) حضرت زہری فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی کہ جس دن حضرت حسین شہید کئے گئے اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

(تہذیبی، ابو نعیم، تہذیب احمدیہ صفحہ ۳۵۴ جلد دوم صواعق محرقہ ۱۹۲) حضرت امام حبان فرماتی ہیں جس دن حضرت حسین شہید کئے گئے اس دن سے ہم پر تین روز تک اندھیرا چھایا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

(تہذیبی، ہر اشہاد تین صفحہ ۳۲)

خلف بن خلیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین شہید کئے گئے تو (۲۹، ۲۸، ۲۷) چاند کی تاریکیوں کی بجائے خلافِ عادت ۱۰ محرم کو دن کے تارے نظر آنے لگے سورج گرہن ہو گیا اور آسمان سیاہ ہو گیا۔

(تہذیب احمدیہ صفحہ ۳۵۴ جلد دوم صواعق محرقہ)

حضرت حسین کے قتل پر آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو گرہن ہو گیا یہاں تک کہ دن سے وقت تارے نظر آنے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور شام کی کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر اس کے نیچے سے تازہ خون دیکھا جاتا تھا۔

(صواعق محرقہ ۱۹۲)

ابن ہیرین فرماتے ہیں کہ بے شک پوری دنیا پر تین دن تک تاریکی پھیلی

رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔ (صواعق مخرقہ ۱۹۲)

بے شک آسمان نے خون برسایا اور اس خون کی بارش کی سرخی کپڑوں سے پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔ (صواعق مخرقہ ۱۹۲)

حضرت علی بن سہراپتی داؤی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت حسین کی شہادت کے دنوں میں جوان لڑکی تھی کئی روز تک آسمان ان پر رو دیا تھا۔

(نباتی، سہراپتی، ۳۳)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ سات روز تک آسمان خون کے آسور ویا اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگیں ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

ہم..... امام سیوطی فرماتے ہیں جب حضرت حسین شہید کئے گئے تو سات دن تک دنیا تاریک رہی دیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفران رہا اور ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے رہے اور آپ کی شہادت یوم عاشورہ میں ہوئی اس دن سورج گرہن لگ گیا چھ ماہ تک برابر آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر وہ سرخی تو جاتی رہی مگر افق کی سرخی اب تک برابر موجود ہے اس واقعہ سے پہلے نہیں دیکھی جاتی تھی۔

(تاریخ الخلفاء، صفحہ ۸۰ صواعق مخرقہ ۱۹۲)

ہم..... علامہ ابن جوزی فتح بلہ میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا آسمان کو سرخ کرنا اور خون کی بارش برسا نا اس کے بہت زیادہ ناراض اور غضب ناک ہونے کی علامت ہے کیونکہ جب کوئی غصہ و غضب میں آتا ہے تو اس کا خون جوش کرتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بلاشبہ جملہ عوارض جسمانی سے پاک اور منزہ ہے لیکن اس نے اپنی

رہنمائی اور غضب کا اظہار اس طرح کیا کہ آسمان کو سرخ کر دیا اور اس سے خون برسایا اور اس علامت کو قیامت تک کے لئے باقی رکھا چنانچہ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ بے شک آسمان پر شفق کے ساتھ جو سرخی ہوتی ہے وہ امام حسین کی شہادت سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔ (صواعق مخرقہ ۱۹۲)

ہم..... حضرت ابن عیینہ اپنی داؤی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ حضرت حسین کی شہادت کے وقت درس (کسم) راکھ ہو گئی اور گوشت ایسا ہو گیا کہ اس میں آگ بھری ہے۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۴ جلد دوم ابو نعیم سہراپتی، ۳۳)

ہم..... جمیل بن مرہ سے روایت ہے یزید کے لشکریوں نے لشکر امام حسین کے اونٹ آپ کی شہادت کے روز پکڑ لئے پھر ان کو ذبح کیا اور پکایا تو وہ اندرائن کے پھل کی طرح کڑوے ہو گئے اور ان کو کوئی نہ کھا سکا۔

(نباتی، تہذیب التہذیب ۳۵۴ سہراپتی، ۳۳)

ہم..... حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے ہال مبارک بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں (خود گردنیں ڈالی) دست اقدس میں خون بھری ہوئی شیشی ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا اس شیشی میں حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے میں اسے آج صبح سے اٹھا رہا ہوں ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے اس تاریخ اور وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو ہم ہوا کہ حضرت حسین اسی وقت شہید کئے گئے تھے۔ (نباتی، احمد حاکم، مشکوٰۃ ۵۷۲ تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۵ جلد دوم)

جہاں..... حجة الاسلام حضرت امام محمد غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم کے آخر میں باب مناجات میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ایک روز نیند سے بیدار ہوئے تو کہا انا لفسد ولسا الیہ واجمعون خدا کی قسم! حسین شہید کردے گئے لوگوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کیسے؟ ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا ہے آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جو خون سے بھری ہوئی ہے آپ فرما رہے ہیں اے ابن عباس تمہیں نہیں م کہ میرے بیٹے حسین کو قتل کر دیا ہے اس شیشی میں اس کا اور اس کے دوستوں کا خون ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے کے جا رہا ہوں اس خواب کے ۲۴ روز بعد حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر آئی۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۰ جلد ۸۔ احیاء العلوم للغزالی)

۲۵..... حضرت سلمیٰ فرماتی ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کے پاس آئی تو وہ روتی تھیں میں نے کہا آپ کیوں روتی ہیں فرمایا میں نے رسول ﷺ کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے سر مبارک اور ریش اقدس پر گرد و غبار ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا حال ہے فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت کا پر گیا تھا۔ (مسند رک صفحہ ۱۹ جلد ۴، مشکوٰۃ، تہذیب المعاد ۲۵۶ جلد دوم البدایہ والنہایہ ۲۰ جلد ۸) حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کا الم تاکہ سانحہ اور جان کا حادثہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کی اولاد کے ساتھ پیش نہیں آیا پھر اگر زمین و آسمان خون کے آئینہ روئیں اور جن و انس تڑپ اٹھیں اور جہان تیرہ و تار ہو جائے تو کون سی تعجب کی بات ہے چنانچہ ام المؤمنین ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین پر روتے ہوئے اور نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے وہ کہتے تھے۔ (ترجمہ) اے حسین کے نادان

۲۶..... انہارے لئے سخت عبرت ناک عذاب کی بشارت ہے تمام اہل آسمان (مائتہ)۔ انہارے ضرر کرتے ہیں اور سب انبیاء و مرسلین وغیرہ بھی بے شک تم لعنت کئے گئے حضرت داؤد و موسیٰ اور صاحب انجیل یعنی عیسیٰ علیہم السلام کی زبانوں پر۔

(صواعق مخرقہ ۱۹۱، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰ جلد ۸)

۲۷..... انہی سے روایت ہے کہ یا تو میں نے حضور علیہ السلام کی وفات پر جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا تھا یا حضرت حسین کی شہادت کے موقع پر سنا اور وہ روتے ہوئے کہتے تھے (ترجمہ) (اے آنکھ جتنا ہو سکے رولے پھر شہیدوں پر کون روئے گا ظالم کے دل ان بے کسوں غریبوں کو موت کھینچ کر لائی ہے) (ابو نعیم، ہر الشہادۃ ۳۳)

۲۸..... عمارتیوں کا اعتراض: اے اللہ المعات میں ہے کہ ام سلمہ ۵۹ھ میں فوت ہوئیں اور واقعہ کربلا ۶۱ھ میں ہوا جب وہ زندہ نہ تھیں تو یہ روایت کیسی؟

۲۹..... اب: اسی اللہ المعات میں یہ بھی ہے کہ ام سلمہ کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی ہے اور محقق نے اپنی دوسری معرکہ الآراء کتاب مدارج النبوت میں اسی دوسرے قول کی تائید فرمائی ہے (مدارج النبوت ۲۷۶ جلد دوم) البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۱۵ جلد ۸ میں ہے (اللہ کی کا ۵۹ھ والا قول غلط ہے وہ احادیث جو ذکر شہادت حسین میں بیان ہوئی ہیں وہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ام سلمہ حضرت امام عالی مقام کی شہادت کے بعد زندہ رہیں۔

۳۰..... تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۹ میں امام سیوطی لکھتے ہیں واقعہ حرہ جو ۶۲ھ میں ہوا اس کے بعد ام سلمہ کی وفات ہوئی سیرۃ النبی صفحہ ۳۲ جلد دوم میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں یہ یقینی

(ہات) ہے کہ (ام سلمہ) واقعہ حرہ تک زندہ تھیں میں ہے کہ عمارت بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس لشکر کا حال پوچھا جو زمین میں بھنس جائے گا یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب یزید نے عقبہ کو لشکر شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا واقعہ حرہ ۶۲ھ میں پیش آیا ہے اس لئے اس سے پہلے ان (ام سلمہ) کی وفات کی تمام روایتیں صحیح نہیں (سیرت النبی از شبلی) یہ روایت شریف صفحہ ۳۸۸ جلد دوم میں ہے۔

پردے اتارے جانے والی روایتیں غلط ہیں علامہ ناصر علی رضوی لکھتے ہیں عناصر اشہاد تین صفحہ ۴۷۱ میں لکھتے ہیں ساری بی بیوں اور مائیں کپڑے پہن کر اور ہاتھ منہ چھپا کے اپنے اپنے کجاووں پر جس طرح سکے سے کربلا میں بحفاظت و عزت تمام آئی تھیں سوار ہوئیں کربلا سے کوفے جانے کو تیار ہوئیں چنانچہ ایک کجاوے میں عابد بیمار اور دوسرے کجاووں میں اہل بیت اطہار بعزت و حرمت سوار ہوئے اور وہ بعضے لکھتے ہیں کہ پردگیان حرم عصمت کو تنگے سر تنگے پاؤں بے پردہ اونٹوں پر سوار کوفے کو روانہ کیا تھا محض غلط ہے معاذ اللہ اگر ایسا ہوتا تو آسمان سے آگ برستی کفار مجلس جاتے زمین پھٹ جاتی اشقیاء بھنس جاتے۔ بلغظہ

حضرت حبیب بن ثابت فرماتے ہیں میں نے حضرت امام پاک پر جنوں کو روتے اور کہتے ہوئے سنا۔ ترجمہ۔ اس جہن کو نبی نے چوما تھا، تھی چمک کیا ہی اس کے چہرے پر اس کے ماں باپ برترین قریش، اس کا نانا جہان سے بہتر

(ابو نعیم، سر اشہاد تین ۲۴ البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۰ جلد ۸) پہلے تو یہ لوگ اس (امام) کی طرف وفود لے کر گئے تو وہ کتنے بدترین وفود تھے پھر انہوں

اپنے نبی کے نواسے کو قتل کیا اور اس کے سبب ان کا ٹھکانہ جہنم بنا۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۰ جلد ۸)

حضرت احمد بن محمد المستطلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام عالی مقام شہید ہوئے تو انہوں نے رات کے وقت ایک ندا کرنے والے کی ندا کو سنا جس کی صورت کو انہوں نے نہیں دیکھا اس منادی نے کہا۔ (ترجمہ) تو مٹو نہ سہرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں پس ان کی جڑیں کٹ گئیں اور وہ عاداتوں سے محروم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے حرمت رسول ﷺ کو حرمت ناقہ صالح علیہ السلام سے اعظم و بزرگ و برتر بنالیا ہے پھر تعجب ہے کہ وہ ایسے ظلم کے مرتکب ہوئے اور مسخ نہ ہوئے قاتلین ناقہ اللہ کی طرح ہاں اللہ مہلت دیتا ہے باغیوں و منکروں کو (تہذیب المتذیب صفحہ ۳۰۶ جلد ششم)

جب حضرت امام نے شہادت پائی تو ایک کوا آیا اس نے اپنی چونچ آپ کے خون مبارک سے رنگین کی اور اڑا یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت امام کی بیٹی سیدہ فاطمہ صغریٰ کے گھر کی دیوار پر جا بیٹھا اور کہنے لگا

ان الحسین یقتل بکربلا

سیدہ نے سراٹھا کر اس کو دیکھا اور روتے ہوئے کہا اے کوا تجھ پر افسوس ہے تو کیا خبر دے رہا ہے۔ اس نے کہا حضرت امام کی بیٹی سیدہ کہتی ہیں میں نے کہا کون امام؟ اس نے کہا وہ جو توفیق دیئے گئے حق و صداقت کی۔ میں نے کہا حضرت حسین؟ تو اس نے آم آواز میں کہا ہاں بے شک حضرت حسین کربلا میں ریت اور ٹیلوں کے درمیان موجود ہیں میں حسین پر روتا ہوں ایسے غم کے ساتھ جو اللہ کو راضی رکھے مع

حصول ثواب کے پھر اس کو س کے بازو ایسے جم گئے کہ اس کو جواب دینے کی طاقت نہ رہی پھر میں روئی ان مصیبتوں کی وجہ سے جو پسندیدہ اور مقبول حضرت کے بعد مجھ پر نازل ہوئیں۔ (درر الابصار صفحہ ۲۰۶)

حضرت شیخ نصر اللہ بن ابی جوشیات معتبرین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ لوگوں نے تو فتح مکہ کے روز فرمایا تھا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں ہے اب سفیانوں نے آپ کے بیٹے حسین کے ساتھ کر بلا میں ایسا برا سلوک کیا ہے جو کسی نے بھی نہیں کیا ہو گا آپ نے فرمایا کیا تو ابن صلی کے وہ اشعار جانتا ہے جو اس نے اس معاملے میں کہے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اس کے پاس جا کر اس سے وہ اشعار سن میں بڑی حیرانی کے ساتھ بیدار ہوا اور پھر اس کے دروازہ پر پہنچ کر آواز دی وہ باہر نکلا اور میں نے اس کو اپنا خواب سنایا تو وہ سن کر اتار دیا کہ اس کی بیٹی بندہ گئی اور کہنے لگا خدا کی قسم ایہ اشعار میں نے آج رات ہی کہے ہیں اور ابھی تک ان کو مجھ سے کسی نے نہیں سنا۔ (اشعار کا ترجمہ)

جب ہم مالک اور با اختیار تھے تو معاف کر دینا ہی ہمارا طریقہ و شیوہ رہا اور جب تم مالک و اختیار ہوئے تو تم نے خون کی ندیاں بہا دیں۔ تم نے قیدیوں کا قتل حلال جانا اور اکثر ہم جو گزرے قیدیوں پر تو ہم معاف کرتے اور درگزر کرتے رہے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ تفاوت کافی ہے اور بے شک ہر برتن سے وہی ٹپکنا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۳۶)

حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امام کی شہادت کے بعد حضور علیہ

السلام کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے عمار!

حضرت براء بن عازب (صحابی) کے پاس جا کر اور ان کو مہر اسلام کہہ دو اور خبر دے کہ جن لوگوں نے حضرت امام عالی مقام کو قتل کیا ہے وہ جہنمی ہیں پس میں نے براء بن عازب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا تو انہوں نے فرمایا بے شک اللہ اور اس کے حبیب نے سچ فرمایا۔

علامہ حافظ ابن حجر امیر المؤمنین مولانا علی سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور آقا کریم ﷺ نے فرمایا حسین کا قاتل آٹک کے تاپوت میں ہے اس پر آدھے انبیوں کے برابر عذاب ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۵۲، اسعاف البراہین صفحہ ۲۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت صالح شام سے روایت فرماتے کہ میں نے حالت خواب میں دیکھا کہ ایک کالا کتا پیاس کے مارے زبان نکالتا ہے میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پانی پلاؤں تو ہاتھ نہیں نے آواز دی خبردار! اس کو پانی نہ پلا یہ حسین کا قاتل ہے اس کی یہی سزا ہے کہ یہ قیامت تک یوں ہی پیاسا رہے گا (تسويد القوس ف تلخیص عند الفردوس) ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے ابن سعد نے اپنے مردوں کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا لیکن حضرت امام اور آپ کے رفقاء جن کی تعداد (ایک روایت کی رو سے) بہتر تھی اور ان میں سے میں خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے ان سب شہیدوں کو بے گور و کفن پڑے دیا اور ان کے سروں کو ابن زید و بربر نے پاس بھیج دیا ۱۳ سر بند کندہ کے پاس تھے اور ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا ۴۰ سر بنو مازن کے پاس تھے اور ان کے ساتھ شمر ذی الجوش تھا ۷ سر بنو تميم اور ۶ سر بنو نضیر اور سات بنو مذحج کے پاس تھے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر)

شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی

از کتاب آفتاب ہدایت از مولانا کریم دین صفحہ ۳۱۱ تا ۳۱۲

- ۱۔ سید الشہد حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب ۲۔ حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب ۳۔ حضرت عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالب ۴۔ حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب ۵۔ حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابی طالب ۶۔ حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب ۷۔ حضرت محمد بن عقیل بن ابی طالب ۸۔ حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب ۹۔ حضرت ابو بکر بن حسن بن علی بن ابی طالب ۱۰۔ حضرت عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب ۱۱۔ حضرت عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب ۱۲۔ حضرت قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ۱۳۔ حضرت محمد بن علی بن ابی طالب ۱۴۔ حضرت عثمان بن علی بن ابی طالب ۱۵۔ حضرت ابو بکر بن علی بن ابی طالب ۱۶۔ حضرت جعفر بن علی بن ابی طالب ۱۷۔ حضرت عباس علیہ السلام بن علی بن ابی طالب ۱۸۔ حضرت عبداللہ بن علی بن ابی طالب ۱۹۔ حضرت علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب ۲۰۔ شیر خوار حضرت علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب ۲۱۔ حضرت فیروز امام پاک کے غلام ۲۲۔ حضرت سعد (سواہل کے غلام) ۲۳۔ بن عوجہ اسدی ۲۴۔ حبیب بن مظاہر اسدی ۲۵۔ انس بن کاند اسدی ۲۶۔ حبان بن حارث سلیمانی اسدی ۲۷۔ بشیر بن عمرو حضرمی ۲۸۔ بن جندب حضرمی ۲۹۔ جویر ہمدانی ۳۰۔ ز۔ بن قیس بکلی ۳۱۔ بلال بن نافع بکلی ۳۲۔ عبداللہ بن عمر بکلی ۳۳۔ وہب بن عبداللہ بکلی ۳۴۔ قیس بن سہر صیداوی ۳۵۔

- ۳۶۔ سعید (آزاد کردہ غلام عمرو بن خالد) ۳۷۔ عبداللہ بن عمرو بن خرق غفاری ۳۸۔ عبدالرحمن بن عمرو غفاری ۳۹۔ ز۔ ابو ذر غفاری کے آزاد کردہ غلام) ۴۰۔ شیب بن عبداللہ ۴۱۔ قاسط بن ز۔ ۴۲۔ کروہ بن ز۔ ۴۳۔ کنانہ بن حقیق انصاری ۴۴۔ عمرو بن ضلیحہ ۴۵۔ عبداللہ بن زید ۴۶۔ عبداللہ بن یزید قیس ۴۷۔ یزید قیس ۴۸۔ نقشب بن عمرو حضرمی ۴۹۔ سالم (عاصر بن مسلم کے آزاد کردہ غلام) ۵۰۔ ز۔ بن بشیر بکلی ۵۱۔ حجاج بن مسروق بکلی ۵۲۔ بدر بن معقل بکلی ۵۳۔ مسعود بن حجاج انصاری ۵۴۔ سیف بن مالک انصاری ۵۵۔ عاصر بن انصاری ۵۶۔ جوہر بن مالک انصاری ۵۷۔ ضرغامہ بن مالک انصاری ۵۸۔ نعیم بن مجلان انصاری ۵۹۔ ابو قحافہ انصاری ۶۰۔ عمار بن ابی سلامہ انصاری ۶۱۔ شیب بن حارث انصاری ۶۲۔ مالک بن سربیع لا انصاری ۶۳۔ محمد بن انس انصاری ۶۴۔ محمد بن مقداد انصاری ۶۵۔ قیس بن ربیع انصاری ۶۶۔ حرب بن یزید ریاحی (یزیدی لشکر سے نقل کر آئے) ۶۷۔ مصعب بن برادر حرہ ۶۸۔ علی بن حرب بن یزید ریاحی (حر کے بیٹے) ۶۹۔ عمرو (غلام علی بن حر) ۷۰۔ سلیمان (امام پاک کے آزاد کردہ غلام) ۷۱۔ قاب (حضرت امام پاک کے آزاد کردہ غلام) ۷۲۔ ظاہر (آزاد شدہ غلام دین الحق خراسانی) ۷۳۔ عبد بن ابی رجاہ ۷۴۔ مجمع بن عبداللہ حاکمی ۷۵۔ عمار بن حسان بن شریح طائی ۷۶۔ جندب بن حجر خولانی ۷۷۔ زید بن زیاد بن مظاہر ۷۸۔ حباہ بن علی شیبانی ۷۹۔ حظلہ بن اسعد شیبانی ۸۰۔ سالم بکلی (آزاد کردہ غلام بنی مزینہ) ۸۱۔ اسلم بن کثیر ۸۲۔ ز۔ بن سلیم ازوی ۸۳۔ قاسم بن حبیب ازوی ۸۴۔ عاکس بن حبیب ۸۵۔ عبد بن عبداللہ ۸۶۔ مسیح (امام پاک کے آزاد کردہ غلام) ۸۷۔ شؤب (آزاد کردہ غلام)

شاہ (۸۸)۔ ہاشم بن عتبہ، ۸۹۔ قیس بن مہبہ، ۹۰۔ عمار بن حسان، ۹۱۔ زبیر بن حسان، ۹۲۔ حماد بن انس، ۹۳۔ وقاص بن مالک، ۹۴۔ خالد بن عمر، ۹۵۔ شریح بن عبید، ۹۶۔ مالک بن انس اول، ۹۷۔ مالک بن انس ثانی، ۹۸۔ عبداللہ بن سمر، ۹۹۔ یحییٰ بن سلیم، ۱۰۰۔ عمرو بن مطاع، ۱۰۱۔ عاص بن شیبہ، ۱۰۲۔ عبداللہ بن سعد، ۱۰۳۔ صیاد بن حارث، ۱۰۴۔ عمرو بن صیاد، ۱۰۵۔ سعد بن حنظلہ، ۱۰۶۔ یزید مہاجر ۴

(منقول از رسالہ انجم لکھنؤ کر بلا نمبر ۱ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ)

کربلا کے میدان میں شام ہو گئی ظلم و جفا کا لشکر منتشر ٹولیوں کی صورت میں ادھر ادھر اپنے طعام وغیرہ میں مشغول تھا وہ بد بخت ایک دوسرے کو داذ شجاعت دے رہے تھے اپنے ظلم پر خوش ہو رہے تھے ادھر اہل بیت نبوت کے بقیہ انوار جو چند عورتوں شیر خوار بچوں اور ایک بیمار حضرت زین العابدین پر مشتمل تھے رضائے الہی پر صابر و شاکر انگشت باری کر رہے تھے۔

رات ہو گئی یہ رات غم زدہ مہم پس ماندگان امام کے لئے قیامت کی رات تھی رات کا دوسرا پہر شروع ہوا یزید کے لشکر کی اوجھٹنے لگے اسیران کربلا کی قافلہ سالار سیدہ زینب اپنے عزیزوں کی مقدس لاشوں کے پاس آئیں اور انتہائی درد مندانہ انداز میں اپنے جذبات اور اپنی بے بسی کا اظہار کیا جب اپنے ماں جانے پیارے بھائی امام عالی مقام کی مقدس لاش کے پاس آئیں تو خود کو قابو نہ پاسکیں اپنے بھائی کے سینے پر منہ رکھ کے اس درد سے آنسو بہائے کہ سب کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

ان درندوں نے خانوادہ نبوت کے آخری چشم و چراغ حضرت امام زین العابدین بیمار کو بھی شہید کرنا چاہا لیکن ایک شخص حمید بن کے دل میں اللہ نے رحم ڈال دیا اس

نے ان درندوں کو یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ بیمار ہے۔ اس کو قتل نہ کرو ابھی حمید بن مسلم یزیدی سپاہیوں کو یہ کہہ بھی رہا تھا کہ ابن سعد بھی آگیا اس نے کہا خبردار کوئی شخص اہل بیت کے خیموں میں نہ جائے اور نہ کوئی اس بیمار علی عابد سے مزاحم ہو اور جس کسی نے ان کے مال و اسباب وغیرہ میں سے جو کچھ لوٹا ہے واپس کر دے اس کے کہنے پر سپاہیوں نے عابد بیمار سے تو ہاتھ روک لیا لیکن لوٹا ہوا مال کسی نے واپس نہ کیا۔

(طبری صفحہ ۲۶۰ جلد ششم، تاریخ کامل ابن اثیر ۳۲ جلد چہارم)

یزیدی تو سو گئے کچھ پہرے دار جاگتے رہے مگر اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد کی آنکھوں میں نیند نہیں صدے اور غم کے آنسو تھے۔ یہ کیسے صبر والے لوگ تھے ان کی زبانوں پر حرف شکایت نہیں ان کی جبین حکم آلود نہیں انہوں نے واویلا نہیں کیا گریبان نہیں پھاڑے قضائے الہی پر صبر کیا کیونکہ یہی ان کے نانا جان کی تعلیم تھی اور یہی امام پاک کی وصیت تھی یزیدی سمجھ رہے تھے کہ قتل حسین سے وہ کامیاب ہو گئے ہیں لیکن امام پاک نے میدان کربلا میں فتح و شکست کے عنوان ہی بدل دئے تھے اور تاریخ کے صفحات پر یہ نقش کر دیا تھا کہ حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے سب کچھ قربان کر دینا اور اپنی جان دے دینا شکست نہیں بلکہ عظیم الشان فتح و کامیابی ہے انہوں نے امت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اور عزیمت و استقامت کی وہ مثال قائم کی جو ہر مقلد و پیروی کا ایک بامقصد اور زندہ یادگار اور آنے والی نسلیں کے لئے قابل تقلید ہے انہوں نے اپنے مقدس خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اسلام کی حق و صداقت کی گواہی دی اور دین کو اس کی اصل پر باقی رکھا ہر امتحان میں پورے اترے بظاہر خود تو ہے مگر اپنی وہ یادیں چھوڑ گئے تو تابندہ و پائندہ رہیں گی۔

اُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتُ رَبِّكَ وَرَحْمَةٌ وَاُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

کوفہ روانگی

صبح کے وقت اہل بیت نبوت کے یہ متم رسیدہ افراد بحالت اسیری جب لشکر یزید کے ساتھ کوفہ کی جانب چلے تو ان کے سامنے بے گورکھن ان کے پیاروں کی مقدس لاشیں تھیں وہ سب ایک ایک لاش کے قریب جا کر اوداغ کہہ رہی تھیں ان کے رونے میں اتنا درد تھا کہ کیچے پھٹے جاتے تھے حشر برپا ہو گیا تھا سیدہ زینب نے انتہائی درد و کرب کے ساتھ روتے ہوئے کہا یا محمد اہ یا محمد او آپ پر اللہ اور ملائکہ آسمانی کا درود و سلام ہو دیکھے یہ حسین چشیل میدان میں اعضا بریدہ خاک و خون میں آلودہ پڑے ہیں یا محمد اہ آپ کی بیٹیاں قید میں ہیں آپ کی اولا و مقتول پڑی ہوئی ہے ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے یہ دل دوزخ فریاد سن کر دوست دشمن سب رو دیے۔

(الہدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۳ جلد ہشتم بطبری ۴۶۲ جلد ششم)

شہدا کی تدفین

جب لشکر یزید کربلا سے کچھ دور چلا گیا تو شہادت کے دوسرے روز اور بقول بعض تیسرے روز قبیلہ بنو اسد جو ہستی غاضبہ کہ کنارہ فرات پر واقع تھی کے لوگ آئے اور انہوں نے امام عالی مقام کے تن بے سر کو ایک جگہ اور باقی شہدا کو ایک جگہ دفن کیا۔

(تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۳۳ جلد چہارم بطبری صفحہ ۲۶۱ جلد دوم)

مگر حضرت عباس کہ غاضبہ کی راہ پر جہاں آپ نے شہادت پائی تھی وہیں دفن ہوئے (عنصر الشہداء تین)

دفن سراقس

امت امام حسین کے سراقس کے دفن میں اختلاف ہے علامہ قرطبی اور شاہ ابن العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یزید نے اسیران کربلا اور سرانور کو مدینہ طیبہ لے کر لایا اور مدینہ طیبہ میں سرانور کی تجھیز و تکفین کے بعد حضرت سیدہ زہرا بتول یا امام حسن کے پہلو میں دفن کر دیا گیا وافض کہتے ہیں کہ اسیران کربلا نے ۴ روز کے بعد کربلا میں آکر جسد مبارک سے ملا کر دفن کیا۔

عسقلان بن عرقم کا قول ہے کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ حسین کے سر کو شہروں میں پھراؤ پھر عسقلان اپنے بچے کو وہاں کے امیر نے ان سے لے کر دفن کر دیا جب عسقلان پر ان کیوں کا غلبہ ہوا تو طلحہ بن رگہ جس کو صالح کہتے ہیں ناصب مصر نے تمیں ہزار بار روئے کر فرنگیوں سے سرانور لینے کی اجازت حاصل کی اور ننگے سروہاں سے مع اپنے سپاہ و خدام کے بتاریخ ۸ جمادی الاخر ۵۴۸ھ بروز اتوار مصر میں لایا اس وقت کی سرانور کا خون تازہ تھا اور اس سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی پھر اس نے ہزجر پر لی قبلی میں آنسو کی کرسی پر رکھ کر اس کے ہم وزن منک اس کے نیچے اور ارد گرد رکھا اس پر مشہد حسینی بنوایا چنانچہ قریب خان خلیلی کے مشہد مشہور ہے شیخ شہاب الدین ابن ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے مشہد میں سر مبارک کی زیارت کی مگر میں اس میں وہ دور متوقف تھا کہ سر مبارک اس مقام پر ہے یا نہیں؟ یہاں تک کہ مجھ کو غینہ آگئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بہ صورت نقیب سر مبارک کے پاس سے نکلا اور سرانور پر نور علیہ السلام کے پاس حجرہ نبویہ میں گیا اور جا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ انا محمد بن

حلی اور عبدالوہاب نے آپ کے بیٹے حسین کے سر مبارک کے مدفن کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا یا اللہ ان دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور ان دونوں کو بخش دے۔ شیخ شہاب الدین فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت امام کا سرائی یہیں ہے پھر میں نے مرتے دم تک سرائی کی زیارت نہیں چھوڑی۔

(طبقات الاولیاء للشرانی)

شیخ عبدالفتاح بن ابی بکر بن احمد شافعی خلوتی اپنے رسالہ نور العین میں فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام والمسلمین نجم الدین عیسیٰ نے شیخ الاسلام شمس الدین لقانی سے جو اس وقت کے شیخ الشیوخ مالکیہ تھے نقل فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ مشہد مبارک میں سرائی کی زیارت کو حاضر ہوتے اور فرماتے حضرت امام کا سرائی اسی مقام پر ہے۔ حضرت غلیل ابی الحسن قاسی سرائی کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے جب ضریح مبارک کے پاس آتے تو کہتے السلام علیکم یا ابن رسول اللہ جواب ملے و علیک السلام یا ابی الحسن۔ ایک دن سلام کا جواب نہ پایا حیران ہوئے زیارت کر کے واپس آگئے دوسرے روز پھر حاضر ہو کر سلام کیا تو جواب پایا۔ عرض کیا یا سیدی کل جواب سے شرف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ فرمایا اے ابی الحسن کل اس وقت میں اپنے جد امجد ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اکابر صوفیہ اہل کشف اس کے قائل ہیں کہ حضرت امام کا سرائی مصر میں اسی مقام پر ہے شیخ کریم الدین خلوتی فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی اجازت سے اس مقام مشہد اس الحسین فی المصر کی زیارت کی ہے۔

روایت یہ ہے کہ سرائی یزید کے خزانہ میں رہا جب سلیمان بن عبدالملک اموی کا حکومت آیا تو اس کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے سرائی کو منگوا کر اس نے خوشبو لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا۔

(تہذیب البتذیب صفحہ ۳۵۷ جلد ۲)

امام ابن حجر کی ہتھی روایت فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ ملا طفت فرما رہے ہیں اور اس کو نارت دے رہے ہیں۔ صبح اس نے حضرت امام حسن بصری سے اس کی تعبیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا تو نے حضور کی آل سے کوئی بھلائی کی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے ابن رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے خزانہ میں پایا تو میں نے اس کو پانچ کپڑوں کا لٹن دے کر اپنے دوستوں کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کیا ہے۔ حضرت حسن بصری نے اس سے کہا یہی تیرا کام حضور علیہ السلام کی رضامندی کا ثبوت ہے۔ (صواعق المحرقة)

علامہ اوکاڑوی علیہ الرحمۃ کا فیصلہ

امام بلا صفحہ ۲۳۹ میں لکھتے ہیں کہ ناچیز مؤلف عرض کرتا ہے کہ سرائی کے متعلق مختلف روایات ہیں اور مختلف مقامات پر مشاہدہ ہوئے ہیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان روایات اور مشاہدہ کا تعلق چند سروں سے ہو کہ یزید پلید کے پاس سب شہدائے اہل بیت سے سر بھیجے گئے تھے تو کوئی سر کہیں اور کوئی سر کہیں دفن ہوا ہو اور نسبت حسن بیت کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے صرف امام عالی مقام کی طرف کوئی گئی ہو۔

واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال

سرانور پر نور اور سفید پرندے

اہل بیت نبوت کے لئے ہوئے قافلہ کے بقیہ افراد گیارہ محرم کو کوفہ پہنچے جبکہ شہداء کے سران سے پہلے پہنچ چکے تھے امام عالی مقام کے سرخولی بن یزید کے پاس تقاربات کے وقت کوفہ پہنچا قصر امارت کا دروازہ بند ہو چکا تھا یہ سر کوئے گھر آگیا ظالم نے سرانور کو فرش پر ایک بڑے برتن کے پیچھے ڈھانک کر رکھ دیا اور اپنی بیوی "فواد" کے پاس جا کر کہا میں تمہارے لئے زمانے بھر کی دولت لایا ہوں۔ وہ دیکھ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر تیرے گھر میں پڑا ہے۔ اس نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت لوگ تو سونا چاندی لائیں اور تو فرزند رسول کا سر لایا ہے۔ خدا کی قسم اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی نوار یہ کہہ کر اپنے بچھونے سے اٹھی اور جہاں سرانور رکھا تھا وہاں آکر بیٹھ گئی۔ وہ کہتی ہے خدا کی قسم امیں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اس برتن تک مثل ستون چمک رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ سفید سفید پرندے اس کے ارد گرد مہموز لارہے تھے جب صبح ہوئی تو وہ سر کو امیں نے دیکھا کہ پاس لے گیا۔

(طبری صفحہ ۲۶۱ جلد ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۳ جلد ۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۰ جلد ۸)

سر اقدس اور ابن زیاد بد نہاد

الغرض ابن زیاد بد نہاد کا دربار لگا اور لوگوں کے لئے اذن عام ہوا۔ بھرے دربار میں اس کے سامنے امام عالی مقام کا سر اقدس ایک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ اس ظالم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی وہ آہستہ آہستہ آپ کے لبوں اور دانتوں پر مارتا تھا اور

کہہ رہے تھے میں نے ایسا حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ اس مردود کی گستاخی اور بے ادبی پر حضور علیہ السلام کے بوڑھے صحابی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو اس وقت وہاں موجود تھے تپ اٹھے اور درود کرب کے ساتھ روتے ہوئے فرمایا۔ ادا بن مرجانہ یہ لکڑی امام حسین کے لب ہائے مبارک اور دندان شریف سے ہٹا اس خدا نے واحد لا شریک کی قسم اس کے سوا کوئی معبود نہیں بیشک میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور علیہ السلام انہیں لبوں اور دانتوں کو چوما کرتے تھے یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھے بہت رلائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا اور تیری عقل زائل نہ ہوئی ہوتی تو صحابی رسول نہ ہوتا تو میں ضرور تیری گردن سے تیرا سر جدا کر دیتا۔

(طبری صفحہ ۲۶۲ ج ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۳ جلد ۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۳۹)

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس سے بھی زیادہ تجھے غصہ دلانے والی بات سناتا ہوں سن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے دائیں زانو پر حسن و حسین زانو پر حسین تھے آپ ان دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ میں ان دونوں کو تیرے مؤمنین صالحین کے پاس بطور امانت سپرد کرتا ہوں تو اے بد نہاد تو نے امانت رسول خدا ﷺ کے ساتھ یہ کیسا سلوک کیا ہے آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے کوفہ! خدا اتم سے کبھی خوش نہ ہو تم نے اللہ رسول ﷺ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو اپنے اوپر مسلط کیا اب یہ تمہارے اچھوں کو مارے گا اور تمہارے بروں کو چھوڑ دے گا۔ یہ کہہ کر حضرت زید روتے ہوئے باہر نکلے۔ (ابن ابی الدنیا، صواعق المحرقة صفحہ ۱۹۰)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس

ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو اس وقت میں اس کے پاس تھا اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال میں کچھ کام کیا اس کے ہاتھ میں ایک چھری تھی کہ وہ آپ کی ناک پر مارتا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حسین بہت زیادہ مشابہ تھے حضور علیہ السلام کے ساتھ اور آپ نے (سورہ کا) خضاب کیا ہوا تھا۔ (ترمذی باب مناقب الحسین، بخاری شریف صفحہ ۵۳ جلد ۱) روایت ہے کہ جس وقت امام عالی مقام کا سر انور ابن زیاد بد نہاد کے سامنے رکھا گیا تو قاتل نے بڑے فخر کے ساتھ کہا میرے اونٹوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو کیونکہ میں نے ایک نامور، بلند مرتبہ سردار کو قتل کیا ہے۔ میں نے اس کو قتل کیا ہے جو پہلے حالہ مادر و پدر اور حسب و نسب سب لوگوں سے بہتر تھا۔ ابن زیاد یہ سن کر غضب ناک ہوا اور کہنے لگا تیرے نزدیک وہ ایسے ہی فضائل والے تھے تو پھر تو نے ان کو قتل کیوں کیا؟ خدا کی قسم تیرے لئے اس کا بہترین صلہ میر طرف سے یہی ہے کہ تجھے بھی انہی کے پاس پہنچا دوں پھر اس کی گردن مار دوں۔

(الصواعق المحرقة صفحہ ۱۹۵، سعادت الکونین صفحہ ۱۱، نور الابصار صفحہ ۱۴۴)

ابن زیاد اور امیر ابن کربلا

پھر اہل بیت کے بقیہ افراد ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے حضرت سیدہ زینب نے کینڑوں کا سا پرانا اور میلا سا لباس پہن کر اپنی بیعت بدل دی چہرے پر نقاب تھا آپ کے ارد گرد چند عورتیں تھیں ابن زیاد بد نہاد نے پوچھا یہ باپردہ خاتون کون ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اس نے دوسری تیسری بار پوچھا پھر بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

ایک عورت نے کہا یہ حسین رضی اللہ عنہ کی بہن زینب بنت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ سن کر مردود نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہاری بہن کو جھٹلایا۔ (معاد اللہ)

شیر خدا کی بیٹی نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں بوجہ اولاد محمد ﷺ کے مکرم و معظم بنایا اور ہمیں پاک کیا جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے نہ کہ جیسا تو کہتا ہے۔ بلاشبہ فاسق و فاجر ہی رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے۔

عالم کہنے لگا تم نے دیکھا خدا نے تمہارے اہل بیت کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔ سیدہ نے فرمایا ان کے لئے شہادت مقدور ہو چکی تھی اس لئے وہ مقتل میں آئے اور انہیں وہ اور تم اللہ تعالیٰ کے حضور جمع ہو گئے اس وقت وہ اس کے سامنے اس کا انصاف طلب کریں گے۔ یہ دندان شکن جواب سن کر ابن زیاد غضب ناک ہو کر کہنے لگا خدا نے تمہارے اہل بیت کے سرکش اور نافرمان آدمی سے میرے غصہ کو خنڈا کر دیا۔ ظالم کے ان الفاظ نے سیدہ کو ٹڑپا دیا وہ انتہائی درد کے ساتھ روئیں اور فرمایا نہ ہی عمر کی قسم تو نے میرے خاندان کو تباہ کیا اگر اسی سے تیری تسکین اور تیرا دل خنڈا دیتا تھا تو بیشک ہو گیا۔ ظالم کہنے لگا یہ جرأت اور یہ شجاعت میری عمر کی قسم تمہارے باپ ہی تو بڑے شاعر اور بڑے شجاع تھے۔ سیدہ نے فرمایا عورت کو شجاعت سے کیا

ا۔ ط۔

(طبری صفحہ ۲۶۲ جلد ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۴۳ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۳ جلد ہشتم)

الثناء میں اس ظالم کی نظر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پر پڑی تو کہنے لگا تمہارا

نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا علی بن حسین۔ بد نہاد بولا وہ تو قتل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی علی اکبر تھے۔ پھر آپ کے بلوغ کی تصدیق کروا کر آپ کے قتل کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا ان مستورات کو کس کے حوالے کرو گے۔ جبکہ میرے سوا ان کا کوئی محرم نہیں۔ سیدہ زینب تو پائیکیں اور زین العابدین سے روتے ہوئے چٹ گئیں اور فرمایا یہ ایک آسرا بھی ختم کرتے ہو۔ اگر زین العابدین کو قتل کرنا ہے تو ہمیں بھی ان کے ساتھ قتل کر دو۔ لیکن زین العابدین پر مطلقاً کوئی خوف و ہراس طاری نہ ہوا۔ انہوں نے نہایت اطمینان اور وقار کے ساتھ فرمایا: اگر تم لوگ مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو قرابت داری کا لحاظ اور پاس کرتے ہوئے کسی مفتی اور شریف آدمی کو ان پر دوا درنوا تین کے ساتھ کر دو جو ان کو عزت و شرافت کے ساتھ وطن پہنچا دے۔ زین العابدین کی یہ بات سن کر ابن زیاد ویر تکب و دونوں باپردہ پھونکھی اور جھنجھکے کو تکتا رہا۔ آخر اس بد بخت کا دل پہنچ گیا اس نے حکم دیا کہ اس (علی مابد رضی اللہ عنہ) کو مستورات کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو۔

(تاریخ کامل ابن اثیر ۳ جلد ۴، الہدایہ والنہایہ ۱۹۳ جلد ۸، طبری ۲۶۳ جلد ۶)

مسجد کوفہ میں اعلان فتح اور ابن عقیف کی شہادت

اس کے بعد اعلان ہوا کہ لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں جب لوگ جمع ہو گئے تو ابن زیاد نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے امیر المؤمنینؑ پر یہ کوبن معاویہ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اور ان کو فتح و نصرت سے نوازا اور (معاذ اللہ) کذاب بن کذاب حسین ابن علی اور ان کے رفقاء کو شکست دی اور قتل کیا (معاذ اللہ) جب بد بخت ملعون

نے موال علی رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ کو کذاب کہا تو حضرت عبداللہ بن عقیف ازدی جو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں میں سے ایک بزرگ تھے اور دونوں آنکھوں سے معذور تھے اور سارا دن مسجد میں ذکر واذکار اور نماز پڑھنے میں گزارتے تھے وہ بہت بے تاب ہو کر اٹھے اور میرے مجمع میں کہا اواہن مر جاز تو بھی کذاب ہے تیرا باپ بھی کذاب تھا۔ تم لوگ اولاد رسول کو قتل کرتے ہو اور وہ تمہیں ایسی کرتے ہو جیسے صدیقین ہوتے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا اس کو پکڑ لو۔ سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اس وقت تو اس کی قوم کے لوگوں نے ان کو پھڑپھڑایا بعد میں ابن زیاد نے ان کو بلوایا اور حکم دیا کہ ان کو قتل کر کے ان کی لاش کو نکال دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(طبری صفحہ ۳۱۳ جلد ۶، ابن اثیر صفحہ ۲۲ جلد ۴، الہدایہ صفحہ ۱۹ جلد ۸)

پھر ابن زیاد بد نہاد نے حکم دیا کہ اسیران اہل بیت کو قید خانے میں رکھا جائے اور حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو نیزے پر بلند کر کے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا جائے چنانچہ امام پاک کے سر انور کو پھرایا گیا۔

راقصیوں کی معتبر کتاب جلاء العیون اور مظل ابن قما میں مذکور ہے جب اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد کو قہر پہنچے تو ان کی حالت زار اور عالم بے کسی کو دیکھ کر اہل کوفہ زور زور سے رونے اور ماتم کرنے لگے ان کے رونے اور ماتم کرنے کو دیکھ کر حضرت امام زین العابدین اور سیدہ زینب اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم نے ان کے سامنے خطبات ارشاد فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے:-

امام زین العابدین نے بعد حمد و صلاۃ کے فرمایا جو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو

نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہوں میں ان کا فرزند ہوں جو فرات کے کنارے بھوکے پیاسے شہید کئے گئے ہیں حالانکہ ان کے ذمے نہ کسی کا خون تھا نہ انہوں نے کسی کا مال لیا تھا میں ان کا فرزند ہوں جن کی جنگ عزت کی گئی مال و اسباب بھی لوٹ لیا گیا ان کے عیال قیدی بنائے گئے۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا تم نے میرے والد ماجد کو غلطوٹ لکھ کر نہیں بلایا تھا؟ اور کیا تم نے ان سے عہد و پیمان نہیں کئے تھے؟ ضرور کئے تھے پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا صرف یہی نہیں بلکہ ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا پس تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو تم نے جہنم کی راہ اختیار کی اور اپنے لئے بہت برا راستہ پسند کیا۔

یو! تم رسول خدا ﷺ سے کس طرح آنکھ ملاؤ گے اور کیا جواب دو گے؟ جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عزت کو قتل کیا اور میری حرمت کی جنگ کی پس تم میری امت میں نہیں ہو اس وقت ہر طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہونیں اور کوفیوں نے کہا اب ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ آپ نے فرمایا اے گروہ خدا و مکار تم یہ چاہتے ہو کہ تم مجھ سے بھی ویسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم نے میرے باپ کے ساتھ کیا ہے؟ میں تمہارے قول و اقرار اور دروغ بے فروغ پر کسی طرح بھی اعتماد نہیں کروں گا حاشا و کلا خدا کی قسم! ابھی وہ زخم نہیں بھرے جو کل ہی ہمارے پدر بزرگوار، ان کے اہل بیت اور ان کے رفقاء کے قتل ہونے سے لگے ہیں اور یہ سب کچھ تمہاری غداری و بے وفائی کی وجہ سے ہوا۔ واللہ میرا جگر کباب ہے پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

تجرب نہیں ہے اگر امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ قتل کئے گئے اس

کے کہ ان کے بزرگ بھی جو ان سے افضل تھے قتل ہوئے تھے اے کوفہ والو! خوش نہ ہو۔۔۔ ان مظالم کو جو امام حسین رضی اللہ عنہ پر کئے گئے یہ امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم ہے جو بزرگوار نہر فرات پر قتل ہوئے ہیں ان پر میری جان قربان ہو۔۔۔ جن لوگوں نے ان کو قتل کیا ہے ان کی سزا جہنم ہے۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا اے بے وفادار غا باز! یو! کیا اب تم روتے ہو اور ماتم کرتے ہو خدا تمہیں ہمیشہ رلائے اور تمہارا رونہ اور ماتم کرنا کبھی موقوف نہ ہو تم بہت زیادہ روو اور تھوڑا منسو۔ تمہاری مثال اسی عورت کی ہے جو کاتے ہوئے تانگے کو مضبوط ہو جانے کے بعد جھٹکے سے توڑ ڈالے۔ تم نے اپنے ایمان کو دھوکہ اور فریب کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ تمہاری مثال اس ہنرے کی سی ہے جو نیاست کی ڈھیری پر لگا ہو۔ تم میں بجز خود ستائی، شہنی، عیب جوئی، تہمت سرائی اور لوطیوں کی طرح خوشامد اور چالپوسی سے کچھ نہیں ملا۔ بلاشبہ تم بہت برے کام کے مرتکب ہوئے ہو۔ تم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلت حاصل کی اور عیب کمایا اور جہنم کے دروازے کھول دیے تمہارے ماتھے پر بے وفائی اور غداری کا داغ جو لگ چکا ہے وہ کسی پانی سے زائل ہونے والا نہیں۔ اے کوفیو! کیا تم جانتے ہو تم نے کس جگر رسول کو پارہ پارہ کیا اور کس کا خون بہایا ہے۔ تم نے خلاصہ خاندان نبوت اور سردار جوانان اہل جنت اور مہار و دین و شریعت کو قتل کیا ہے۔ تم نے اپنے لئے آخرت میں بہت برا نقشہ بچھا ہے۔ تم نے معذرات عصمت و طہارت دختران خاتون جنت کو (بقول رافضی مصنف) ادا (یعنی) بے پردہ کیا ہے (حالانکہ دختران زہرا با پردہ رہیں) خدا تعالیٰ تم پر اپنا غضب نازل کرے اور تمہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کرے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا:-

اے کوفہ والو! تمہارا برا حال ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں تم نے میرے پیارے بھائی کو بے ایمان پھر ان کو چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہ کی تمہاری بے وفائی اور غدار کی وجہ سے وہ قتل ہوئے۔ ان کا مال و اسباب لوٹ گیا اور ان کے اہل بیت قیدی بنے اب ہم ان پر روتے ہو خدا تم کو ہمیشہ رلاتے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کیا ظلم کیا ہے۔ کن گناہوں کا انہارا اپنی پشت پر لگایا ہے پھر آپ نے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:- تم نے میرے بھائی کو عالم غربت میں چاروں طرف سے گھر پر بھوکا پیاسا قتل کیا تمہاری مائیں روئیں عنقریب تم اس کی سزا میں آگ میں جلو گے جو شعلہ درہو کی۔ تم نے وہ خون بہایا ہے جس کا بہانا اللہ تعالیٰ نے اور قرآن نے پھر حضور پر نور ﷺ نے حرام کیا ہے۔ آگاہ رہو تم کو آتش و زخ کی بشارت ہے کل قیامت کے دن یقیناً تم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہو گے اور بیشک میں تمام عمر اپنے بھائی پر غم سے رونا کی وہ بھائی جو سرکارِ دو عالم ﷺ کے بعد بعد بہت بہتر تھے۔ ان سے جو پیدا ہوئے اور یہ آلسو کبھی بند نہ ہوں گے۔ برابر رخساروں پر بہتے رہیں گے اور کبھی خشک نہ ہوں گے۔ (مقتل ابنِ نمرہ صفحہ ۸۳، جلاء العیون صفحہ ۲۲۳ جلد دوم، کتب روانفلس)

اس کے بعد ابنِ زیاد بد نہاد نے اشتیاء کی ایک جماعت سے ساتھ جس میں شمر بنِ الجوشن کے غولی بنِ یزید، زحر بنِ قیس وغیرہ بھی تھے شہداء کے سروں اور اسیہ ان ال بیت کو یزید پلید کے پاس اس حالت میں بھیجا کہ زمین العابدین سے باجھ پائوں اور گروں میں زنجیریں ڈال دی گئی تھیں کہ راستے میں تشہیر کرتے ہوئے اور ہر

انہوں پر چڑھا کر لوگوں کو بتاتے ہوئے جانا کہ دیکھو لو جنہوں نے حاکم وقت یزید کی مخالفت کی اس کا یہ حشر ہوا ہے تاکہ لوگ ڈر جائیں اور یزید کی مخالفت سے باز رہیں راستے میں ایک منزل پر اہل کتاب کا ایک دیر (گر جا) آیا یہ لوگ رات گزارنے کے لئے وہاں ٹھہر گئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ وہ خرمے کا شیرہ پینے لگے لیکن علامہ ابنِ کثیر نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ وہ خمر (شراب) پینے لگے (الہدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۰ جلد ہفتم، صواعق مخرقہ صفحہ ۱۹۲)

سر اشہاد تین صفحہ ۳۵، نور الابصار صفحہ ۱۴، سعادت الکونین صفحہ ۱۴۳) اسنے میں ایک اوہے کا قلمہ نمودار ہوا اس نے خون سے شعر لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: کیا وہ گروہ بھی یہ امید رکھتا ہے جس نے امام حسین کو شہید کیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے جدا جدا اس گروہ کی شفاعت کریں گے؟ بعض روایات میں ہے کہ یہ شعر پہلے سے دیوار پر لکھا ہوا تھا جب ان بد بختوں نے دیکھا تو دیر کے بعد راب سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے اور کب کا لکھا ہوا ہے راب نے کہا یہ شعر تمہارے نبی کے معوث ہونے سے پانچ سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

(تاریخ خمیس صفحہ ۲۹۹ جلد دوم، سعادت الکونین صفحہ ۱۴۳)

حیوة الحیوان الکبریٰ صفحہ ۶ جلد اول)

علامہ ابنِ کثیر ابنِ عساکر سے روایت فرماتے ہیں لوگوں کا ایک لشکر مسلسل جنگ بڑا دو روز کی طرف گیا انہوں نے وہاں ایک کینسا میں بھی یہ شعر لکھا ہوا پایا۔

اترجو امة قتلت حسينا شفاعة جدہ يوم الحساب

ایا وہ گروہ بھی یہ امید رکھتا ہے جس نے امام حسین کو شہید کیا ہے کہ قیامت کے دن ان

کے جدا جدا اس گروہ کی شفاعت کریں گے؟

تو ان سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ شعر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

دیر کے راہب نے قافلے میں جب شہداء کے سروں کو نیروں اور چند بی بیوں اور بچوں باپردہ حالت اسیری و مظلومیت دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا تو وہ سخت حیران ہو کر بولا تم بہت برے لوگ ہو کیا کوئی اپنے نبی کی اولاد کے ساتھ بھی ایسا سلوک کر سکتا ہے جیسا تم لوگوں نے کیا ہے۔

پھر اس راہب نے اس گروہ اشقیاء سے کہا کہ اگر ایک رات کے لئے تم اپنے نبی کے نواسے کا سر میرے پاس رہنے دو اور ان بی بیوں کی خدمت کا موقع دو تو میں تم کو دس ہزار دینار دیتا ہوں وہ درہم و دینار کے بندے اس پر راضی ہو گئے۔ راہب نے ایک صاف ستھرا کمرانی بیوی کو رات گزارنے کے لئے پیش کیا اور اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں لیکن میرے دل میں تمہارے خاندان کی بڑی عزت ہے اس نے صبر کی تلقین بھی کی کہ اللہ والوں کو اللہ کی راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں آئی ہیں انہوں نے صبر کیا تو اللہ نے ان کا صبر کو بدلہ بہت اچھا دیا ہے اب تمہارے لئے بھی سوائے صبر کے چارہ نہیں بی بیوں نے اس کی اس ہمدردی کا شکر یہ ادا کیا اور اس کو دعائیں دیں۔

راہب نے رقم ادا کرنے کے بعد حضرت امام کا سر اقدس لیا اور اپنے خاص کمرے میں جا کر سر اقدس چہرہ مبارک اور مقدس زلفوں اور داڑھی مبارک کے بالوں پر جو غبار اور خون وغیرہ جما ہوا تھا اس کو دھو کر صاف کیا اور عطر کا فور لگا کر معطر کیا اور بڑے ادب

حکم کے ساتھ اپنے سامنے رکھ کر زیارت کرنے لگا اس کی اس تعظیم و تکریم اور حسن لوٹ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور اس نے اس پر اپنی رحمتوں کے وار سے کھول دیے اس پر گریہ طاری ہوا اور اس کی آنکھوں سے پردے اٹھ گئے اس نے یہ دیکھا کہ اس نور سے لے کر آسمان تک نور ہی نور تھا اس نے سر انور کی کرامت اور انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا تو بے ساختہ اس کی زبان پر جاری ہوا اشہد ان لا اله الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ چونکہ اس نے دنیا کی دولت قربان کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان کی دولت عطا فرمادی اس نے سر انور کا ادب کیا تھا تو ادب کرنے والے بد نصیب و بے ایمان نہیں رہ سکتے اس نے اس کو با نصیب با ایمان بنا دیا اس نے رسول زاد یوں کی رعائیں حاصل کیں تھیں وہ دعائیں رنگ لائیں اور اس کی قدر بدل گئی چنانچہ اس نے دیر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور سچے دل سے اہل بیت اطہار کا مطیع و خادم بن گیا۔

اس ایک اور سخت حیرت خیز واقعہ ہوا وہ یہ کہ اس گروہ اشقیاء نے الشکر امام عالی مقام ان کے غیموں سے جو درہم و دینار لوٹے تھے اور دیکھ بھال کے محفوظ کر لئے تھے اور راہب سے لئے تھے ان کو تقسیم کرنے کے لئے جب تھیلیوں کے منہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے اور ان کے ایک طرف یہ آیت

لَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ كَالَّذِي يُغْنِي عَنْكَ غُلَامًا زَيْنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ كَوَالِدٍ غَاثٍ ۚ

تجھو اور دوسری طرف یہ آیت نکھی تھی وَسَيُعَذِّبُكَ اللَّهُ وَلَيَكُونَنَّ مِنْ مَّنْقَلَبِ الْمُتَقِينَ اور ظلم نے والے اعتریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر بیٹھتے ہیں۔

(صواعق محرقة صفحہ ۱۹، سعادت الکونین صفحہ ۱۲۴)

یہ قدرت کی طرف سے ایک سبق ایک تنبیہ تھی کہ بد بختی اتم نے اس فانی دنیا کے لئے دین چھوڑا اور آل رسول ﷺ پر ظلم و ستم کیا یا رکھو دین تو تم نے چھوڑ ہی دیا اور جس فانی و بے وفار دنیا کے لئے چھوڑا وہ بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی اور تم خسرا لہ دنیا اور آخرت کا مصداق بنو گے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنف نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
ڈھول باجے۔

جب یزید پلید کو معلوم ہوا کہ اسیران کربلا اور امام حسین وغیرہ کا سر عقرب دمشق پہنچنے والا ہے تو اس نے پورے شہر کو آراستہ کرنے اور سب کو خوشی منانے کا حکم دیا حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت سہل تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے جب دمشق شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سب لوگ خوشی مانتے اور ڈھول بجاتے ہیں انہوں نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اہل عراق نے حسین ابن علی کے سر کو یزید کے پاس بھیج دیا ہے تمام اہل شہر اسی کی خوشی منا رہے ہیں حضرت سہل نے ایک آہ بھری اور پوچھا کہ حضرت حسین کا سر کون سے دروازہ سے لائیں گے؟ کہا گیا باب السانت سے آپ اس طرف تیزی سے بڑھتے اور بڑی دھڑ دھوپ کے بعد اہل بیت تک پہنچ گئے آپ نے دیکھا ایک سر جو حضور ﷺ کے سر مبارک سے بہت زیادہ مشابہ ہے نیزہ پر چڑھا کر رکھا گیا ہے جسے دیکھ کر آپ رو پڑے اہل بیت میں سے ایک نے پوچھا کہ ہم پر کیوں رورہے ہو؟ حضرت سہل نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا میرا نام سکینہ بنت حسین ہے انہوں نے فرمایا اور میں

آپ نے نانا جان کا صحابی ہوں اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیے حضرت نے فرمایا میرے والد کے سر اور کو سب سے آگے کرادیجئے تاکہ لوگ ادھر متوجہ رہیں اور ہم اہل چودہ سے دور رہیں حضرت اہل نے چار سو درہم دے کر حضرت امام سر مبارک کو مستورات اہل چودہ سے دور کرادیا۔

(تذکرہ صفحہ ۱۰۰، خطبات محرم صفحہ ۴۲۵)

نائدہ: اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ایام محرم میں ڈھول باجے بجانا یزیدیوں کا جتن ہے آپ کے دشمن کے یہاں تو ڈھول باجوں کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ امام کی شہادت کی خوشی میں یزیدیوں نے ڈھول بجایا تھا مگر اب امام علی مقام کی شہادت کے جھوٹے دعویدار بجاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور یزیدیوں کے طریقے پر عمل کرنے سے بچائے۔

تلاوت قرآن

۱۰۰ اشہد ان لا اله الا انت سبحانک انی کنت من العابدین ۲۷ میں ہے ایک بزرگ کہتے ہیں میں نزدیک سر امام حسین کے گدھ پتی آنکھوں سے دیکھا کہ لب آپ کے گل رہے ہیں کان لگایا تو سنا کہ آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے وَلَا تُخْشِعُنَّ لِلَّهِ الْكُفَّارَ الْكَافِرَ الْعَاقِلَ الْغَافِلَ غافلوں کے بد عمل سے اللہ کو غافل نہ کرنا۔

۱۰۱ اشہد ان لا اله الا انت سبحانک انی کنت من العابدین ۲۸ میں ہے زید بن ارقم صحابی کہتے ہیں کہ جب سر جان کو زمین پر آئین کا میرے دروازے پر آیا اس وقت میں گھر کی کھڑکی میں بیٹھا رو رہا تھا غم میں بے قرار ہو رہا تھا جب سر مبارک میرے قریب آیا تو میں نے سنا کہ سر امام

حسین نے اسی آیت کو پڑھا کہ حَسْبُكَ اَنْ اُطْعِبَ الْاَكْهَبُ وَالْاَفْهَقُ كَالْاَوَامِنِ اَلَيْسَ عَجَبًا ر

راقم الحروف فقیر نیر کا ذوق گواہی دیتا ہے کہ امام عالی مقام نے نیزے پر پورا قرآن پڑھا مختلف لوگوں نے مختلف آیات کی تلاوت کی آواز سنی۔

عناصر الشہادتین صفحہ ۲۸۳ میں ہے جب حران میں پہنچے تو یگی یہودی حرائی یہ دعویٰ
دھام اور نیزوں پر سرہائے شہدائے عالی مقام دیکھ کر گھبرایا اور اپنے گھر سے نکل کر
باہر استقبال کو آیا اور ان سروں کا نظارہ کرنے لگا ناگاہ اس کی نظر سر شہید پر پڑ گئی ایک
لحظہ لبہائے نازک بل رہے ہیں قریب چاکر کان لگایا تو حصار بنا کہ آپ یہ آیت
بآواز خزین پڑھ رہے ہیں **وَسَيَعْلَمُونَ لَكِنَّ ظَنُّكَ أَوَّلَىٰ مَلَكَيْنِ يَخْتَلِفَانِ** یعنی کو بڑا تعجب ہوا
پوچھا یہ کس کا سر ہے لوگوں نے کہا فرزند نبی ﷺ کا یعنی حسین ابن علی کا پوچھا ان کی
مادر اور مہربان کا کیا نام تھا کہا فاطمہ زہرا بتول بنت رسول ﷺ پس یگی یہودی نے کہا
کہ اگر دین ان کے نانا کا حق نہ ہوتا تو یہ صبر کرامات ان کے سر اقدس سے ظاہر

دشمن اور ہم ان باتوں پر باہر نہ ہوتے پس فوراً مسلمان ہو گیا اچھے اچھے کپڑے اور
 اور ہم حضرت امام زین العابدین کو دیئے اشیاء نے کہا کہ ارے دشمنان والی شام
 فی طرف داری کرتا ہے یہاں سے دور ہو ورنہ تیرا سرا تار لیا جائے گا یہی کا یہ کلام سنتے
 ی شراب شہادت کا نشہ چڑھ گیا فوراً شمشیر آبدار چمکا کے بکسیر کہتا ہوا بید یوں پروار کیا
 ایک تھلے میں پانچ بد بخت فی النار کے پھر یہی نے اسی جگہ اشیاء کے ہاتھ سے
 (عن اسرار المشاہدین صفحہ ۲۸۳)

مناسرا الشہادتین صفحہ ۲۸۲ میں ہے روحۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ اس کے بعد حلب کے یہاڑ کے نیچے قافلہ اتر اس پہاڑ پر ایک بستی بہت آباد تھی رعیت وہاں کی ہر طرح سے فارغ البال اور لاشاقی اور سب کے سب یہودی تھے اور جریر بنتے تھے لوگ دور دور سے وہاں آتے تھے اور ان کے بنے ہوئے کپڑے خرید کر لے جاتے تھے کوئوال وہاں کا عزیر بن ہارون نام تھا آدمی نہایت صاحب اکرام تھا جب کچھ رات گزری تو شیریں دانی حضرت شہر بابو کی ان کے پاس بیٹھا کر زار و قطار رونے لگیں حضرت امام کے غم میں روز دن سے زیادہ بے قرار ہوئے لگیں سب اس کا یہ تھا کہ جب شہر بانو مدینے میں تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں سو لونڈیاں تھیں جس دن حضرت امام حسین سے ان کا نکاح ہو چکا سو لونڈیاں آزاد کرویں پھر بروز ولادت حضرت نام بن العابدین کے چالیس لونڈیاں آزاد کرویں فقط دس لونڈیاں ان کے پاس رہ گئی تھیں منجملہ ان کے شیریں بہت بہت خوش رو خوشو تھیں ایک دن حضرت امام حسین نے حضرت شہر بانو کے دو برو شیریں کی کچھ تعریف کی حضرت شہر بانو نے کہا کہ شیریں آپ کی نذر ہے پس حضرت امام عالی مقام نے شیریں کو اسی دم براہ خدا آزاد کر دیا

پھر حضرت شہر بانو نے اسی دم گھڑی اپنے کپڑوں کی منگوا لی اور شیریں کو خلعت نشین
 تہنی پہنایا امام عالی مقام نے فرمایا کہ تم نے بہت سی لونڈیاں آزاد کیں مگر کسی کو خلعت
 گرانیہ پہنایا نہیں مجھے تعجب ہے بتاؤ اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت شہر بانو نے فرمایا
 کہ اسے شاہزادے وہ سب میری آزادی کی موتی ہیں اور شیریں آپ کی آزادی کی موتی
 ہے شیریں اور میری آزادی کی موتی لونڈیاں کے درمیان کچھ فرق ہونا چاہئے آپ بہت
 خوش ہوئے اور حضرت شہر بانو کو عادی مگر شیریں باوجود آزاد ہونے کے ملازمت شہر
 بانو کی چھوڑتی نہ تھیں دم بھر خدمت سے ان کی منہ موڑتی نہ تھیں پس اس رات شیریں
 نے دیکھا کہ حضرت شہر بانو نے کپڑے اپنے حسب حال نہیں پہنے ہیں پس شیریں کو
 وہ خلعت گرانیہ جس کو حضرت شہر بانو شیریں کو امام عالی مقام کے سامنے پہنایا تھا یاد
 پر کیا امام حسین کی مصیبت اور حضرت شہر بانو کی نیکی اور غربت پر رونے لگیں جی بگڑ
 گیا پھر شیریں نے حضرت شہر بانو سے کہا کہ حکم ہو تو اس ہمتی میں پہاڑ پر جاؤں اور
 اپنے زیور و سچ آپ کے واسطے کچھ کپڑے خرید لاؤں حضرت شہر بانو نے فرمایا تو جہاں
 جائے مختار ہے آزاد کروہ لونڈی پر ہمارا کیا اختیار ہے یہ رات گزری کہ شیریں نے
 اپنے کو پہاڑ پر پہنچایا پھر قلعہ کا پھاٹک بند اس کا حلقہ در ہلایا عزمین ہارون مذکور اس
 وقت خواب دیکھ کر قلعہ کے پھاٹک کے پاس شیریں کے انتظار میں کھڑا تھا اندر سے کہا
 کہ کون حلقہ در ہلاتا ہے؟ کیا شیریں آئی ہے؟ شیریں نے کہا ہاں کو آؤ گھو لو غرض عزمین
 شیریں کو اپنے گھر لائے اور بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آئے شیریں نے کہا مجھے بڑا
 تعجب ہے کہ تم نے میرا نام کیونکر جانا؟ عزمین نے کہا کہ ابھی میں نے حضرت موسیٰ اور
 ہارون علیہما السلام کو خواب میں دیکھا کہ رو رہے ہیں کسی کے غم میں بے عتاب ہو

ہے ہیں آج وقوت کے ان پر پیدا ہیں علامات مصیبت کے ان کے چہروں سے
 دیدار یعنی (ظاہر) ہیں میں نے عرض کیا حضرت آپ کا کیا حال ہے کس کے واسطے
 آپ روتے ہیں فرمایا تجھے معلوم نہیں آؤ اشقیاء نے محمد ﷺ کے نواسے امام حسین کو
 لہجہ میں بے دردی سے بیسا شہید کیا ہے اب سران کا اور اہل بیت کو کونے سے
 ناپید پلید کے پاس لئے جاتے ہیں ان ہی کے غم میں ہم لوگ رو رہے ہیں میں نے
 عرض کی کہ آپ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پہنچانتے ہیں اور ان کے دین کو حق
 جانتے ہیں فرمایا وہ نبی برحق ہیں خدا کے حبیب مطلق ہیں جو ان پر ایمان نہ لائے گا
 جہنم میں جائے گا سارے انبیاء اس سے بیزار ہیں اسی کے شفاعت سے دست بردار
 ہیں تب میں نے کہا ان کے نبی برحق ہونے کی کوئی علامت بتا دیے پس حضرت موسیٰ
 و ہارون نے فرمایا کہ اتھ قلعے کے پھاٹک کے پاس منتظر کھڑا رہو ایک آزاد شدہ لونڈی
 شیریں نام قلعے کے پھاٹک پر آئے گی اور حلقہ پھاٹک کا ہلائے گی پھر پہاڑ کے تہ
 حضرت حسین کے سر کے پاس جائے اور ہمارا بہت بہت سلام پہنچائے پھر تم ان کے سر
 اقدس سے ہمارے سلام کا جواب پاؤ گے اور مشرف بہ اسلام ہو جاؤ گے پھر شیریں
 سے تمہارا نکاح ہوگا پھر میں خیمہ سے چونک پڑا اور نعرہ الا اللہ مارا اور دوڑا ہوا پھاٹک پہ
 آیا کہ تم نے پھاٹک کے باہر سے پکارا اس واسطے ہم نے جانا کہ تمہارا نام شیریں ہے
 یہ اتھ من کے شیریں فوراً وہاں سے لوٹ آئیں اور سب ہاتھیں اہل بیت اظہار کو آکر
 نامیں اہل بیت یہ حال عجیب من کے رونے لگے علی الصبح عزمین ہزار درہم لشکریان
 بیکودے کے اہل بیت کی خدمت میں آنے کی اجازت لے کے حضرت امام زین
 العابدین کے پاس آئے اور بہت سے کپڑے پیش کئے قیمت اور ہزار اشرفیاں نذرانہ

لائے اور امام زین العابدین کے ہاتھ اسلام کی بیعت کی اور صاحب ایمان مسلمان ہو گئے پھر جناب امام عالی مقام کے سر اور کے پاس آکر آنکھوں سے سیلابِ خون بہا کر عرض کی کہ آپ کی خدمت میں یہودی سے مسلمان جو رہا ہوں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا سلام لایا ہوں امام پاک کے سر سے آواز آئی تھیہ پر اور ان دونوں پر میری طرف سے سلام پہنچے اور فرمایا کہ اے عزیزِ قیامت کے دن تو میرے اہل بیت کے ساتھ محصور ہوگا پھر عزیزِ کاشمیری سے نکاح ہوا اور اس قلعے کے سمارے یہودی مسلمان ہوئے۔

عجیب واقعہ :- ابوالخوق کوئی کہتا ہے اشاعرہ کو فوشام میں واسطے نگہبانی سرہانے شہدائے رات بھر چچا جس جوانان مسلح کا پھرا رہتا تھا ایک رات میری باری تھی سب پہرے دار سو گئے اور اس شب کو مجھے نیند نہیں آئی تھی اتنے میں آسمان سے ایک آواز عجیب آئی قریب تھا کہ آسمان وزمین پھٹ جاتے پھر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی بڑے بڑے لمبے سفید ثورانی کپڑے پہنے ہوئے آسمان سے نیچے آیا اور صندوق میں سے امام علی مقام کے سر کو باہر لائے پھر رو رو کر ان کے منہ پر بوسے دینے لگے۔

میں نے قصد کیا کہ قبل اس کے کہ اور پہرے دار لوگ جاگیں سر امام عالی مقام کا ان سے لے کے صندوق میں بند کر دوں گا کہ ناگاہ ایک شخص مجھ پر کڑکا کہ ہاں خبر دار آگے مت جاؤ۔ یہ آدم علیہ السلام ہیں واسطے تعزیت فرزند حبیب خدا کے تشریف لائے ہیں۔ پھر دوسری آواز سنی کہ نوح علیہ السلام آئے ہیں پھر سنا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل و احق علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ آخر میں حبیب کبریٰ

سورۃ انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ مع صحابہ کبار اور حمید کرار اور اہام حسن رضی اللہ عنہم اور حضرت حمزہ اور حضرت تیار کے وہاں جلوہ افروز ہوئے اور ایک ایک بزرگ اس سر کو اٹھا لیا کے تعلیم کرتے تھے اور آہ۔۔۔۔۔ دل پر درد سے بھرتے تھے پھر نور کی کرسی آئی اور حضور علیہ السلام نے اس پر نزول اجلال فرمایا اور سارے انبیاء اور صحابہ چاروں طرف آپ کے تھے پھر ایک فرشتہ آیا ایک ہاتھ میں ننگی تلوار برقی غضب پروردگار اور دوسرے ہاتھ میں آگ کا رزخ خونخوار۔ پھر اس فرشتے نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوں۔ دوست دار اہل بیت ہوں یہ لوگ مجھے زبردستی سے اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں اس فرشتے نے میرے منہ پر ایک مٹا چھڑا کر کہ میرا حال اتنا ہو گیا اور اس طرف کا منہ سیاہ ہو گیا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو فرشتے نے مجھے پھونک دیا میں صبح تک بے ہوش پڑا رہا صبح کے وقت آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سر حسین بدستور صندوق میں بند ہے اور ان پچاس پہرے داروں کا پتہ نہیں جا بجا چاروں طرف صندوق کے رکاکھ کے تودے لگے ہیں راوی کہتا ہے کہ صبح کو شہر نے ابو الخوق کو بلا کر پوچھا کہ تیرا منہ ایک طرف کا کالا کیوں ہو گیا ہے۔ ابو الخوق نے سارا حال شب کا کہہ سنایا پھر ایک ایسی آہ کی کہ شکل اس کی بدل گئی زمین پر گر رہا ہاں نکل گئی لوگوں نے دیکھا کہ کایہ اس کا کٹ گیا تھا اور پتہ اس کا پھٹ گیا تھا الفکر پان پر یہ حال سن کر بہت گھبرائے اور وہاں سے آگے کو قدم بڑھائے۔

(عن اصحابها و تلمذین)

دوسرا عجیب واقعہ :- ابو سعید دمشقی کہتا ہے کہ جب ہم لوگ لشکریان ابن زیاد کے

سر حسین رضی اللہ عنہ کو لئے ہوئے دمشق کے قریب پہنچے تو خبر مشہور ہوئی کہ سینہ غزالی چاہتے ہیں کہ لشکر جمع کر کے سپاہ ابن زیاد پر چھاپے ماریں سرال بیت اور شہداء و جہین لے جائیں اور سپاہ شام کی گردنیں اتاریں یہ خبر سن کر سپاہ و سپاہ شام خبرانی شام کے وقت ایک مقام پر اترے وہاں ایک بت خانہ بہت منظم تھا۔ سب کی روئے تھی کہ آج رات بھر اسی بت خانے کے آکر پاؤں بلند پکارا۔ ایک بوڑھے نے یہ سردار اس بت خانے کا تھا بت خانے کی چھت پر چڑھ کے دیکھا کہ بہت سے سوار اور پیادے بت خانے کو گھیرے ہیں شمر نعرہ مار رہا ہے بدحواس ہو کر پکار رہا ہے آخر اس بوڑھے نے کہا کہ تم لوگ کون ہو کہاں سے آئے ہو کہ عرصہ جاتے ہو۔ شمر نے کہا ہم لوگ لشکریان ابن زیاد ہیں کوفے سے آئے ہیں دمشق میں یزید کے پاس جاتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا دمشق میں کسی کام کو جاتے ہو۔ شمر نے کہا کہ گربا میں ایک شخص یزید سے ہاکی ہو گیا تھا ہم لوگ اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو مارے سروں کو سب لے اتار کر نینروں پر چڑھائے اور ان کے اہل بیت کو باپردہ اسیر کر کے محلوں میں ان اونٹوں پر بٹھائے دمشق میں یزید کے پاس لئے جاتے ہیں۔ بوڑھے نے نیچے لگا دی تو دیکھا کہ نورانی سراندھیرے میں چاند کی طرح چمک رہے ہیں چہروں پر نور ہنس رہا ہے پوچھا ان کے سردار کا کونسا سر ہے؟ شمر نے پتہ بتایا پس بوڑھا سر سردار کو دیکھ کر قہر آیا۔ پھر کہا میرے بت خانہ کو تم کیوں گھیرے ہو کہا ہم نے سنا ہے کہ کچھ لوگ جمع ہو کر چاہتے ہیں کہ شب کو چھاپے ماریں اور ان لوگوں کو ہم سے جہین لیں اور گردنوں کو ہماری اتاریں سو رات بھر تم ہم سب کو اس بت خانے میں پناہ دو پچانک کھولو۔ بوڑھے نے کہا تم لوگ بہت ہو اس چھوٹے سے بت خانے میں سب کی گنجائش نہیں ہوگی۔ ستم

ہر ہائے شہدائے نادر اور اسیران اہل بیت اطہار کو اندر بت خانے کے لاؤ اور تم بت خانہ کے اندر آگ جلاؤ اور رات بھر بیدار رہو سوؤ نہیں باغی اگر آئیں گے تو شمر و ہم بھر جائیں گے شمر نے کہا تم نے بہت ایسی بات کہی ہیں سر مبارک صندوق میں بند کر کے اپنے چند سواروں کو کہا کہ اس صندوق کو لے کر اس بت خانے میں لے جاؤ۔ وہاں رات بھر دہنا ہر طرح سے ہوشیار رہنا۔ شمر واقعہ ابو الخوق سے سب ڈرے ہوئے تھے کوئی بت خانے کے اندر رہنے پر راضی نہ ہوا اتنا کہا کہ اس صندوق کو لے کر اس بت خانے میں آ کے ایک مکان مضبوط میں دھر کے ایک بھادی قفل سے اس کو بند کر کے باہر چلے آئے پھر اس بوڑھے نے پردہ کر کے حضرت عابد اور اہل بیت اطہار کو کچا دوں سے ایک مکان عالی شان میں اتارا اور نہایت تعظیم و توقیر سے پیش آیا۔ جب کسی قدر رات گزری اور سب لوگ سو گئے پس وہ بوڑھا اٹھ کر چاروں طرف اس گھر کے جس میں صندوق کے اندر سر امام عالی مقام کا تھا گھومنے لگا شوق دیدار میں سر امام کے حالت و جد میں آ کر جھومنے لگا چاہتا تھا کہ کسی طرح سر حسین رضی اللہ عنہ عند کوڑو یک سے دیکھ لے اور پیشانی نور پر چند پوسے دے نا گاہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ گھر صندوق والا بغیر شمع و چراغ کے روشن ہے بوڑھا گھبرایا کہ یا اللہ یہ روشنی کہاں سے آئی ہے اتفاقاً اس گھر کے دانے ایک دوسرا گھر تھا اور اس گھر میں جا کر اس روزن سے دیکھنے لگا کہ وہ روشنی دم بدم بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے دیکھنے سے اب آنکھ خیرگی کرتی جاتی ہے۔ پھر چھت اس گھر کی پھٹ گئی اور ایک ہماری زبردکار سے ایک بی بی صاحبہ بہت سی لونڈیوں کے ساتھ جن کو دنیا کی مورتوں سے کچھ نہایت وحشی اتریں اور وہ لونڈیاں کہتی تھیں کہ ہو ہو سب کی ماں حضرت مولا آتی ہیں پھر اس طرح

سارہ اور ہاجرہ اور یوسف علیہ السلام کی ماں راجیل اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثوم اور آسیہ اور مریم آئیں اس کے بعد ایک ہماری زرنکار آئی اس میں حضرت خدیجہ کبریٰ تشریف لائیں اور سب وہیں سر مرد کو صندوق سے نکال کر آہ سرد بھرتی تھیں اور رو کر زیارت کرتی تھیں ناگاہ بیک ہماری نورانی نظر آئی کسی نے اس بوڑھے کو لکارا کہ اس روزن سے مت دیکھ۔ سواری سیدہ زہرا رسول کی چوتھی صاحبزادی حسین کی اماں بتول کی آئی فقیر بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ ایک پردہ آنکھوں کے آگے پڑا ہے کہ اس روزن سے کسی کو دیکھ نہیں سکتا اندر سے فقط اتنا سنا تھا۔ السلام علیک اے مظلوم مادر اے غریب مظلوم مادر نور حسین اے فرزند حسین من غم مت کھا کل قیامت کے دن اس کا انصاف ہوگا تمہارے خون کے عوض تمہارے دشمنوں کا مطلع صاف اور تمہارے۔۔۔۔۔ کا سارا گناہ معاف ہوگا۔ بوڑھا فقیر ان باتوں کو سن کے بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو ان عماریوں کا کچھ پتہ نہ پایا۔ پھر اپنے باطل دین سے منہ موڑا۔ پھر قفل اسی مکان اور صندوق کا کسی طور سے توڑے پھر صندوق کے چاروں طرف مرغ بھل کی طرح لوٹنے لگا۔ سر مرد کو صندوق سے نکال کر مشک و گلاب سے دھو کے بڑی تعظیم سے مصلے پر دھر کے شمع کا فوری روشن کر کے دونوں بیٹے کر سر مرد کا نظارہ کرنے لگا اور رو کر کہنے لگا سر مرد دین خاتون جنت تمہاری زیارت کو آتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان میں سے ہیں جن کا وصف میں نے تو رات اور انجیل میں پڑھا ہے سو لہذا مجھے اپنے حال پر ملال سے آگاہ کیجئے اور میری نجات کی بھی کوئی راہ کیجئے۔ پس خدا نے اپنی قدرت و کمال اور سر حسین رضی اللہ عنہ سے آواز آئی کہ اے بوڑھے میں مظلوم ستم رسیدہ ہوں مسارا

اے مصائب عجیب ہوں میں شہید کربلا ہوں میں نور دیدہ مصطفیٰ ہوں میں سرور و رحمت ہوں جان کو نین ہوں میں سیدنا حسین ہوں۔

میں فقیر نے یہ باتیں سن کے اپنے اے چیلوں کو بلایا اور سب کو یہ حال کہہ سنایا وہ کافق امام زین العابدین کے پاس آئے اور سب مسلمان ہو گئے پھر ہاتھ جوڑ کر تے لگے کہ حضور حکم دیجئے کہ ہم لوگ بت خانے کے باہر جا کر اشیاء پر چھاپا ماریں ان کے سروں کو تاریں آپ نے فرمایا کہ یہ سب اپنی سزا پائیں گے دوزخ میں جائیں گے پھر صبح ہوتے ہی اشیاء نے سر ہائے شہدائے ابراہا و اہل بیت الطہار کو بت خانے سے باہر لا کر دمشق کی راہ لی۔

ایک بوڑھے کا واقعہ:- جب قافلہ شہر دمشق میں داخل ہو کے یزید پلید کے پاس پہنچے ایک جامع مسجد ملی صحن مسجد ایک بوڑھا بہت لمبی اور سفید داڑھی والا بغل میں قرآن شریف لئے ہاتھ میں شلج جب پہنچے سر پر علامہ باندھے ٹہل رہا تھا جب اس نے ہائے شہدائے ابراہار اور حضرت عابد پیر کو دیکھا کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسارے بڑوں کو ہلاک کیا اہل شام کو ان کے فتنے سے پاک کیا۔ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ اے بوڑھے تو نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا قرآن کا حافظ ہوں آپ نے فرمایا تیری سمجھ کا خدا کا حافظ ہے۔ تو نے قرآن مجید میں یہ آیت پڑھی **قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ دِينٍ قَدْرٌ وَاللَّهُ يَتَذَكَّرُ أَلْفَ مَرَّةٍ** ہے اے محبوب فرما میں تم سے نطف کی اجرت اپنے قربی کی محبت کے بغیر اور کچھ نہیں مانگتا۔ سوائے بوڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں ہماری محبت سب مسلمانوں پر واجب ہے پھر پوچھا تو نے یہ آیت

پڑھی ہے **اِنَّكَ لَبِيتُكَ لَئِنْ لَمْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ يَكُنْ لَكُمْ الْوَيْسُ كُلُّ لَبِيَةٍ وَّيُطْعَمُ رُكُوعُ تَعْلِيْمًا** آپ فرمایا اہل بیت نبوت کے ہم ہی لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کو گناہوں اور طرح کے جیبوں سے پاک و صاف کیا۔ بوڑھا اس کلام کو سن کے آتش شرم و جلا جلیجھن کے سر جھکا کے رونے لگا اور کہنے لگا یا ابن رسول اللہ میری خطا عاف میں نے آپ لوگوں کو پہچانا تھا پھر رو بہ قبلہ ہو کر زار و زار رو کے کہنے لگا خداوند ان حضرات کی دشمنی سے میں بیزار ہوں آہ سرد بھر کے حضرت امام العابدین کے اونٹ کے آگے خاک پر مرغ نعل کی طرح لوٹنے لگا اور کہتا تھا تیری جناب میں اگر توبہ قبول ہوئی ہے تو اس دم میری جان نکال لے۔ عذاب و سے نجات دے پھر توبہ اور دعا اس کی مقبول ہوئی آخر ایک نعرہ مارا اسی دم جان ان جنت کو سدھار اہل بیت یہ حال دیکھ کر رونے لگے۔

در بار یزید :- عناصر اشہادین صفحہ ۲۹۲ میں ہے کہ اس پلید نے پہلے اہل بیت خاص ایک گمرے میں الگ نظروں سے محفوظ اتروائے اور اس گمرے کے درون طرف سے پردے گروائے بعد اس کے سرہائے شہداء کو منگایا۔ اب چند روایات بحوالہ کتب درج کی جاتی ہیں اس کے بعد نتیجہ اخذ کیا جائے گا۔

ابن اثیر صفحہ ۳۳ جلد ۴ بطبری صفحہ ۶۶۶ جلد ۶، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۱ جلد ۸ میں زمر بن قیس یزید کے پاس حاضر ہوا تو یزید نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ زمر نے کہا اہل بیت آپ کو مبارک ہو اللہ نے آپ کو فتح و نصرت دی۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہما عنہما بموسا قتیوں کے ہمارے مقابلہ میں آئے ہم نے ان سے

احاطت اختیار کر لیا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ انہوں نے اطاعت سے انکار کر دیا ہم نے صبح ہوتے ہی ان کو ہر طرف سے گھیر کر ان پر حملہ کر دیا۔ جب ہماری تلواریں ان کے سروں تک پہنچ گئیں تو وہ بھاگنے لگے اور ان کے لئے کہیں جانے پناہ نہیں تھی تو وہ ام سے اپنی جائیں بچانے کے لئے اسی طرح چھپتے پھرتے تھے جیسے گھوڑ شاہین سے چھپتے ہیں۔ امیر المؤمنین (ع) نے ایک اونٹ کے ذبح کرنے میں لگتی ہے کی دیر میں ہم نے ان کے سب آدمیوں کو قتل کر دیا اب ان کی لاشیں جہنم کے درجن اور ان کے رخصت خاک و خون میں آلودہ پڑے ہیں۔ آفتاب کی تپش ان کو کھسکا رہی ہے ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے ایک سنسان بیابان میں عقاب و گدھیں ان پر اتر رہی ہیں یہ سن کر یزید (من فکان طور پر) آبدیدہ ہو گیا اور منہ فقاہ طور پر کہا کہ تمہاری اطاعت سے اس وقت خوش ہوتا جبکہ تم نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کیا ہوگا خدا (ابن زید) پر لعنت کرے واللہ اگر میں ہوتا تو حسین کو عاف کر دیتا خدا حسین پر رحم کرے ذکر کو کوئی انعام نہ دیا۔

دوسری روایت :- ابن اثیر صفحہ ۳۵ جلد ۳ میں ہے۔ شمر بن الجوشن اور محضر بن ثعلبہ نے دروازے پر کھڑے ہو کر باواؤ بلند کہا ہم امیر المؤمنین کی خدمت میں سب سے زیادہ بے وقوف اور بدترین شخص کا سر لے کر آئے ہیں (معاد اللہ) یزید نے یہ سن کر کہ اس کی بات نے اس سے زیادہ بے وقوف اور بدترین بنایا نہیں چنا۔ لیکن وہ قاطع اور قائل ہے پھر وہ اندر داخل ہوئے اور سر انور کو یزید کے آگے رکھ کر سارا واقعہ کربلا بیان کیا۔ یہ سارا واقعہ یزید کی بیوی ہند بنت عبد اللہ بن عامر نے بھی سنا وہ چادر اوڑھ

علاء ابن حجر مکی اور شعبی نے فرمایا: یزید نے دو شعر اس میں اور بڑھا دیے۔
یزید کے صریح کفر پر مشتمل ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے: بنی ہاشم ملک سے پھلتے رہے تو
کوئی آسمانی خیر ان کے پاس آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔ (معاد اللہ) میں عقبی
اولاد سے نہ ہوتا اگر میں اولاد احمد سے اس کا بدلہ نہ لیتے جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔
(صواعق مخرقہ صفحہ ۱۹۸)

نکدہ ۱۰: اس روایت سے ثابت ہوا کہ یزید پلید مطلقاً کافر تھا۔ (نیز مہدی)
چوتھی روایت:- جب یزید کے سامنے حضرت امام پاک اور ان کے اہل بیت
والفصاد کے سر رکھے گئے تو اس نے حسین ابن امام کے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ
دوسری روایت میں لکھا جا چکا ہے۔ تو اس وقت مروان کا بھائی یحییٰ بن حکم یزید نے
پاس موجود تھا اس نے دو شعر کہے جن کا ترجمہ یہ ہے: وہ لشکر جو زمین و آسمان کے پہلو میں تھی
کیا گیا ہے وہ زیادہ قراہت دار ہیں ابن زیاد جیسے کمینہ غلام اور کھوئے نسب والے سے
سیمہ کی نسل تو سنگ ریزوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوئی لیکن آل مصطفیٰ سے
آج کوئی باقی نہیں رہا۔ یزید نے یہ سن کر یحییٰ بن حکم کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا: خوش
(طبری صفحہ ۲۶۵ جلد ۶، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۳ جلد ۸، ابن اثیر صفحہ ۷۷ جلد ۳)

راقم الحروف نیر مروان کے بھائی یحییٰ کی بکواس کے جواب میں کہتا ہے اس وقت
ابن زیاد کی نسل کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے آل مصطفیٰ سے دنیا بھر میں ہر جگہ موبہ
ہے خدا کا وعدہ سچا ہے۔ لَکَا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ کوثر کا ایک معنی اولاد رسول بھی ہے
پھر یزید کے سامنے امام العابدین خواتین باپردہ اور اطفال اہل بیت کو حجت امیر

اہل بیت کی کیا گیمیا یزید نے امام زین العابدین سے پوچھا تم سے کیا سلوک کیا
آپ نے فرمایا اگر اس طرح ہم حضور علیہ السلام اپنے نانا جان کے سامنے
ہوتے تو حضور ہم سے کیا سلوک کرتے۔ یزید نے حکم دیا کہ ان کی زنجیریں کھول
دے۔ جب نے پردے کی حالت میں فرمایا: تو میرے نانا کے امتی ہونے کا دعویٰ
کے اور میرے ہی نانا کا کلمہ پڑھتا ہے میرے جد امجد اور میرے باپ اور میرے
والدین ہی سے تو نے اور میرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے یزید نے کہا او
کے بھائی تو جھوٹ بکتی ہے سیدہ نے فرمایا تو اپنی خالمانہ ہادشی کی وجہ سے ناحق سختی
کرتا ہے یزید اس پر شرمناک خاموش ہو گیا۔

(ابن اثیر صفحہ ۳۵ جلد ۳، طبری صفحہ ۲۹۵ جلد ۶)

البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۳ جلد ۸، تہذیب الاحزاب صفحہ ۳۵۳ جلد ۲)

نکدہ ۱۱: راقم الحروف نیر کہتا ہے یزید پلید کا یہ قول اس کے صریح کفر پر دلالت
نہایت امام احمد بن حنبل نے یزید کی اس بکواس کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔
ابن اثیر روایت:- جب حضرت امام کا سر انور یزید کے پاس پہنچا تو وہ خوش ہوا
ان کے نزدیک ابن زیاد کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اس لئے اس کو انعام و اکرام
دارا کر تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ نادم ہوا کیونکہ اس کو معصوم ہو گیا کہ لوگوں
دلوں میں میرا بغض اور عداوت پیدا ہو گئی ہے اور لوگ مجھے لعن طعن اور سب و شتم
کے لئے ہیں پھر وہ ابن زیاد کو گالیاں دینے لگا خدا کی لعنت ہو ابن مرچانہ پر اس
نے کون قتل کر کے مسلمانوں کے دلوں میں میرے بغض و عداوت کا بیج بو دیا اور

ہر ایک و ہر آدمی قتل حسین کی وجہ سے میرا دشمن بن گیا۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے۔
اس پر اپنا غضب نازل کرے۔ (ابن اثیر صفحہ ۶۳ جلد ۱۸)

جب ابن زیاد نے حضرت امام حسین کو بعد ان کے رفقاء کے قتل کر دیا تھا اور ان
سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اورا تو خوش ہوا اور اس کی وجہ سے
ابن زیاد کی قدر و منزلت ان کے نزدیک زیادہ ہو گئی مگر وہ اس خوشی پر زیادہ دیر تک
نہ رہا حتیٰ کہ پھر نادم ہوا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۲ جلد ۱۸)

بیشک یزید نے ابن زیاد پر اس کے قتل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا بھی
اس وجہ سے کہ کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہوگی اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہوگا۔ لیکن
اس نے ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول کیا اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور
کو بھیج کر اس کا یہ شرمناک عیب اس کو جتایا۔ یعنی کوئی ملامت نہ کی۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۰۳ جلد ۱۸)

نتیجہ:- ان روایات میں ادنیٰ سا غور کرنے سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے
کہ بلاشبہ یزید نے ابن زیاد پر لعنت اور سب و شتم کیا اور قتل امام پر اظہارِ افسوس بھی کر
لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اس کے نزدیک قتل امام ناجائز اور بہت بڑا ظلم تھا اور نہ اس
لازم تھا کہ ابن زیاد اور قاتلانِ حسین سے مواخذہ کرتا اور ان کو اس ظلم کی سزا دیتا۔
کہ اس نے ابن زیاد کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے اظہارِ افسوس کی وجہ یہ تھی کہ
سمجھتا تھا کہ امام اور اہل بیت نبوت کے دیگر افراد کے ناحق قتل اور ان پر ظلم و
کابدترین سیاہ داغ جو میری پیشانی پر لگ چکا ہے وہ کبھی زائل نہ ہوگا اور دنیا نے اسے
قیامت تک مجھے ملامت کرتی رہے گی چنانچہ اس نے اپنی رسوائی کے خطرات

اس نظر صرف زبانی لعنت وغیرہ بھیجی اور دامت و افسوس کا اظہار بھی کر دیا جس کو رکھی
و سیاہی لعنت و ندامت کہنا چاہیے۔

حقیقت یہی ہے اور روایات معتبرہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ یزید پلید کا دامن کسی
طرح بھی اس ظلمِ عظیم سے بری نہیں ہے اس واقعہ ہائلہ کا وہ محرک اور اس میں برابر کا
شریک اور پورا ذمہ دار ہے۔ نیز شہادت کے بعد واقعہ حرہ کی لرزہ خیز داستان نے اس
جنت کی بدبختی اور سیاہ بختی کا پردہ مزید چاک کر کے اس کی خباثت کو بے نقاب
کر دیا۔ (شام کربلا صفحہ ۲۳۱)

یزید کے حامیوں کا اعتراض:- ابن تیمیہ کے حوالہ سے یزیدیوں نے یزید کا
پھڑی سے امام پاک کے دندانِ مبارک کو ٹھونکا دینا بالکل غلط اور جھوٹ بتایا ہے اور لکھا
ہے کہ یہ واقعہ ابن زیاد کا ہے غلط فہم راویوں نے اس کو یزید کی طرف منسوب کر دیا
ہے۔

جواب:- اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ علامہ ابن کثیر جو خود مخالفین کے نزدیک نہایت
معتبر، ثقہ، محدث، مفسر اور مورخ ہیں اور معتزین کے پیشوا ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں
انہوں نے اس بارے میں تین روایتیں نقل کی ہیں۔

۱۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۲ جلد ۸ میں لکھتے ہیں جب حضرت حسین کا سراقہ یزید بن
ہاشم کے آگے رکھا گیا تو اس کے ہاتھ میں ایک پھڑی تھی جس سے وہ آپ کے
سامنے دانتوں میں ٹھونکا دیتا تھا پھر اس نے کہا بیشک اس کی اور ہماری مثال ایسی ہے
جیسا کہ حسین ابن الحکم المری نے کہا کہ ہماری تلواریں ایسے لوگوں کی کھوپڑیوں توڑتی

ہیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہات نافرمان اور خالم تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ (صحابی) نے فرمایا خدا کی قسم تو اپنی چھڑی ایسی جگہ پر مار رہا ہے جس جگہ کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے دیکھا ہے پھر فرمایا آگاہ ہو جا قیامت کے دن یہ حسین آئیں گے تو ان کے شفیع حضرت محمد ﷺ ہوں گے اور تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔

۱۲۔ اسی روایت کو انہوں نے دوسری سند سے حضرت جعفر سے روایت کیا ہے:

۱۳۔ اور اسی روایت کو انہوں نے تیسری سند سے حضرت صن بھری سے روایت کیا ہے یہی روایت تاریخ طبری صفحہ ۲۶ جلد ۶ اور ابن اثیر صفحہ ۳۵ جلد ۴ اور صواعق محرقہ صفحہ ۹ میں بھی ہے۔

فائدہ: یاد رہے کہ ابن زیاد نے جب کھڑی دندان مبارک پر ماری تھی اس وقت وہاں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ موجود تھے جنہوں نے ابن زیاد کو اس فعل شنیع سے منع فرمایا۔ لیکن یزید نے جب یہ ناپاک حرکت کی تو اس کو خطاب کرنے والے حضرت ابوہریرہؓ سلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۹، سعادۃ الکونین صفحہ ۱۲ میں ہے امام ابن حجر کی روایت نقل فرماتے ہیں اور جب یزید نے حضرت امام حسین کے سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کی جیسا کہ گزرا تو اس وقت یزید کے پاس قیصر روم کا سفیر بھی موجود تھا اس نے متعجب ہو کر کہا کہ ہمارے ہاں ایک جزیروہ کے گرجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کھر کا نشان ابھی تک محفوظ ہے سو ہم ہر سال ہدیے نذرانے اور تحفے لے کر زیارت کو جاتے ہیں اور اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم لوگ اپنے کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔ بلاشبہ تم لوگ جھوٹے ہو اور بے

دروہ۔ اسی طرح اس وقت وہاں ایک ذمی (یہودی) بھی موجود تھا اس نے کہا کہ اسے اور داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر چشتیں گزر چکی ہیں۔ (یعنی میں ان کی اداوارت سے ہوں) لیکن اب تک یہودی میری تعظیم اور میرا احترام کرتے ہیں اور تم نے اپنے بیٹے کے فرزند کو کس طرح بے درجہ قتل کر دیا اس کے بعد یزید پلید نے حکم دیا کہ سروں کو شش روز تک دمشق میں پھراؤ اور شہر کے دروازوں پر لٹکاؤ چنانچہ منہال بن عمرو فرماتے ہیں خدا کی قسم جب امام حسین کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے گلیوں بازاروں میں لایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں تھا میں نے چشم خود دیکھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃ کہف چڑھا رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا

لَمَّا حَسِبْتُمْ أَنَّ خُطْبَ الْكَافِرِ وَالْمُؤْمِنِ كَانُوا مِنْ لَيْفَا حَتَّىٰ تَوَالَّدَ تَعَالَىٰ نے سر مبارک کو گویا لی دی اس نے بہ زبان فصیح کہا اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لٹکانا عجیب تر ہے۔

(شرح الصدور صفحہ ۸۸، سر اشہاد تین صفحہ ۳۵، اور الالبصار صفحہ ۱۳۹)

یہاں حضرت امام کے سر اور کا جسم سے جدا ہونے کے کافی عرصہ بعد بولنا اس واقعہ سے عجیب تر ہے۔

۱۴۔ حافظ امام ابی الخطاب ابن دبیہ نقل فرماتے ہیں کہ جب یزید پلید نے حضرت امام حسین کا سر الور دمشق میں لٹکوا یا تو حضرت خالد بن غفران کہ افاضل تابعین میں سے تھے انہوں نے اپنے آپ کو چھپا لیا اور ایک ماہ تک باہر نہ نکلے ایک ماہ کے بعد جب انھوں نے لوگوں نے ان سے اس عزت کا سبب پوچھا انہوں نے فرمایا دیکھتے نہیں ہیں کیا دور ہے پھر انہوں نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اسے محمد علیہ السلام کی پاک بیٹی کے پاک فرزند آہ یہ لوگ تمہارے سرانور کو خون آلود لائے اسے نواسہ رسول ﷺ انہوں نے آپ کو قتل کر کے گویا اعلانیہ طور پر رسول اللہ ﷺ کو قتل کیا ان ظالموں نے آپ کو سخت پیاس کی حالت میں قتل کیا اور یہ تذہری نہیں ہے کہ آپ کے قتل سے قرآن اور اس کے علوم جاتے رہیں گے۔ یہ بد بخت آپ کو قتل کر کے فخر و غرور میں مبتلا ہیں حالانکہ انہوں نے آپ کے ساتھ تکبر تسلیل کا خاتمہ کر دیا یعنی سرمایہ اسلام ختم ہو گیا۔

(مرج البحرین فی فوائد المشرقین والمغربین، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۸ جلد ۸ مختصر)

پہلا ماتم یزید کے گھر ہوا

اس کے بعد یزید کے حکم سے پہلے تو ان ستم رسیدہ افراد کو ایک الگ مکان میں رکھا گیا بعد میں یزید نے اہل بیت کی عورتوں کو خاص اپنے گھر میں بلالیا اور اپنے گھر کی عورتوں سے کہا کہ ان سے افسوس اور اظہار ہمدردی کرو چنانچہ جب اہل بیت کی بیبیاں نہایت اہتر حالت میں یزید کے گھر آئیں تو یزید کے گھرانے کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان سے ملنے نہ آئی ہو اور اس نے ان کی حالت زار پر ماتم نہ کیا ہو چنانچہ تین دن تک یزید کے گھر میں فوج اور ماتم پھا رہا۔ (شام کربلا صفحہ ۲۳۵)

یزید کی ندامت

کوئی شامی وحشیوں نے اہل بیت اطہار کا سب سا زو سامان لوٹ لیا تھا مگر پردے کی چادریں محفوظ رہیں اور ابن سعد کے حکم کے باوجود کسی نے کوئی چیز بھی واپس نہ کی یزید نے فرط ندامت اور ہر طرف سے لعن طعن اور نفرت کی وجہ سے اس کی پوری پوری عافی

کی اور قیام عورتوں کا جس قدر مال و متاع لوٹ لیا تھا اس سے دو گنا بہ صدا صراہ دیا۔ یہ کہ اس سلوک پر حضرت سکینہ بنت حسین کہا کرتی تھیں: میں نے کسی کافر کو یزید (کافر) سے بہتر نہیں دیکھا یزید صبح شام کھانے کے وقت حضرت زین العابدین کو بلا لیا اور تھا ان کے ساتھ عمرو بن حسین بھی تھے جو بہت کم سن تھے یزید نے کہا اے عمرو بن حسین تم میرے بیٹے خالد سے لڑو گے ۱۹ بن حسین نے کہا یوں نہیں ہاں ایک چھتری لے دے اور ایک چھتری اس کو دے دو پھر میں اس سے لڑوں گا۔ یزید نے اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ چٹا لیا اور بکواس کی آخر طینت کیسے بدل سکتی ہے سانپ کا بچہ سپو لیے کے دیا اور کیا ہو سکتا ہے۔ (ابن اثیر صفحہ ۳۶ جلد ۴ طبری صفحہ ۴۶۵ جلد ۶)

اہل بیت کی مدینہ منورہ واپسی

یزید پلید نے اہل بیت رسول ﷺ کو مدینہ منورہ بھجوانے سے پہلے حضرت امام زین العابدین کو بلایا اور (منافقہ طور پر) کہا خدا ابن زیاد پر لعنت کرے واللہ اگر میں ہوتا تو سکینہ رضی اللہ عنہ کو قتل نہ ہونے دیتا جو کچھ وہ کہتے ہیں مان لیتا۔ خواہ اس میں میرا مسان ہی ہوتا لیکن خدا کو یہ منظور تھا جو تم نے دیکھا بہر حال تمہیں کسی قسم کی ضرورت نہیں آئے تو مجھے لکھ دینا۔ پھر یزید پلید نے حضرت نعمان بن بشیر کو بلا کر کہا کہ ان کو مدینہ منورہ سے روانہ کر دو اور شریف قسم کے حفاظتی دستہ کے ساتھ بحفاظت تمام مدینہ منورہ پہنچا دو۔ انہوں نے اس خدمت کو بہ طیب خاطر قبول کیا اور بڑے ادب و احترام اور انتہائی آرام کے ساتھ مدینہ پہنچایا۔ محذرات اہل بیت کے پاکیزہ قلوب ان کے شریفانہ سلوک اور حسن خدمت سے بہت متاثر ہوئے اور چاہا کہ حسن سلوک کا ان

کے بے اختیار سب کی ہچکیاں بندھ گئیں سیدہ زینب فرما رہی تھیں یہاں ہمارے
 گئے تھے یہاں ہمارے جانور باندھے گئے تھے یہاں ہمارے اونٹوں کے کچاوے
 گئے گئے تھے پھر بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا یہاں بھائی عباس کے پھٹے لیٹے تھے
 یہاں میرا علی اکبر خاک و خون میں آلودہ ہو گیا تھا یہاں میرا انصاف علی اصغر میرا اہم میرے
 خون و محمد کے بے سر جسم پرے تھے اور پھر اپنے پیارے بھائی سیدنا امام حسین کا نام
 لیتے ہی آنکھوں سے ساون کی جھڑی لگ گئی۔ امام کی قبر انور پر اپنا منہ رکھ کے سیدہ نے
 حرام کیا اور اس درد سے روئیں کہ روتے روتے بے حال ہو گئیں سب قافلے والوں
 کے رونے سے ایک قیامت قائم ہو گئی تھی۔ بیبیوں نے اپنے عزیزوں اور سید الشہداء
 کی قبروں پر جن الفاظ میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار کیا ہوگا ہو کون بیان کر سکتا ہے
 ایک رات ان سب نے وہاں فاتحہ خوانی اور ذکر و تلاوت میں گزاری بوقت رخصت
 سیدہ زینب ایک بار پھر اپنے بھائی کی مزار پر آئیں اور سلام و دعا پڑھا۔

تذکروں میں لکھا ہے کہ کربلا کے قرب و جوار سے بہت سے لوگ بیس صفر کو مرقبہ امام
 پر جمع تھے کیونکہ چہلم کی فاتحہ کا موقع تھا ان لوگوں نے وہاں حلیم کی مثل کھانا تیار کر کے
 سب کو کھلایا اور اہل بیت رسول سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

مدینہ منورہ میں واقعہ کربلا کی خبریں پہنچ چکی تھیں اور جب یہ ستم رسیدہ قافلہ شہر میں
 داخل ہوا تو اس قافلہ کو دیکھنے کے لئے تمام اہل مدینہ اور بالخصوص ام المومنین ام سلمہ
 اور امام عالی مقام کے بھائی محمد بن حنفیہ اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ حضرت ام
 القمان بنت عقیل بن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ روتی ہوئی نکلیں
 اور کہتی تھیں لوگو! کیا جواب دو گے جب حضور علیہ السلام تم سے پوچھیں گے کہ تم نے

کو کچھ صلہ دیا جائے چنانچہ حضرت زینب اور حضرت فاطمہ نے سونے کے دو وزیر
 جو ان کو برید نے ان کے زیورات کے بدلے میں دیئے تھے ان کے پاس کیے
 زبانی کہا بھیجا کہ اس وقت ہم معذور ہیں ہمارے پاس ان کے سوا اور کچھ نہیں
 تمہارے حسن سلوک کا شکرانہ اور صلہ ہے۔ اس کو قبول کرلو۔ حضرت نعمان بن
 نے زیورات ان کو واپس کر دیئے اور کہا خدا کی قسم ہم نے دنیاوی منفعت کے لئے
 خدمت نہیں کی بلکہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور تمہارے رسول اللہ ﷺ سے
 قربت کی وجہ سے کی ہے۔ (طبری صفحہ ۳۶۶، جلد ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۶ جلد ۳)

کربلا سے گزر رہا۔ علامہ اسحاق اسفراہینی اپنی کتاب نور العین فی شہداء حسین
 لکھتے ہیں کہ جب قافلہ دمشق سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا تو راستہ میں اہل
 رسول نے حضرت نعمان سے کہا کہ ہماری آرزو ہے کہ ہمیں براستہ کربلا لے جائیں
 تا کہ ہم دیکھیں کہ ہمارے عزیزوں کی لاشیں اسی طرح بے گور و کفن پڑی ہیں یا
 نے دفن کر دیں۔ انہوں نے یہ بات مان لی۔ چنانچہ یہ قافلہ ماہ صفر کی بیس کو کربلا پہنچا
 اس دن حضرت امام کی شہادت کو چالیس روز گزر چکے تھے جب ان بیبیوں نے
 اسی مقام کو دیکھا جہاں ان کو پانی کی ایک ایک بوند کے لئے ترسایا گیا تھا جہاں
 زہرا کو اچاڑا گیا تھا جہاں گلشن رسالت کے لہجے ہوئے پھولوں کو تیروں سے کاٹ
 کیا گیا تھا جہاں راکب دوش رسول اللہ ﷺ کو زخموں سے چور چور کر کے گھوڑے سے
 گرا کر خاک و خون میں ترسایا گیا تھا فرزند رسول کے مقدس جسم کو گھوڑوں کے نالوں
 سے پامال کیا گیا تھا ایک ایک کر کے وہاں غسل اور روضہ سامنا ظرا آنکھوں کے سامنے

نبی آخر الزماں ﷺ کی آخری امت ہو کر میری عزت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا ان میں سے کچھ قیدی بنائے اور کچھ خاک و خون میں ترپائے۔ کیا میرے وعظ و نصیحت کی یہی جزا تھی کہ میری قربت کے ساتھ برائی کرو۔ (الہدایہ والنبایہ صفحہ ۹۸ جلد ۸، تاریخ طبری صفحہ ۲۶۸ جلد ۶، نوران بصائر صفحہ ۱۲۰)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے فرمایا جن لوگوں نے اولاد رسول ﷺ کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ ام المؤمنین ام سلمہ، سیدہ زینب اور دوسری عورتوں سے مل کر اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہو گئیں سب نے گھروں میں جانے کو کہا۔ سیدنا زین العابدین نے فرمایا بابا جان کی وصیت تھی کہ جب کبھی مدینہ کا پنجو سب سے پہلے نانا جان کے روضہ مقدس پر جانا۔ چنانچہ یہ قافلہ سیدہ سار و روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا۔ حضرت زین العابدین پر ابھی تک خاموش تھے اور صبر و رضا کا پیکر بنے ہوئے تھے جو نبی ان کی نظر مزار مقدس پر پڑی اور ابھی اتنا ہی کہا تھا نا جان اپنے نواسے حسین کا سلام قبول کیجئے کہ وہ بے غم ہو گئے اور وہ اس درد کے ساتھ روئے اور آنکھوں دیکھے حالات بیان کرنے شروع کئے کہ قیامت قائم ہو گئی انہوں نے کہا نانا جان جسے کندھوں پر بٹھاتے تھے جسے پھولوں کی طرح سونگھتے تھے جس بو سے دیتے تھے ظالم یزید یوں نے اسے تلواروں، نیزوں اور تیروں سے چھٹی کیا اس کا سر جسم سے جدا کیا نا جان آپ کے نام نہاد امتیوں نے آپ کی اولاد کو انتہائی بے کسی کی حالت میں بھوکا پیاسا شہید کیا ہمارا مال اسباب سب لوٹ لیا۔ مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی تا کہ آپ کی نسل منقطع ہو جائے میرے ہاتھوں پیروں اور گردن میں طوق ڈالے۔ شہداء کے سروں کو نیزوں کے اوپر

ٹھکانے لگی کوچوں میں پھرایا۔ ہمیں ابن مرجانہ اور یزید کے سامنے بھرے دربار میں لایا گیا۔ آپ کی آل کی سخت شکست اور تذلیل کی گئی۔ ہم بے یار و مددگار شکست غم زدہ حالت میں سب کچھ لٹا کے آئے ہیں وہاں سے یہ لوگ خاتون جنت چوتھی دختر رسول ﷺ حسین سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی قبر اطہر پر جنت البقیع شریف میں گئے وہاں بھی حال غم کہا پھر یہ لوگ اپنے گھروں میں آئے۔ عبدالملک بن ابی الحارث اٹھ بیٹا ہے کہ خدا کی قسم میں نے ہرگز ایسا رونا (آنکھوں سے آنسو بہانا) نہیں سنا جیسا کہ ابن ابی ہاشم کی عورتیں اپنے گھروں میں حسین پر روئیں۔ (طبری صفحہ ۲۶۸ جلد ۶) رونا رونا رحمت ہے اور جزاع فزع اور ماتم حرام ہے یہ ماتم کوفیوں اور یزیدیوں کا فرقہ ہے۔

سیدہ زینب کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو جب ان کے دونوں فرزندوں کی موت کی خبر ملی تو ان کے بعض غلام اور اصحاب تعزیت کے لئے آئے ان کے ایک غلام نے ان کو یہ نصیحت کی کہ ابھی ابھی حضرت عبداللہ نے اپنے دو بیٹوں کو مارا اور کہا وہ ذات کے بچے تو حسین کی نسبت ایسا کلمہ کہتا ہے کہ اگر میں بھی وہاں ہوتا تو میں بھی اپنی جان ان پر فدا کرتا میں اپنے دونوں بچوں کی مصیبت کو مصیبت نہیں سمجھتا۔ انہوں نے میرے بھائی میرے ابن عم کی حالت میں صبر و رضا کے ساتھ اپنی جانیں قربان کیں خدا کا شکر ہے کہ اس نے حسین اور غم حسین میں ہمیں بھی شریک کیا اگر ان کی نصرت و حمایت میرے لئے نہ ہوتی تو میرے بچوں سے تو ہوتی۔

(طبری صفحہ ۲۶۸، کامل ابن اثیر صفحہ ۳ جلد ۴)

امام زین العابدین کی حالت

امامِ معترض صادق و علی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین کی واقعہ کے بعد یہ کیفیت و حالت رہی کہ آپ دن کو روزہ رکھتے اور ساری رات عبادت کرتے۔ جب انظار کے وقت کھانا پانی سامنے آتا تو فرماتے کہ میرے باپ اور بھائی بھو-
پیہا سے شہید ہوئے انھوں نے یہ کھانا پانی ان کو نہ ملا اور رونے لگتے یہاں تک کہ بہ ہوش
چند لقمے کھاتے اور چند گھونٹ پانی پیتے ان میں بھی آپ کے آنسو مل جاتے۔ آنسو
سے کربلا کا تصور اور دل سے باپ بھائیوں کی یاد کبھی محو نہ ہوتی۔ عمر بھر آنکھیں اٹھ-
ر رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کے فرزند
حضرت امام حسین اور حضرت امام زین العابدین کا سوا صدمہ نہیں اٹھایا۔ یہ انہیں کا
واستقلال تھا جو خاص عطائے خداوندی تھا کسی باہمت کا ذکر ہی کیا۔ اس واقعہ کا
اور صدمہ جاں فرسا کے پوری طرح بیان کی زبان و قلم میں تاب نہیں۔

اسیرانِ کربلا :- ۱:- حضرت امام زین العابدین :- ۲:- حضرت عمر بن حسین :-
حسین کے فرزند :- ۳:- حضرت محمد بن عمر بن علی (امام کے بھتیجے) :- ۴:- حضرت قاسم
وسکینہ :- (امام کی صاحبزادیاں) :- ۵:- سید و زینب :- ۶:- ام کلثوم (امام کی بہنیں) :- ۷:- شہر
بنت یزید و شہاہ ایران فاروق اعظم کا غنیمت کا مال اور امام کی بیوی اور امام
العابدین کی والدہ :- ۸:- سید و رباب (بیوی) سکینہ کی والدہ :- واقعہ کربلا کے بعد
رباب ایک برس زندہ رہیں اس مدت میں کبھی سایہ میں نہیں بیٹھیں۔

(نور الایضار بحقیقہ)

بعض مورخین کہتے ہیں کہ اگر بلا میں وہیں پھر مدینہ منورہ تشریف لائیں اور امام کے فراق میں مایوس نہ ہو گئیں۔

پہلے مشورے کی تعداد

اگرچہ طبریؒ نے اس واقعہ اور انسانی لکھی ہے لیکن یہ روایت بالکل غلط ہے۔ اس نے ان کو اپنی نہایت وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ مخالفین کے سینکڑوں قتل ہوئے اب تک عن ان کے پہلے نسل میں چالیس یزیدیوں کو فی النار کیا اسی طرح دوسرے ہائیے اور ہزاروں غیر کے شیر دل بہادروں اور مظہر ہمت و حرکت رسول راکبؑ اور حضرت امام حسینؑ نے سینکڑوں ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔
واللہ ورسولہ اعلم

والدہ کے بعد یزید کا کردار

حضرت امام کی شہادت کے بعد جو یہ بڑے کوئی اچھا کام نہیں کیا بلکہ اس کی ثقافت و بدعتی اور قساوت انتہائی زیادہ ہو گئی اور اس نے وہ گل کھلائے اور سیاہ کارنامے سرانجام دیے کہ انسانیتِ مشرق سے پینہ پینہ ہو جاتی ہے اس کے عہد میں اعلانیہ طور پر بار بار دے گئیں۔ چنانچہ حرام کاری یعنی زنا و لواطت محرمات سے نکاح و ہولہ بہ اپنی تمام ہو گئی۔ (العیاذ باللہ) اسی وجہ سے لوگ خصوصاً اہل حق از اس کے سختیوں ہو گئے اور انہوں نے اس کی بدکاریوں کی وجہ سے اس کی بیعت توڑ دی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ غلیل الملائکۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم اگر نہ یہ بڑی کی بیعت اس وقت توڑ دی جبکہ ہمیں یہ

خوف ہوا کہ کہیں اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسے لگیں۔
بلشبہ وہ ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنا، شراب پینا اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔

(تاریخ الخلفاء، بصواعق محرقہ)

جب یزید نے دیکھا کہ اہل حریم میں سے سخت مخالفت ہو گئی اور میری بیعت سے خارج ہو گئے ہیں اور ان کا خروج دوسرے علاقوں کے لوگوں کے خروج کا باعث بنے گا کیونکہ حریم اسلام کا مرکز اور دلی ہیں اور اس طرح میرا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو بیس ہزار کا لشکر گراں دے کر مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس بد بخت لشکر نے مدینہ منورہ میں وہ طوفان بد تمیزی برپا کیا جس کے تصور سے روح تڑپ اٹھتی ہے۔ سنا کین مدینہ منورہ اور ہمسایہ گان رسول اللہ ﷺ پر مظالم کی انتہا کر دی۔ قتل و غارت، لوٹ مار اور آبروریزی کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ توہ توہ۔ اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بد بختی کی کہ چاہے بیچے چاہے آزاد کرے جو کہتا کہ میں خدا اور رسول کے حکم پر کتاب و سنت کی اطاعت پر بیعت کرنا ہوں اس کو شہید کرتے۔ چنانچہ بہت سے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو نہیں بھاگے ان میں سے سترہ سو مہاجرین و انصار، صحابہ کبار، تابعین اور سات سو عافہ قرآن اور چھوٹے بڑے اور مستورات سب ملا کر دس ہزار کے قریب شہید ہوئے۔ ان کے گھر لوٹ لئے غلاموں نے تین روز کے لئے مدینہ طیبہ کو مباح قرار دے کر جس پر برہت اور درندگی کا مظاہرہ کیا اس کو تفصیلاً ذکر کرنا سخت ناگوار ہے۔ مدینہ طیبہ کی رہنے والی پاک دامن عورتوں کی عزت و آبرو کو لوٹا۔ حضرت ابو سعید خدری جلیل اللہ صحابی کی داڑھی کے سب بال اکھاڑ دیئے اور ان کی سخت بے عزتی کی ان تین دنوں

میں مسجد نبوی میں اذان و جماعت نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیب تابعی مجنون بن کر مسجد نبوی میں حاضر رہے غلاموں نے ان کو بھی پکڑا اور مسلم بن عقبہ کے پاس لے گئے مسلم بن عقبہ نے کہا اس کی بھی گردن مارو۔ حضرت سعید و یوانوں کی سی حرکتیں کرنے لگے ایک شخص نے کہا یہ تو مجنوں ہے اس سے ان کو چھوڑ دیا۔

ہذب القلوب، وقفا، الوفا اور مشکوٰۃ شریف میں انہی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان تین دنوں میں مسجد نبوی شریف میں میرے سوا کوئی نہ تھا اہل شام مسجد میں آتے اور مجھے دیکھ کر کہتے یہ بوڑھا دیوانہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ نماز کے وقت روضہ مقدسہ سے برابر اذان و اقامت اور جماعت لے ہونے کی آواز سننا تھا۔ چنانچہ میں نے تین دن کی نمازیں اسی جماعت کی اقتداء میں ادا کیں اور کوئی میرے ساتھ نہ ہوتا تھا۔

فائدہ ۱۰: اس سے علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی مزار مقدس میں زندہ بحیات حقیقی و نبوی ہیں۔ ایک نوجوان کو اس اہلبیسی لشکر نے پکڑ لیا اس کی ماں نے مسلم بن عقبہ کے پاس آکر فریاد کی اور اس کی ربائی کے لئے بہت منت ماحبت کی۔ مسلم نے حکم دیا کہ اس کے لڑکے کو لاؤ۔ جب وہ آیا تو مسلم نے اس کی گردن مار کر اس کا سر اس کی ماں کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ تو اپنے زندہ رہنے کو قیمت نہیں سمجھتی کہ بیٹے کو لینے آئی ہے۔ جب مسلم بن عقبہ ملعون نے اہل مدینہ کو باہر پلید کی بیعت کی بطریق مذکور دعوت دی تو کچھ لوگوں نے جان و مال کے خوف سے بیعت کر لی۔ ایک شخص قبیلہ قریش سے تھا اس نے بوقت بیعت کہا کہ میں نے بیعت کی مگر اطاعت پر معصیت پر نہیں مسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا جب اس کو قتل

کر دیا گیا تو اس مقتول کی ماں ام یزید بن عبد اللہ بن ربیعہ نے قسم کھائی اگر میں قدرت پاؤں گی تو اس ظالم مسلم کو ضرور زندہ یا مردہ جلاؤں گی چنانچہ جب اس ظالم نے مدینہ منورہ میں قتل و غارت کے بعد اپنا روئے بریکہ مکرمہ کی طرف دیا تاکہ وہاں جا کر عبد اللہ بن زبیر اور وہاں کے ان لوگوں کا بھی کام تمام کرے جو یزید کے خلاف ہیں تو اتفاقاً راستہ میں اس پر فالج گرا اور وہ مر گیا اس کی جگہ یزید پلید کے حکم سے حصین بن نمیر بنکونی قائد لشکر بنا مسلم کو انہوں نے وہیں دفن کر دیا جیسا یہ لشکر آگے بڑھ گیا تو اس عورت کو جس نے مسلم کو جلانے کی قسم کھائی تھی کو مسلم کے واصل جہنم ہونے کا پتہ چلا تو وہ چند آدمیوں کو ہاتھ لے کر اس ملعون کی قبر پر آئی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر جلانے اور اپنی قسم پوری کر سکے جو نبی قبر کھودی تو کیا دیکھا کہ ایک اثر دھا اس کی گردن سے لپٹا ہوا اس کی ناک کی ہڈی پکڑے چوس رہا ہے یہ دیکھ کر سب کے سب ڈرے اور اس عورت سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے خود ہی اس کے اعمال کی سزا اس کو دے رہا ہے اب تو اس کو رہنے دے اس عورت نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم! میں اپنے عہد اور قسم کو ضرور پورا کروں گی اور اس کو جلا کر اپنے دل کو ٹھنڈا کروں گی مجبور ہو کر سب نے کہا اچھا پھر اس کو بیروں کی طرف سے نکالنا چاہئے جب ادھر سے مٹی رٹائی تو کیا دیکھا کہ اسی طرح بیروں کی طرف بھی ایک اثر دھا لپٹا ہوا ہے پھر سب نے بس اس عورت سے کہا اب اس کو چھوڑ دے اس کیلئے یہی عذاب کافی ہے مگر اس عورت نے نہ مانا اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی الہی تو خوب جانتا ہے کہ اس ظالم پر میرا غصہ تیری رضا کے لئے ہے مجھے یہ قدرت دے کہ میں اپنی قسم پوری کروں اور اس کو جلاؤں یہ دعا کر کے اس نے ایک لکڑی سانپ کی دم پر ماری

- ۱۰۔ بھی چلا گیا چنانچہ انہوں نے مسلم کی لاش کو قبر سے نکالا اور جلا دیا۔
 ۱۱۔ اس مردود مسلم بن عقبہ نے قتل و غارت اور بتک حرمت مدینہ میں اس قدر زیادتی اور اصراف کیا کہ اس کے بعد اس کا نام ہی مُسْرِف مشہور ہو گیا۔
 ۱۲۔ احادیث مبارکہ کا ترجمہ: ۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو درحقیقت اس نے مجھے اذیت پہنچائی جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔
 (سراج منیر شرح جامع صغیر صفحہ ۲۸ جلد ۸)
 ۱۳۔ مولانا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا: جس نے میرے ایک ہال کو بھی اذیت پہنچائی اس نے حقیقت میں مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی ابو نعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔
 (سراج منیر شرح جامع صغیر ۲۷۹ جلد ۳)
 ۱۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔
 (مسلم صفحہ ۲۲۵ جلد ۱)
 ۱۵۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اس کو دوزخ کی آگ میں ۔۔۔۔۔ کی طرح پگھلا دے گا۔
 (مسلم شریف صفحہ ۲۲۱ جلد ۱)
 ۱۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو

ڈرائے گا اللہ اس کو قیامت کے دن ڈرائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ (صحیح ابن حبان، سراج منیر صفحہ ۲۸۸ جلد ۱)

۶۶: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اس کو خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اس کی فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل۔ (وقاء الوقایہ صفحہ ۳۲، جذب القلوب صفحہ ۳۲)

۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو اہل مدینہ کو اذیت دے گا اللہ اس کو اذیت دے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ (سراج منیر صفحہ ۲۸ جلد ۱) ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جو کسی مسلمان کو اذیت پہنچائے اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی خصوصاً جو اہل مدینہ کو ڈرائے اذیت پہنچانے بلکہ ان سے برائی کا ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نار جہنم میں پھینکا دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور اس کی کوئی عبادت اور نیکی قبول نہیں۔ یزید پلید اور اس کے اعوان و انصار نے اہل بیت نبوت اور اہل مدینہ منورہ کی وہ توہین و تذلیل کی اور ان کو ایسی تکلیف و اذیت پہنچائی کہ اس کے تصور ہی سے روح تڑپ اٹھتی ہے لہذا بلاشبہ یزید اور اس کے اعوان و انصار مستحق لعنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَعَنَ اللَّهُ عَنْ آبَائِهِمْ

(احزاب)

ترجمہ:۔ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت ابن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جبکہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا کون میری بد کرتا ہے اس شخص کے بارے میں جس نے میری بیوی پر تہمت لگا کر مجھے اذیت پہنچائی۔ مقام غور ہے کہ جس نے حضور ﷺ کی اہلیہ محترمہ کو ستایا اس نے اللہ و رسول کو اذیت پہنچائی اور مستحق لعنت ہوا تو یزید پلید اور اس کے اعوان و انصار نے اہل بیت نبوت اور صحابہ اور تابعین اور اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تو اس کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ ہے اور اس کے بعد مکہ مکرمہ میں جو کچھ ہوا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

مکہ مکرمہ پر حملہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں آ گئے وہ حرم کی پناہ میں سکون و اطمینان کی زندگی گزار رہے تھے۔ جب اہل حجاز یزید کی حرکات بد کی وجہ سے اس سے سخت متنفر ہو گئے تھے تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اہل مکہ کو جمع ہونے کی دعوت دی اور ان کے سامنے ایک موثر تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے: اہل عراق خصوصاً اہل کوفہ ایسے نڈار اور بدکار اور بدترین ہیں کہ انہوں نے فرزند رسول ﷺ کو بلایا کہ ان کی نصرت و امداد کریں گے اور ان کو اپنا فرماؤ و اپنا نہیں گے مگر ان خدایوں نے ایسا نہ کیا بلکہ وہ یزید کے ساتھ مل گئے اور پھر خود فرزند رسول سے لڑنے کے لئے میدان میں

آگئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی دشمن کے انہوہ کثیر کے سامنے گردن اطاعت نہ جھکانی خدا تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتلوں کو ذلیل کرے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے اس کے بعد کیا ہم ان لوگوں سے کسی طرح مطمئن ہو سکتے ہیں؟ اور ان کی اطاعت قبول کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! بلاشبہ انہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو قائم المیل اور صائم الثہار تھا جو ان سے ان امور میں حکومت کا زیادہ حقدار تھا اور اپنے دین اور فضیلت و بزرگی میں ان سے بہت زیادہ بہتر تھا۔ خدا کی قسم و قرآن کے بدلے گمراہی پھیلانے والا نہ تھا اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کے گریہ و ہکا کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ روزوں کو شراب کے پینے سے نہیں بدل کرتا تھا اور نہ اس کی مجلس میں ذکر الہی کی بجائے شکاری کتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ (یہ باتیں ابن زبیر نے یزید کے متعلق کہیں تھیں پس معترب یہ یزیدی لوگ جہنم کی وادی علی میں جائیں)

(ابن اثیر صفحہ ۴۰ جلد ۳ طبری ۲۷۳ جلد ۶)

عبداللہ بن زبیر کی بیعت :- اس تقریر کے بعد لوگ ان کی طرف دوڑے اور کہا کہ آپ اپنی بیعت کا اعلان کریں چنانچہ انہوں نے اعلان کر دیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سب لوگوں سوائے دو آدمیوں کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ انہوں نے یزید کے تمام عاملوں کو مکہ و مدینہ سے نکال دیا اور حجاز مقدس سے یزید کو ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اس لشکر نے مدینہ منورہ میں جو کچھ کیا وہ آپ پر پڑا چلے ہیں۔

اب اس لشکر شریر نے یحییٰ بن عمر کی قیادت میں مکہ مکرمہ پہنچ کر حملہ کیا اور چونسٹھ روز تک برابر مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر کے لوگوں کو قتل کرتے رہے اور منہجیقوں سے اس قدر سنگ باری کی کہ محسن کعبہ معظمہ کو پتھروں سے بھر دیا۔

انہوں نے کعبۃ اللہ پر منہجیقیں نصب کر دیں اور کعبہ پر سنگ باری کی یہاں تک کہ آگ لگ گئی اور کعبۃ اللہ کا غلاف اور دیواریں جل گئیں اور سنگ باری کرتے وقت شعر پڑھتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ منہجیق مثل مونے کف داراوت کے ہے جس سے ہم اس مسجد کی دیواروں پر سنگ باری کر رہے ہیں چنانچہ اس سنگ باری سے مسجد الحرام کے ستون ٹوٹ گئے اور دیواریں شکست ہو گئیں۔

عمر بن حوطہ السردس شعر پڑھتا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے :-

ذرا منہجیق کو دیکھو وہ کیسے صفا و مروہ کے درمیان لوگوں کو نشان بنارہی ہے۔

(امدادیہ والنہایہ صفحہ ۲۲۵ جلد ۱ ابن اثیر صفحہ ۴۹ جلد ۳)

غرض ان بے دینوں لعینوں نے انتہائی بدبریت اور درندگی کا مظاہرہ کیا۔ حرم شریف کے باشندے دو ماہ تک سخت مصیبت میں مبتلا رہے کعبہ معظمہ کئی روز تک بے لباس رہا اور اس کی چھت جل گئی دیواریں شکست ہو گئیں۔ یہ انتہائی شرم ناک و الم ناک اور دل سوز واقعات ربیع الاول ۶۲ھ کے شروع میں ہوئے اور اس ماہ کے آخر میں جبکہ ابھی کعبہ میں جنگ جاری تھی بد بخت و بد نصیب یزید ملعون کے مرنے کی خبر آئی جو نبی اس کی ہلاکت کی خبر آئی حضرت عبداللہ بن زبیر نے باواز بلند پکارا اے شامیو! تمہارا ملامت (شیطان) ہلاک ہو گیا ہے۔ یزید کی موت کی خبر سے اہل شام کی ہمتیں ٹوٹ

گئیں اور جو صلے پست ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھیوں کے جو صلے بلند ہو گئے چنانچہ وہ شامیوں پر ٹوٹ پڑے اور شامی لشکر خائب و خاسر ہو کر بھاگا اور اہل مکہ کو اس لشکر شریک کے ظلم و شر سے نجات ملی۔

یزید ملعون نے تقریباً ساڑھے تین برس تک حکومت کی اور انہیں ۱۵ سال کی عمر میں قریہ خواریں میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس کی موت پر ابن عرواؤ نے کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے بنی امیہ تمہارے بادشاہ کی لاش خواریں میں پڑی ہوئی ہے اس کی موت نے ایسے وقت میں آکر اس کو مارا جبکہ اس کے تنگی کے پاس کوڑہ اور سر پہ نہر لباب مشکیزہ شراب بھرا رکھا ہوا تھا اور ایک مغنیہ سارنگی لئے ہوئے اس نشہ سے مست ہونے والے پر رہی تھی۔ (طبری صفحہ ۳۳ جلد ۱۰ ابن اثیر صفحہ ۶۱ جلد ۲)

قریہ خواریں سے یزید کی لاش کو دمشق میں لایا گیا اس کے بیٹے خالد یا معاویہ ثانی نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ معتزہ باب الصغیر میں اسے دفن کیا اب اس کی قبر دمشق کا مرہ (روزی) ہے۔

معاویہ اصغر۔ یزید کے واصل جہنم ہونے کے بعد لوگوں نے یزید کے بیٹے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی یہ نوجوان فطرۃ نرم دل نیک سیرت اور دین و مذہب کا پابند تھا چونکہ یہ بنی امیہ کی بدعنوانیوں سے بیزار اور بدول تھا۔ اس لئے اس نے لوگوں سے درمیان ایک خطبہ دیا کہ میں حکومت نبھانے کی قوت اور اہلیت نہیں رکھتا اور مجھے تم میں کوئی حضرت عمر بن خطاب سا نظر نہیں آتا کہ تم پر خلیفہ مقرر کروں اور نہ ہی اہل

نوری نظر آتے ہیں کہ یہ معاملہ ان پر چھوڑ دوں لہذا تم اپنے معاملات کو خود بہتر سمجھتے ہوئے جسے چاہو اپنے لئے منتخب کر لو۔ یہ کہہ کر وہ حکومت سے دست بردار ہو گیا اور اپنے اس مکان میں چلا گیا اور بیمار ہو گیا چالیس روز کے بعد اس مکان سے اس کی لاش بھی نکلی بعض کہتے ہیں اس کو زہر دیا گیا۔

(طبری صفحہ ۳۳ جلد ۱۰ ابن اثیر صفحہ ۵۱ جلد ۲)

قاتلوں کا انجام :- علماء حق فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ بھی حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آئے یا اس واقعہ شہادت سے راضی و خوش ہوئے عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی وہ اپنے اعمال بد کی سزا کو پہنچے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے دنیا ہی میں عذاب الہی نہ دیکھا اور سزا نہ پائی ہو۔ ان میں سے بعض تو بری طرح مارے گئے بعض اندھے ہو گئے بعض مہر و ص اور کوڑھی ہو گئے اور بعض سخت عبرت ناک بلاؤں اور بیماریوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت عامر بن سعد الجعفی فرماتے ہیں کہ حضرت امام پاک کی شہادت کے بعد میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا آپ نے فرمایا: اے عامر میرے صحابی براء بن عازب کے پاس جا کر میرا سلام کہہ دو اور خبر دے کہ جنہوں نے میرے بیٹے حسین کو قتل کیا ہے وہ دوزخی ہیں پس میں نے براء بن عازب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب بیان کیا انہوں نے سن کر فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔

(سعات الکونین صفحہ ۱۵۳)

صافہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مولانا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور

ﷺ نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک آگ کے تابوت میں ہوگا اس پر اس دنیا کے نصف کا عذاب ہوگا۔
(انوار الابرار صفحہ ۱۵۲)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی طرف وحی بھیجتی کہ میں نے جی بن زکریا علیہما السلام کے عوض ستر ہزار افراد مارے اور حبیب تیرے نواسے کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار مارے والا ہوں۔

(المستدرک صفحہ ۸۷، التہذیب العبدیہ صفحہ ۲۵۲ جلد ۲)

(الہدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۸ جلد ۸، صواعق مخرقہ صفحہ ۱۹۷)

حضرت ابوالشیخ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں چند آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت امام کے قتل میں جس کسی نے بھی قاتلوں کی اعانت کی وہ مرنے سے پہلے ضرور کسی نہ کسی آفت و بلا میں مبتلا ہوا تو ایک بوڑھا بولا میں نے بھی قاتلوں کی اعانت کی تھی مجھے کچھ بھی نہیں ہوا یہ کہہ کر وہ چراغ کی جنی درست کرنے کے لئے اٹھا تو اس کو آگ لگ گئی اور وہ زور زور سے پکارنے لگا آگ آگ مگر کسی نہ سنی یہاں تک کہ اس نے فرات میں غوطہ لگا یا پھر بھی آگ نہ بجھی وہ اسی آگ میں بھل مر گیا۔
(صواعق مخرقہ صفحہ ۱۹۷)

اس قسم کی ایک اور روایت حافظ ابن حجر عسقلانی اور سیوط ابن الجوزی نے سند ہی سے نقل فرمائی ہے سیوط ابن الجوزی نے امام واقدی سے روایت فرمائی ہے کہ ایک بوڑھا چہ لشکر یزید میں مگر اس نے کسی کو قتل نہیں کا تھا وہ اندھا ہو گیا اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ غضب ناک حالت میں آستین چڑھائے ہوئے شمشیر بکف کھڑے ہیں اور آپ کے آگے فرش

جی بچھا ہوا ہے جس پر امام پاک کے دس قاتل ذبح ہوئے پڑے تھے پھر آپ نے مجھے امنت ملامت کی پھر آپ نے خون حسین سے آلودہ ایک سلاخی میری آنکھوں میں پھیر دی اسی وقت سے میں اندھا ہو گیا۔

(الصواعق المخرقة صفحہ ۱۹۳، انوار الابرار صفحہ ۱۵۲، اسعاف الراغبین صفحہ ۱۱۳)

یزیدی لشکر کے ایک سپاہی نے امام پاک کے سر اور کواپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا تو چند روز کے بعد لوگوں نے اس کو سخت سیاہ و دیکھا تو پوچھا کہ تو بہت خوبصورت اور خوش رنگ تھا تجھے کیا ہوا اس نے کہا جس دن سے میں نے حضرت حسین کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن سے باندھ کر لٹکایا اس دن سے ہر روز رات کو رو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میرے دونوں ہانڈو پکڑ کر مجھے ایسی جگہ لے جاتے جہاں بہت سی آگ ہوتی ہے اس آگ میں مجھے منہ کے بل ڈال کر پھر نکال لیتے ہیں ان وجہ سے میرا منہ سیاہ ہو گیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ نہایت بڑی حالت میں مرا۔
(صواعق مخرقہ صفحہ ۱۹۳)

امام ابن حجر ہتھی فرماتے ہیں ایک بوڑھے نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے آگے ایک طشت رکھا ہے جس میں خون تھا اور لوگ آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے تھے آپ ان کی آنکھوں میں اس خون سے لگا رہے تھے یہاں تک کہ میں بھی فوٹش ہوا اور میں نے عرض کیا میں مقابلے میں نہیں گیا تھا آپ نے فرمایا تو اس کی فوٹش تو رکھتا تھا پھر آپ نے انگلی سے میری طرف اشارہ کیا پس میں اس وقت سے اندھا ہو گیا۔
(صواعق مخرقہ صفحہ ۱۹۳)

حضرت احمد ابور جاء العطار دی نے فرمایا لوگو! اہل بیت نبوت میں سے کسی کو برائے کبوتر

کیونکہ ہمارا ایک پڑوسی تھا جو بنجیم میں سے تھا اور کوفہ سے آیا تھا اس نے کہا تم نے اس (معاذ اللہ) فاسق ابن فاسق حسین بن علی کو نہیں دیکھا کہ اللہ نے اس کو قتل کر دیا (معاذ اللہ) پس اسی وقت اللہ نے آسمان سے دو تارے اس کی آنکھ میں مارے تو اس کی بصارت جاتی رہی۔ (تہذیب العہد، ص ۳۵۵، جلد ۲)

علامہ البازری حضرت منصور سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر جیسا تھا انہوں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ہر روز حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک ہزار مرتبہ اور جمعہ کے روز چار ہزار مرتبہ ان پر اور ان کی اولاد پر لعنت کیا کرتا تھا۔ (معاذ اللہ) تو ایک رات اس نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا اور اس نے طویل خواب کا ذکر کیا اس میں یہ بھی تھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی حضور کی بارگاہ میں یہ شکایت کی تو حضور ﷺ نے اس پر لعنت کی اور اس کے منہ پر تھوک دیا تو اس کا منہ خنزیر جیسا ہو گیا اور وہ لوگوں سے لئے ایک درس عبرت بن گیا۔ (صواعق محرقة، ص ۱۹۴)

جب معرکہ کربلا میں بے دین اشرقیاء نے اہل بیت نبوت پر پانی بند کر دیا اور سب شدت پیاس سے بہت بے تاب ہوئے تو ایک بد بخت نے امام پاک کو مخاطب کر کے کہا اس کو دیکھو یہ شخص اپنے آپ کو گویا جگر گوشہ آسمان سمجھتا ہے مگر یہ ایک قطرہ بھی اس کے پانی سے نہیں چکھے گا یہاں تک کہ پیاسہ ہی مرے گا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے دعائے ضرر فرمائی اے اللہ اس کو پیاسہ ہی مارنا اس کے بعد اس کی یہ حالت ہو گئی کہ بہت زیادہ پانی پینے کے باوجود بھی سیراب نہ ہوتا یہاں تک کہ پیاس کی حالت ہی میں مر گیا۔ (کامل ابن اثیر، ص ۲۲، جلد ۲، صواعق محرقة، ص ۱۹۵)

اس بد بخت نے ننھے علی اصغر رضی اللہ عنہ ننھے کے حلق میں تیر پیوست کیا تھا وہ اس مرض میں مبتلا ہوا کہ اس کے منہ اور پیٹ میں سخت حدت اور گرمی پیدا ہو گئی گویا آگ سی لگی رہتی اور پشت کی طرف بہت سردی پیدا ہو گئی چنانچہ اس کے منہ کا پیٹ پر تو پانی چھڑکتے، ہر طرف رکھتے اور پگھلا دیتے اور اس کی پشت کی طرف آگ آگے مگر کسی طرح بھی ٹھن نہ پاتا اور چیخ چیخ کر کہتا پیاس پیاس تو اس کے لئے سنو ابی اور دودھ لایا جاتا اگر اس کو پانچ گھڑے بھی پلائے جاتے تو وہ پی جاتا اور پھر بھی اس پیاس کہہ کے چیختا آخر اس طرح پیٹے پیٹے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔

(الصواعق المحرقة، ص ۱۹۵)

حضرت ابو محمد سلیمان الاعمش کوئی تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ کے لئے گیا دوران طواف میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لحاف کعبہ کے ساتھ چڑھا ہوا یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور میں گمان کرتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا میں اس کی بات پر بہت متعجب ہوا کہ بھان اللہ العظیم اس کا کیسا گناہ ہے کہ جس کی بخشش کا اس کو گمان نہیں خیر میں خاموش رہا اور طواف میں مصروف رہا دوسرے پھیرے میں سنا وہ پھر یہی کہہ رہا تھا میری حیرانی میں اضافہ ہوا میں نے طواف سے باز ہو کر اس سے کہا کہ تو ایسے عظیم مقام پر ہے جہاں بڑے سے بڑا گناہ بھی بخشا جاتا ہے تو اگر تو اللہ عز و جل سے مغفرت اور رحمت مانگتا ہے تو اس سے امید بھی رکھو کیونکہ وہ برادر جہم و کریم ہے اس شخص نے کہا اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟ میں نے کہا میں سلیمان الاعمش ہوں اس نے کہا اے سلیمان تم مانگو اور امید بھی رکھو میں بھی ابھی تمہارے ہی جیسا خیال رکھتا تھا لیکن اب نہیں۔ یہ کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک

طرف لے گیا اور کہا میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ میں نے کہا کیا بڑا گناہ پہاڑوں
 آسمانوں، زمینوں اور عرش سے بھی بڑا ہے؟ کہنے لگا ہاں میرا گناہ بڑا ہی ہے۔ اس
 میں تمہیں بتاتا ہوں وہ بڑی عجیب بات ہے جو میں نے دیکھی ہے میں نے کہا اس اللہ
 تم پر رحم کرے اس نے کہا اے سلیمان میں ان ستر آدمیوں میں سے ہوں جو حضرت
 حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر کو یزید کے پاس لائے تھے پھر یزید نے اس کو
 شہر کے باہر لٹکانے کا حکم دیا پھر اس کے حکم سے اتارا گیا اور سونے کے طشت میں رکھا
 کر اس کے سونے (نیلے) کی جگہ رکھا گیا آدھی رات کے وقت یزید کی بیوی انہی
 تو اچانک اس نے دیکھا کہ ایک نورانی شعاع امام کے سر سے کر آسمان تک چمک رہی
 ہے وہ یہ دیکھ کر سخت خوفزدہ ہوئی اور اس نے یزید کو جگایا اور کہا اٹھ کر دیکھو میں ایک
 عجیب منظر دیکھ رہی ہوں۔ یزید نے کہا میں بھی دیکھ رہا ہوں جو تم دیکھ رہی ہو جب صبح
 ہوئی اس نے سر مبارک نکالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نکالا گیا اور خیمہ دیا گئے سبز میں رکھا
 گیا اور اس کی نگرانی کے لئے ستر آدمی مقرر ہوئے میں بھی ان میں تھا پھر ہمیں حکم ہوا
 جاؤ کھانا کھاؤ۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور کافی رات گزر گئی تو ہم سو گئے۔
 اچانک میں جاگ پڑا اور دیکھا کہ آسمان پر ایک بڑا بادل چھایا ہوا ہے اور اس میں
 سے پہاڑ کی سی گرج اور پروں کے ہٹنے کی سی آواز آرہی ہے پھر وہ بادل قریب ہوتا ہوا
 یہاں تک کہ زمین سے مل گیا اور اس میں سے ایک مرد نمودار ہوا جس پر جنت کے
 خلوں میں سے دو ٹکے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک فرش اور کرسیاں تھیں اس نے وہ
 فرش چھایا اور اس پر کرسیاں رکھ دیں اور پکارنے لگا اے ابوالہریرہ آدم جلیس اللہ
 علیک تشریف لائے ہیں پس ایک بڑے بزرگ نہایت حسین و جمیل تشریف لائے۔

مبارک کے پاس کھڑے ہو کر کہا سلام ہو تم پر اے ولی اللہ، سلام ہو تم پر اے بقیۃ
 العین، تم زندہ رہے تو سعید ہو کر اور تم شہید ہو گئے تو طریقہ یعنی خلف ہو کر پیلا سے
 ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم سے ملا دیا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہارے قاتل
 کے لئے بخشش نہیں تمہارے قاتل کے لئے کل قیامت کے دن دو نرخ کا بہت برا
 بدلہ ہے۔

ابو ہریرہ ہاں سے ہٹے اور ان کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے
 بعد ایک اور بادل آیا وہ اسی طرح زمین سے مل گیا اور میں نے سنا کہ ایک منادی نے
 ولی اے نبی اللہ اے نوح علیہ السلام تشریف لائے ناگاہ ایک صاحبِ جاہت
 رومی ماتن چہرہ جنت کے خلوں میں دو ٹکے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے
 اسی الفاظ کہے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے پھر ایک بڑا بادل آیا اور اس میں سے
 حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نمودار ہوئے انہوں نے بھی وہی کلمات
 کہے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 تشریف لائے اور اسی طرح کے کلمات ارشاد فرما کر کرسیوں پر جا بیٹھے پھر ایک بہت
 بڑا بادل آیا اس میں سے نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ اور ہارون پروردہ حضرت زہرا اور امام
 حسن اور امام محمد نمودار ہوئے پہلے حضور ﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور سر کو سینے
 سے لگایا اور بہت روئے پھر زہرا ہاتھوں کو دیا انہوں نے بھی سینے سے لگایا اور بہت
 دیر میں پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کے پاس ہر تہذیب کی سلام ہو
 و فطرت و خصلت والے پاک فرزند پر اللہ آپ کو بہت زیادہ اجر دے اور آپ کو
 جنت حسین کے اس امتحان میں احسن مہر دے۔ اسی طرح حضرت نوح، حضرت

ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام نے بھی تعزیت فرمائی۔
پھر حضور ﷺ نے ان انبیاء کرام علیہم السلام سے فرمایا کہ آپ گواہ ہیں اور میں گواہ
ہی کافی گواہ ہے۔ میرے نام نہاد امتیوں نے میرے بعد میری اولاد کو اس طرح کفر
کے مجھے یہ بدلہ دیا ہے پھر ایک فرشتے نے آپ کے قریب آکر عرض کیا
ابوالقاسم ﷺ اس واقعہ سے ہمارے دل پاش پاش ہو گئے ہیں میں آسمان و زمین
مومل ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں
ان لوگوں پر آسمان و ارضوں اور ان کو تباہ کردوں پھر ایک اور فرشتہ نے آکر عرض
اسے ابوالقاسم ﷺ میں دریاؤں کا مومل ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی اطاعت کا حکم
دیا ہے اگر آپ فرمائیں تو میں ان پر طوفان برپا کر کے ان کو تباہ و برباد کردوں آپ سے
فرمایا اے ملائکہ ایسا کرنے سے باز رہو۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا نا جان یہ جو سونے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو
میرے بھائی کے سر کو لائے ہیں اور یہی گمرانی پر مقرر ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا
میرے رب کے فرشتوں کو قتل کر دو میرے بیٹے کے قتل کے بدلے میں۔ تو خدا کی قسم
ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میں نے دیکھا وہ میرے سب ساتھی قتل کر دیئے گئے
ایک فرشتے نے مجھے بھی قتل کرنا چاہا تو میں نے پکارا اے ابوالقاسم مجھے بچائیے اور
پر رحم فرمائیے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے تو آپ نے فرشتے سے فرمایا اسے رہنے دو (۱۰۰)
لوگوں کو یہ واقعہ سنا سکے) پھر آپ نے میرے قریب آکر فرمایا تو ان ستر آدمیوں میں سے
ہے جو مر لائے تھے میں نے کہا ہاں۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر ڈال
مجھے منہ کے بل گرا دیا پھر فرمایا خدا تجھ پر رحم نہ کرے اور نہ تجھے بخشے اللہ تیری بدنامی

جنہم میں جلائے تو یہ وجہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے ناامید ہوں۔ حضرت امّش
یہ سن کر فرمایا اوہ بخت مجھ سے دور ہو کہیں تیری وجہ سے مجھ پر بھی عذاب نہ نازل
رہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۳۹)

امام ابن حجر عسقلانی نے حضرت صالح شام سے روایت نقل فرمائی وہ فرماتے ہیں کہ
میں نے حلب میں خواب دیکھا کہ ایک کالا کتا پیاس کے مارے زبان نکالتا ہے میں
نے ارادہ کیا کہ اس کو پانی پاؤں کہ اسے اس میں ہاتھ نہیں سے آواز دی خبردار اس کو
میں مت پلا یہ قاتل حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہے۔ اس کے لئے قیامت تک یہ
کے کدے اسی طرح بچا سائی رہے۔

(تسويد القوس فی التلخیص مسند الفردوس)

امام جلال الدین سیوطی محاضرات و محاورات میں لکھتے ہیں کہ کوفہ میں ایک سال چچک
اٹھ اس میں ڈیرہ ہزاران لوگوں کی اولاد اندھی ہو گئی جو قتل امام میں شریک تھے۔

(نور الابصار صفحہ ۱۵۲)

ابن عیینہ اپنی دادی ام ابی سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی جعفرین میں سے قتل حسین
کی شریک تھے ان میں سے ایک کو اس قدر پیاس لگتی کہ ہر گز نہ بچھتی۔ حضرت سفیان
کہتے ہیں ان میں سے دوسرے کے بیٹے کو دیکھا کہ وہ پاگل تھا۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۲ جلد ۲، مشہدات تہذیب صفحہ ۳۳، صواعق محرقة صفحہ ۹۳)

کوفیوں کی ندامت :- اکثر کوفی اپنی بے وفائی پر بہت زیادہ نادم تھے اور چاہتے
تھے کسی طرح اس غلطی کی تلافی ہو جائے اور بدنامی کا داغ دھل جائے چنانچہ تو انہیں

نے حضرت سلیمان بن صود کے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کی کہ خون حسین کا انعام لیں گے شروع شروع میں تو حضرت سلیمان بن صود کے ساتھ بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے بعد میں اکثر ساتھ چھوڑ گئے اور غلصہ کی تعداد کم ہو گئی مگر یہ لوگ اپنے سے پر قائم رہے اور انہوں نے یہ طے کیا سب سے پہلے ابن زیاد سے جنگ کی جائے بعد میں دوسرے لوگوں سے پناہ جانے یہ لوگ ابن زیاد کے مقابلے کے لئے نکلے راستہ میں یہ لوگ کربلا میں حضرت امام کے مرقد منور پر حاضر ہوئے اور زاری و تضرع کے ساتھ توبہ و استغفار کے طالب ہوئے جب یہاں سے روانہ ہو کر شام کے قریب پہنچے اور ابن زیاد کو ان کے آنے کی خبریں ملیں تو اس نے حسین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا منصر یہ ہے جنگ ہوئی اور سلیمان کے ساتھیوں نے ہار ہو کر قلیل ہونے کے ہزاروں شامیوں کو تہ تیغ کیا۔ ابن زیاد کی طرف سے برابر لشکر اور مدد پہنچتی رہتی آخر حضرت سلیمان حسین بن نمیر کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اسی طرح ان کے رفقاء بھی قتل ہوتے رہے اور چند باقی جو رہ گئے تھے وہ اپنی شکست یقینی سمجھ کر رات کے وقت بھاگ نکلے پھر مختار ابن عبیدہ ثقفی نے جو اپنے دل میں حب رکھتا تھا خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے علم بلند کیا اور اپنے آپ کو محمد بن حنفیہ کا خلیفہ ظاہر کر کے کہا کہ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لوں اس لئے لوگو میرا ساتھ دو لوگوں نے اس پر اعتماد کیا اور حضرت محمد بن حنفیہ سے اس کی تصدیق کی تو اگرچہ وہ مختار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے مگر انہوں نے فرمایا بلاشبہ ہم خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا واجب ہے اس سے لوگوں کو تسلی ہو گئی اور وہ مختار کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے اور یہ تحریک کافی زور پکڑ گئی اس وقت حضرت عبداللہ

بن جبر و رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن مطیع حاکم کوفہ تھے انہوں نے اس ایک گورہ کئے کی کافی کوشش کی یہاں تک کہ چند بار لڑائی بھی ہوئی لیکن ہر بار حاکم کوفہ کی فوج کو شکست ہوئی آخر ابن مطیع نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اپنی شکست کا اعتراف کر کے امان طلب کی ان کو امان دے دی گئی۔ چنانچہ وہ بصرہ چلے گئے اور مختار بن عمارق، کوفہ، خراسان اور اس کے اطراف و جوانب پر تسلط اور حملہ خزان حکومت قبضہ حاصل ہو گیا تو اس نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اور لوگوں سے اچھی طرح بات کرنے لگا اور کہتا میں خلیفۃ المہدی (مہدی کا خلیفہ) ہوں۔

منصر یہ کہ اس نے لوگوں سے کہا مجھے ہر اس شخص کا پتہ بتاؤ جو ابن سعد کے لشکر میں تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں گیا تھا یا جو ان سے قتل سے خوش ہوا تھا لوگوں نے بتانا شروع کیا اور مختار نے اس کو مارنا اور سولی پر لٹکانا شروع کر دیا اس طرح بیعتوں و آدمیوں کو مارا۔

عمرو بن سعد: ایک دن مختار نے اپنے دوستوں سے کہا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو ماروں گا جس سے تمام مسلمان اور فرشتے مقررین بھی خوش ہوں گے اس وقت اس نے پاس بیٹھ بن اسود بنی بیٹھا تھا وہ سمجھ گیا کہ مختار کا ارادہ عمرو بن سعد کو مارنے کا ہے چنانچہ اس نے ایک آدمی کو عمرو بن سعد کے بلائے کے لئے بھیجا۔ عمرو بن سعد نے اپنے بیٹے خوص کو بھیج دیا جب وہ آیا تو مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا گھر میں ہے مختار نے کہا اب۔۔۔۔۔۔ کی حکومت چھوڑ کر کیوں گھر بیٹھا ہوا ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن کیوں نہ گھر بیٹھا۔ پھر اس نے اپنے خاص

محافظ ابو عمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد ملعون کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر لے آؤ۔ وہ گیا اور اس نے ابن سعد کو واصل جہنم کیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنی قبائیں چھپا کر لے آیا اور قتل کے آگے لا کے رکھ دیا مختار نے حفص بن عمرو بن سعد سے کہا پیچھانتے ہو یہ کس کا ہے؟ اس نے فرمایا: **وَإِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ** پڑھ کر کہا ہاں یہ میرے باپ کا سر ہے اور اب ان کے بعد زندگی میں کچھ مرانٹیں۔ مختار نے کہا جج کہتے ہو حکم دیا اس کو بھی واصل جہنم کرو۔ وہ بھی قتل ہوا مختار نے کہا عمرو بن سعد کا سر حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا برابر ہے اور حفص کا سر علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہما کے سر کا۔ اگرچہ یہ دونوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا کی قسم اگر میں ایک تہائی قریش کو بھی قتل کر دوں تو وہ سب حسین رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

مختار نے ان دونوں سروں کو حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی لکھ بھیجا کہ جس جس پر مجھے قدرت حاصل ہوئی ہے اس کو میں نے قتل کر دیا ہے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے اور جب تک ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک نہ کر دوں ان کی تلاش سے باز نہ رہوں گا۔

(تاریخ طبری صفحہ ۱۲۷ جلد ۷، تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۹۴ جلد ۳)

البدایہ والنہایہ، ابن کثیر صفحہ ۲۷۳ جلد ۴)

امام ابن سیرین فرماتے ہیں ایک دن مولانا علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تو ایک ایسے مقام پر کھڑا ہوگا کہ تجھے جنت و دوزخ کے درمیان اختیار دیا جائے گا پس تو دوزخ ہی کو اختیار کرے گا۔

(تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۹۴ جلد ۳)

امام ابن کثیر امام واقدی سے نقل فرماتے ہیں ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے کہ آپ کا غلام اس حالت میں آیا کہ اس کی دونوں ہاتھوں پر خون بہہ رہا تھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا یہ کس نے؟ اس نے ساتھ ایسا کیا ہے؟ اس نے کہا آپ کے بیٹے عمرو نے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ اس کو قتل کر اور اس کا بھی خون بہا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا قبول ہوئی تھی۔

نولی بن یزید:۔ خولی وہ بد بخت انسان تھا جس نے حضرت امام کے سر انور کو جسم اللہ سے جدا کیا تھا اس بد بخت کی گرفتاری کے لئے مختار نے معاذ بن ہانی اور اپنے محافظ خاص ابو عمرہ کو چند ساتھیوں کے ساتھ بھیجا انہوں نے آکر خولی کے مکان کا سراہہ کر لیا اس بد بخت کو معلوم ہوا تو یہ اپنے مکان کے اندر ایک جگہ چھپ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ معاذ نے ابو عمرہ سے کہا تم آؤ اور دن کر دلی کی بیوی باہر نکلی انہوں نے کہا تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے زبان سے تو کہا مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے اور ہاتھ کے اشارے سے اس کے چھپنے کا مقام بتا دیا۔ اس جگہ پہنچے اور اس کو گرفتار کر لیا۔ اسے مختار کے سامنے پیش کیا گیا اس نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ اس بد بخت کو پہلے قتل کیا گیا اور پھر جلادیا گیا۔

مذہب خولی کی بیوی عیوف بنت مالک بن نہاد حجرت موت کی رہنے والی تھی جس سے خولی ملعون حضرت امام کا سر لایا تھا اس دن سے وہ اس کی جانی دشمن ہو گئی تھی۔

(طبری صفحہ ۱۲۷ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۹۴ جلد ۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۷۳ جلد ۴)

شمر ذی الجوشن :- مسلم بن عبد اللہ اللہ بانی کہتا ہے کہ ہم شمر ذی الجوشن کے ہمراہ تیز دو گھوڑوں پر سوار ہو کر کوفہ سے نکلے۔ مختار کے غلام زربلی نے ہمیں آلیا اور شمر پر حملہ آور ہوا۔ شمر اس کے حملے کو روکنا رہا آخر شمر نے ایک ایسا وار کیا کہ اس کی کمر ڈا دی۔ جب مختار کو معلوم ہوا تو اس نے کہا اگر یہ مجھ سے مشورہ کرتا تو میں اس کو اس طرح شمر پر حملہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔ شمر وہاں سے چل کر کوفہ اور بصرہ کے تقریباً درمیان دریا کے کنارے واقع ایک گاؤں کلماندہ میں پہنچا اور ایک دیہاتی مزدور کو بلا کر اس کو مار پیٹ کر مجبور کر دیا کہ میرا یہ خط مصعب بن زبیر تک پہنچائے۔ اس خط پر یہ پتہ لکھا تھا شمر ذی الجوشن کی طرف سے امیر مصعب بن زبیر کے نام۔ وہ مزدور اس خط کو لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بڑا گاؤں آباد تھا اس میں پہنچ کر وہ مزدور اپنے ایک جانے والے مزدور دوست سے ملا اور اس سے شمر کی سختی اور زیادتی کی شکایت کر رہا تھا اتفاق سے اسی گاؤں میں مختار کے محافظ دستے کا رئیس ابو عمرہ چند سپاہیوں کے ساتھ جنگلی چوکی قائم کرنے کے لئے آیا ہوا تھا عین اس وقت جبکہ وہ دونوں ہاتھیں کر رہے تھے مختار ایک سپاہی عبد الرحمن بن عقید وہاں سے گزرا اس نے اس مزدور کے ہاتھ میں شمرہ خط دیکھا اور پتہ پڑھ کر مزدور سے پوچھا کہ شمر کہاں ہے؟ مزدور نے بتا دیا اس سپاہی نے فوراً آکر ابو عمرہ کو بتایا۔ یہ اسی وقت اپنے سپاہیوں کے ساتھ اس کی طرف چلا۔ مسلم بن عبد اللہ کہتا ہے میں نے شمر سے کہا ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے کہ یہاں مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ شمر نے کہا میں تین دن سے پہلے یہاں نہیں جاؤں گا میں یہ سمجھتا ہوں کہ شمر یہ خوف مختار کذاب کی وجہ سے محسوس ہو رہا ہے۔

اور تم مرعوب ہو گئے ہو چنانچہ رات کو میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر جاگ پڑا اور اپنی آنکھیں مل رہا تھا کہ اتنے میں انہوں نے آکر تکبیر کہی اور ہماری جھوپڑیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ ہم تو اپنے گھوڑے وغیرہ چھوڑ کر پیدل ہی بھاگ نکلے اور وہ سب شمر پر ٹوٹ پڑے اور وہ کپڑے وغیرہ بھی نہ بچیں سکا ایک پرانی سی چادر اوڑھے ہوئے صرف بیڑی ہاتھ میں لے کر ان کا مقابلہ کرنے لگا گھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے تکبیر کی آواز کے ساتھ سنا کہ اللہ نے غیبیث کو اصل جہنم کیا پھر اس کے بعد انہوں نے اس کی لاش کو کنٹوں کے آگے پھینک دیا۔

(طبری صفحہ ۱۲۱ جلد ۱، ابن اثیر صفحہ ۹۲ جلد ۲، البدایہ والنہایہ صفحہ ۷۷۰ جلد ۸)

مالک بن اعین الکجی بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا اس نے قاتلان حسین میں سے چند آدمیوں کے نام مختار کو بتائے جن میں عبد اللہ بن سہد بن النزال الکجی مالک بن السراہدی اور حمل بن مالک الحارثی بھی تھے اور یہ قادیہ میں رہتے تھے مختار نے اپنے سرداروں میں ایک سردار ابو عمر مالک بن عمرو السہدی کو ان کی گرفتاری کے لئے بھیجا اس نے وہاں پہنچ کر ان کو گرفتار کر لیا اور مختار کے سامنے پیش کیا مختار نے ان سے کہا: اے اللہ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول اور آل رسول ﷺ کے دشمنو! حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کہاں ہیں۔ میرے سامنے حسین رضی اللہ عنہ کا حق ادا کرو وگرنہ تم نے ان کو قتل کیا جن پر نماز میں تمہیں درود پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے ہمیں زبردستی بھیجا گیا تھا حالانکہ ہم پسند نہیں کرتے تھے اب ہم پر احسان فرمائیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ مختار نے کہا کیا تم نے اپنے نبی کے نواسے پر احسان کیا اور ان کو چھوڑا اور

ان کو پانی پلایا؟

پھر مختار نے مالک البدی سے کہا تو نے ان کی ٹوپی اتاری تھی؟ عہد اللہ بن کامل نے کہا جی ہاں اسی نے اتاری تھی۔ مختار نے حکم دیا اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ کر چھوڑ دو تا کہ یہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ چنانچہ اس کے حکم پر عمل کیا گیا اور تڑپ تڑپ کر مرا اور دوسرے دونوں یعنی عہد اللہ الجعفی کو عہد اللہ بن کامل نے --- حمل بن مالک الحارثی کو سمر بن ابی سفیر نے مختار کے حکم سے قتل کر دیا۔

(طبری صفحہ ۱۲۲ جلد ۱، ابن اثیر صفحہ ۹۲ جلد ۴)

حکیم بن طفیل الطائی:- اس نے کربلا میں حضرت عباس علیہ السلام کے لباس اور اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا یہ کہا کرتا تھا کہ میرا تیر ان کے پا جاے میں لگا تھا جس سے ان کو کوئی ضرر نہ پہنچا تھا۔ مختار نے عہد اللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا اس نے جا کر گرفتار کر لیا حکیم کے گھر والے عہدی بن حاتم کے پاس جا کر فریادی ہوئے کہ اس کو چھڑائیں۔ مختار عہدی کی قدر اور احترام کرتا تھا عہدی مختار کے پاس برائے سفارش آئے۔ سپاہیوں کو راستہ میں معلوم ہوا تو انہوں نے عہد اللہ بن کامل سے کہا کہ مختار عہدی کی سفارش قبول کر لیں گے اور یہ ضعیف بیخ جاے گا حالانکہ آپ اس کے جرم سے بخوبی واقف ہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اس کو مختار کے پاس نہ لے جائیں اور قتل کر دیں۔ ابن کامل نے اجازت دے دی۔ چنانچہ اس کو ایک مکان میں لے گئے اور کہا تو نے ابن علی کا لباس اتارا تھا ہم تیرا لباس اتارتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس کے سب کپڑے اتار دیے۔ اور برہنہ کر دیا پھر کہا تو نے امام

حسین رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا اب ہم تجھے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں یہ کہہ کر اس کو تیروں سے فی النار کر دیا۔ ادھر عہدی مختار کے پاس پہنچے مختار نے ان کا احترام کیا اور آنے کی غرض پوچھی۔ عہدی نے بیان کی۔ مختار نے کہا ابو ظریف تم حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی سفارش کرتے ہو؟ عہدی نے کہا اس پر جھوٹا الزام ہے۔ مختار نے کہا اگر یہ سچ ہے کہ ہم اس کو چھوڑ دیں گے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ابن کامل نے آ کر حکیم کے قتل کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا تم نے اس کو میرے پاس لائے بغیر اتنی جلدی کیوں قتل کر دیا۔ دیکھو یہ عہدی اس کی سفارش کے لئے آئے ہیں اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔ ابن کامل نے کہا آپ کے شیعوں نے نہ مانا۔ میں مجبور ہو گیا۔ عہدی نے ابن کامل کو برا بھلا کہا۔ ابن کامل بھی جواب دینے لگے مگر مختار نے اس کو خاموش رہنے کی ہدایت کی عہدی ناراض ہو کر آ گئے۔

(طبری صفحہ ۱۳۸ جلد ۱، ابن اثیر صفحہ ۹۲ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۷۲ جلد ۴)

ابو سعید الصیل کہتے ہیں کہ سمر الجعفی نے مختار کو چند قاتلان حسین کا پتہ بتایا۔ مختار نے عہد اللہ بن کامل کو ان کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ اس نے ان میں سے زیہ بن مالک عمران بن خالد، عبد الرحمن بن ابی خشاکہ النخعی اور عہد اللہ بن قیس الخوافی کو گرفتار کیا اور مختار کے سامنے پیش کیا مختار نے ان سے پوچھا۔ اے صالحین اور جنت کے نوجوان کے سردار کے قاتلو! بیشک آج تم سے اللہ بدلہ لے گا بیشک وہ درس یعنی وقت آج تمہارے لئے بڑا منہوس دن لے کر آتی ہے وہ درس یعنی وقت جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی جس پر انہوں نے قبضہ کیا تھا مختار نے حکم دیا سر بازار ان کی گردنیں مارو پس ان کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبری صفحہ ۱۲۵ جلد ۱، ابن اثیر صفحہ ۹۲ جلد ۴)

زید بن رقاد:۔ اس بد بخت نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیرا مارا تھا جو ان کی پیشانی میں لگا تھا انہوں نے اپنی پیشانی کو بچانے کے لئے اس پر اپنا ہاتھ رکھا مگر تیرا لگا کہ ہاتھ بھی پیشانی کے ساتھ پیوست ہو گیا اور جدا نہ ہو سکا۔ اس وقت ان کی زبان سے نکلا اے اللہ جس طرح ان دشمنوں نے ہمیں حقیر و ذلیل کر کے قتل کیا ہے تو بھی ان کو ذلیل کر کے قتل کر۔ پھر اسی ظالم نے ایک اور تیر مارا جو حضرت عبداللہ کے پیٹ میں لگا تھا اور وہ شہید ہو گئے۔ وہ بد بخت کہا کرتا تھا کہ میں اس نوجوان سے پاس آیا وہ تیر جو اس کے پیٹ میں لگا تھا وہ تو میں نے آسانی سے نکال لیا۔ مگر وہ تیر ہاتھ پیشانی میں لگا تھا اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی تیر تو نکل آیا مگر پیکان نہ نکل سکا۔ عمار نے عبداللہ بن کامل کو اس بد بخت کی گرفتاری کے لئے بھیجا ابن کامل نے اپنے دست کے ساتھ آکر اس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ یہ بد بخت زید بڑا بہادر آدمی تھا تلوار لے کر مقابلہ کے لئے نکلا لوگ اس پر ٹوٹ پڑے ابن کامل نے کہا اس کو نیزہ یا تلوار سے نہ مارو بلکہ تیروں اور پتھروں سے ہلاک کرو۔ لوگوں نے اس قدر اس پر تیر برسائے اور پتھر مارے کہ وہ گر پڑا۔ ابن کامل نے کہا دیکھو اگر اس میں جان باقی ہو تو اس کو مارو چونکہ اس میں ابھی جان باقی تھی تو لوگ اس کو لائے ابن کامل نے آگ جلائی اور اس کوئی انار کر دیا۔

(طبری صفحہ ۱۲۹ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۹۵ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۴۷۲ جلد ۴)

عمرو بن صبیح:۔ یہ بد بخت کہا کرتا تھا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے رفقا کو تیروں سے زخمی کیا تھا کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ مختار نے آدھی رات کے وقت اس کی گرفتاری کے

لئے پولیس کو بھیجا یہ اس وقت اپنے مکان کی چھت پر اپنی تلوار تنکے کے نیچے رکھے بے خبر سو رہا تھا۔ پولیس نے چپکے سے چھت پر چڑھ کر اس کو پکڑ لیا اور اس کی تلوار بھی قبضہ میں لے لی۔ کہنے لگا خدا اس تلوار کا برا کرے یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کس قدر دور ہو گئی ہے۔ پولیس نے اس کو مختار کے سامنے لا کر پیش کیا۔ اس نے حکم دیا صبح تک اس کو قید میں رکھو۔ جب صبح ہوئی اور دربار عام لگا اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو اس کو لایا گیا اس نے بھرے دربار میں کہا اے گروہ کفار و فجار اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں۔ یہ بات میرے لئے مسرت کا باعث ہوتی کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے قتل ہوتا کیونکہ میں تم لوگوں کو بدترین ظالم سمجھتا ہوں۔ کاش! اس وقت بھی تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی اور میں تھوڑی دیر تک تمہارا مقابلہ کرتا اس کے بعد اس نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ابن کامل کی آنکھ پر مکا مارا۔ ابن کامل نے ہنس کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے آل محمد علیہ السلام کو نیزوں سے زخمی کیا ہے اب اس کے ہارے میں آپ ہمیں حکم دیجئے۔ مختار نے کہا نیزے لاؤ اور اس کا نیزوں سے گھائل کرو۔ چنانچہ اس کو نیزے مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ (طبری صفحہ ۴۲۹ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۹۵ جلد ۴)

موسیٰ بن عامر کہتے ہیں: بیشک مختار نے قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کو تلاش کر کر کے میرے پاس لاؤ کیونکہ جب تک میں ان کے ناپاک وجود سے پوری زمین اور شہر کو پاک نہ کر دوں گا مجھے کھانا پینا اچھا نہیں لگتا۔ (طبری صفحہ ۱۲۳ جلد ۷)

مختار کے اس جذبے اور خون حسین رضی اللہ عنہ کے انتقام لینے کی وجہ سے عوام

و خواص کثیر تعداد میں اس کے ساتھ اور اس کے معتقد ہو گئے تھے۔ مختار جب عمرو بن شمر ذوی الجوش اشقیاء اور خولی بن یزید وغیرہ جیسے کے قتل سے فارغ ہوا تو اب اس کو ابن زیاد بد نہاد کی فکر ہوئی کیونکہ واقعہ کربلا کی یزید کے بعد سب سے زیادہ ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی۔ اس بد بخت کا وجود اس کو بہت زیادہ کھٹکتا تھا جب تک وہ اس کو ختم نہ کر لیتا اس کو کیسے چین آ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ابراہیم بن مالک ہشتر کو ایک زبردست اور تجربہ کار فوج کثیر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ادھر ابن زیاد کو بھی معلوم ہوا تو وہ بھی لشکر کثیر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا شہر موصل سے پانچ کوس کے فاصلے پر دریا کے کنارے پر دونوں لشکروں کے درمیان خوب جنگ ہوئی آخر شدید جنگ کے بعد ابن زیاد کے لشکر کو شکست ہوئی۔ شکست خوردہ لشکر مع ابن زیاد بھاگا۔ ابراہیم اشتر نے ان کا تعاقب کرنے اور ان کو مارنے کا حکم دیا چنانچہ ابن زیاد کے بہت سے لوگ مارے گئے اور خود یہ بد نہاد بھی مارا گیا۔ ابراہیم نے اس کا سر جسم سے جدا کیا اور لاش کو جلا دیا۔ جب ابن زیاد کا سر کوفہ میں آیا تو مختار نے دربار عام کیا اور ابن زیاد کے سر کو پیش کرنے کا حکم دیا جب سر پیش ہوا تو اتفاق سے اس دن بھی ۶۷ھ کا یوم عاشورہ تھا۔ مختار نے کوفیوں سے کہا دیکھو آج سے چھ سال پہلے اسی جگہ اس بد بخت کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر پیش ہوا تھا اور آج اس کا سر میرے سامنے رکھا ہے۔ میں نے خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ ابن زیاد اور دیگر رؤسا کے سروں کو بطور نمائش کے ایک جگہ دکھایا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک پتلا سا سانپ آیا اور اس نے سب سروں کو دیکھا اور پھر ابن زیاد کے سر میں داخل ہو کر ناک کے نچھنے سے اور ناک سے داخل ہو کر منہ سے نکلا اور

کئی مرتبہ ایسا کیا۔ چنانچہ حضرت عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو مسجد کے میدان میں ترتیب سے رکھے گئے میں جب ان کے قریب پہنچا تو وہاں جو لوگ تھے وہ کہہ رہے تھے کہ وہ آگیا وہ آگیا تو اچانک ایک سانپ آیا اور وہ سروں میں پھرنے لگا حتیٰ کہ ابن زیاد کے نختوں میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر پھر کر پھر نکلا اور چلا گیا یہاں تک وہ غائب ہو گیا۔ پھر لوگ کہنے لگے وہ آگیا وہ آگیا پس اس سانپ نے اسی طرح دو تین بار کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی شریف باب المناقب)

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابن مرجانہ (ابن زیاد) کی ماں نے اپنے بیٹے سے کہا اوصیبت، تو نے نواسہ رسول ﷺ کو قتل کیا ہے خدا کی قسم تو کبھی بھی جنت کو نہیں دیکھے گا۔

(تہذیب المتذیب صفحہ ۳۵ جلد ۲، ابن اثیر صفحہ ۱۰۲ جلد ۳)

ابن زیاد کے قتل کے وقت ابن مضرغ نے اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے: جب موتیں کسی ظالم و جاہل کے پاس آتی ہیں تو وہ حاجیوں اور دروازوں کے پردے چاک کر دیتی ہیں یعنی رسوا کر دیتی ہیں۔ میں اس خبیث کے بچے اور اس فرد مایہ و ناکس کے بچے کی موت کے وقت کہتا ہوں کہ شکر ہے وہ ہلاک ہوا تو ان بد بختوں میں سے جن کے مردوں کو دفن کے وقت زمین بھی قبول نہیں کرتی اور ملبوس نجاست و غلاظت کو کیسے قبول کرے۔

(ابن اثیر صفحہ ۱۰۳ جلد ۴)

ابن الجہاب السلمی نے لشکر ابن زیاد کی مذمت میں کہا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ وہ لشکر جو اپنے قیام کے دوران شراب نوشی اور زنا کو جمع کرے وہ طاقت و دشمن کے

مقابلے میں فتح مند نہیں ہو سکتا۔

(ابن اثیر صفحہ ۱۰۴ جلد ۳)

حقیقت یہ ہے کہ مختار نے شہدائے کربلا کے مقدس خون کا خوب بدلہ لیا۔ ہزاروں دشمنان اہل بیت کو قتل کیا اور جن جن کو واصل جہنم کیا اور کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی۔ یہاں تک کہ شمر ملعون ایک روایت کے مطابق اس کا بہنوئی تھا اور دوسری روایت کے مطابق حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما کا ماموں تھا اس کی پھوپھی یا بہن مولا علی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی اور شمر کا بیٹا مختار کا بھانجا تھا اس کی گردن مارنے کا بھی حکم دیا جب اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میں تو معرکہ کربلا میں شریک ہی نہ تھا میرا کیا قصور ہے؟ مختار نے کہا بیشک تو شریک تو نہ تھا مگر تو فخر کیا کرتا تھا کہ میرے باپ نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔

مختار کا دعویٰ نبوت

مختار نے قاتلان حسین کے بارے میں جو شاندار گردوارا کیا تھا افسوس کہ وہ اس عظیم نیکی کو اپنے حق میں قائم نہ رکھ سکا اور اس پر شقاوت ازلی غالب ہوئی اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبرائیل امین وحی لاتے ہیں اور انہی نے مجھ میں حلول کیا ہے (معاذ اللہ) اور اس کے کذاب ہونے کی خبر حضور پر نور عالم ماکان یكون ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی کہ بے شک عنقریب تعقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاک کرنے والا ہوگا چنانچہ ترمذی شریف میں تو باب ماجاء فی تعقیف کذاب و میر قائم ہے اور صحیح مسلم شریف میں بھی حدیث موجود ہے شارحین حدیث اس پر اتفاق ہے کہ تعقیف کے کذاب سے مراد مختار اور میر سے مراد حجاج بن یوسف

ہے حضرت ابو بکر بن شیبہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا کہ مختار کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے فرمایا سچ کہتا ہے پھر یہ آیت پڑھی إِنَّ اللَّهَ جَزِيلٌ يُعَذِّبُ الْمُجْرِمِينَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُوَلِّیْتُکَ اَمْرًا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ اَمْرًا (ابلیسی) وحی کیا کرتے ہیں کذا فی عقد الفرید مختار نے احنف بن قیس کو خط لکھا کہ ہم اپنی قوم کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہو وہاں سے واپسی ناممکن ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم لوگ میری تکذیب کرتے ہو تو اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو مجھ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے اور میں ان سے بہتر نہیں (طبری صفحہ ۱۳۲ جلد ۷ الہدایہ و النہایہ صفحہ ۲۷۵ جلد ۷) ابلیسی بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر حضرت امام محمد باقر سے مختار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ علی بن حسین (زین العابدین) کو دیکھا کہ کعبۃ اللہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے مختار پر لعنت کر رہے تھے ایک شخص نے ان سے کہا اللہ مجھے آپ پر ثار کرے آپ اس شخص پر لعنت کر رہے ہیں جو آپ ہی لوگوں کے مقابلے میں فوج کیا کیا آپ نے فرمایا بلاشبہ وہ کذاب تھا کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھا کرتا تھا (طبقات ابن سعد صفحہ ۲۱۳ جلد ۵) امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے ایام میں مختار کذاب جس نے نبوت کا دعوے کیا تھا خروج کیا تھا تو ابن زبیر نے اس کے مقابلہ کے لئے ۶۷ھ میں لشکر تیار کر کے بھیجا جس نے اس ملعون کو شکست دے کر قتل کیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۲) بعض لوگ جب اس قسم کی کوئی بات سنتے یا پڑھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو اپنے حبیب ﷺ کے اہلیت کے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے منتخب کیا وہ گمراہ کذاب اور ملعون کیسے ہو

سکتا ہے ملعون کذاب کو بھی کیا ایسا شاندار کارنامہ ادا کرنے کی توفیق حاصل ہو سکتی ہے؟

اس شبہ کا ازالہ: اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہونا شرعاً یا عقلاً کسی طرح بھی محال اور ناممکن نہیں۔ دیکھئے ابلیس لعین کتنا بڑا عابد و زاہد اور عالم و فاضل تھا بالآخر ملعون اور گمراہ ہوا۔ بلعم بن بعور کچھ زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات تھا آخر قعر مذلت میں گر گیا اور کتے کی فکل میں دوزخ میں جائے گا۔ اسی طرح بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے شاندار کارنامے انجام دیئے اور آخر قسمت کی بد نصیبی کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو وحی فرمائی کہ میں نے تجھی بن ذکر یا علیہما السلام کے قتل کے عوض ستر ہزار افراد قتل کرائے تھے اور تمہارے لواحق کے عوض ان سے دو گئے قتل کراؤں گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخت نصر جیسے ظالم بدترین، خالق کو مقرر فرمایا۔ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اسی طرح حضرت امام رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختار ثقفی جیسا کذاب نبوت کا دعویٰ کرنے والا بدترین خلق مقرر فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ لَوْ كُنَّا نَبْعُضُ الظَّالِمِيْنَ بَعْضُ اٰمَنًا كَاٰمَنًا يَكْسِبُوْنَ (القرآن پارہ ۸ آیت ۱۴۹)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض ظالموں پر جو ان کو قتل کے جوہر کرتے رہتے تھے۔ یعنی ظالموں کو ہی ظالموں پر مسلط کر کے پھر ظالموں ہی کے ہاتھوں ظالموں کو ذلیل و خوار اور تباہ و برباد کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: بیشک اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کی مدد فرما کر

اسی کے ذریعے سے بھی کرا لیتا ہے۔ (سیرت منیر شرح جامع الصغیر صفحہ ۳۷۱)

بزرگ فروع کی ممانعت بحوالہ کتب روافض:-

کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں کاہا بجا مومنوں کے صبر کی ترغیب دی گئی ہے اور جزع فزع سے منع کیا گیا ہے ائمہ اہل بیت کی بھی یہی تعلیم ہے اگر ان سے کبھی عقیدت و محبت ہے اور ان کے سچے پیرو ہیں تو ہمیں ان کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ روافض کی کتاب فروع کافی صفحہ ۱۲۱ میں ہے: جاہر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ جزع کیا ہے؟ فرمایا: وہیل، اور بلند آواز سے چیخ مارنا۔ یعنی واہیل اور شور کرنا اور منہ پر طمانچہ مارنا اور سید زنی کرنا اور ماتھے کے بال نوچنا اور جس نے رونے کی مجلس (عزا) کو قائم کیا بلاشبہ اس نے صبر کو ترک کیا اور ہمارے طریقہ کو چھوڑ کر غیر طریقہ اختیار کیا اور جو صبر کرے اور قائل ہو اِنَّكَ لَيَكُونُ لَكَ عِزٌّ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی مدد کرے اور جو کچھ اللہ نے کیا اس پر راضی رہے اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر واقع ہو گیا اور جو ایسا نہ کرے جبکہ اس پر کوئی قضا واقع ہو تو وہ برا آدمی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب برباد کر دیتا ہے۔ (فروع کافی)

اس روایت میں جزع فزع سید زنی کی ممانعت اور صبر کا حکم ہے۔

فروع کافی صفحہ ۱۲۱ میں دوسری روایت میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک صبر و تکلیف و مصیبت دونوں مومن کو پیش آتے ہیں جب مومن کو تکلیف و مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور بیشک جزع اور تکلیف و مصیبت دونوں کافر کو بھی

پیش آتے ہیں تو جب کافر کو مصیبت آتی ہے تو وہ جزع فزع کرتا ہے۔ (فروع کافی)
اسی روایت میں امام صادق رضی اللہ عنہ نے مومن اور کافر کی شناخت بیان فرمائی۔
مومن مصیبت کے وقت صبر ہی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کافر یہ وقت مصیبت جزع فزع کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صبر مومن کا شیوہ ہے اور جزع فزع کافر کا۔

۳:- صفائی شرح اصول کافی صفحہ ۱ میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:
فرمایا صبر بمنزلہ ایمان ہے جب سر ہی نہ رہے تو جسم بھی نہیں رہتا۔ اسی طرح جب صبر جاتا رہتا ہے ایمان بھی نہیں رہتا یعنی صبر اور ایمان دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

(صفائی شرح اصول کافی)
۴:- شیخ ابلاغہ میں ہے: مولیٰ علی نے حضور ﷺ کے وصال پر غسل کے موقع پر فرمایا: تم آپ ﷺ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا اور جزع و فزع سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ کی وفات پر اتنا روتے کہ بدن کی رطوبت خشک ہو جاتی۔ (شیخ ابلاغہ)
فائدہ: مولیٰ علی نے ایسے غم کے الم تاک موقع پر بھی صبر کیا اور جزع فزع نہیں کیا کیونکہ وہیں مصطفیٰ ﷺ میں اس کی ممانعت تھی۔

۵:- فروع کافی صفحہ ۱۱۹ جلد ۱ میں ہے: جب مولیٰ علی شہید ہوئے تو امام حسین مدین میں تھے حضرت امام حسین نے ان کو خط کے ذریعے اطلاع دی جب انہوں نے خط پڑھا فرمایا کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: کہ تم میں سے جس کو کوئی مصیبت پیش آجائے اس کو چاہیے کہ وہ میری وفات کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہ کرے کیونکہ رسول کی وفات سے بڑھ کر مسلمان کے لئے کوئی اور بڑی مصیبت نہ ہوگی اور آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ (فروع کافی)

جب سرکار کی وفات والی اعظم مصیبت پر صبر کا حکم ہے تو پھر کسی اور مصیبت پر بے صبری، جزع فزع اور سینہ زنی کب جائز ہو سکتی ہے۔

۶:- شیخ ابلاغہ صفحہ ۱۵۸ جلد ۳: مولیٰ علی فرماتے جب مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارے اس کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ ۷:- فروع کافی صفحہ ۱۲۱ جلد اول میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان مصیبت کی وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارتا ہے تو وہ اپنا اجر و ثواب برباد کر دیتا ہے۔ ۸:- انہی سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میت پر چھنا چلانا اور کپڑے پھاڑنا لائق اور مناسب نہیں ہے۔ (فروع کافی صفحہ ۱۲۲ جلد اول)

دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ لیکن لوگ اس کو نہیں سمجھتے اور صبر بہتر ہے۔
۹:- فروع کافی صفحہ ۱۲۲ جلد اول میں ہے: الغلام بن کامل کہتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا ایک مکان سے ایک چیخنے والی کے چیخنے کی آواز آئی حضرت امام (ناراض ہو کر) کھڑے ہو گئے پھر بیٹھ گئے اور انا اللہ پڑھ کر وہی حدیث بیان فرمائی جو اوپر مذکور ہوئی پھر فرمایا بیشک ہمیں یہی محبوب اور مطلوب ہے کہ ہماری جانوں اور ہماری اولاد میں اور ہمارے مالوں میں خیر و عافیت رہے۔ لیکن جب کوئی قضا واقع ہو جائے تو پھر ہم وہی پسند کریں جو اللہ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے۔

۱۰:- انارۃ البصائر صفحہ ۲۹۷ جلد ۲ میں ہے: امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی ہمیشہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بہن! جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم اے کہ کہتا ہوں کہ میری مفارقت کی مصیبت پر صبر کرنا پس جب میں شہید ہو جاؤں تو ہرگز اپنا منہ نہ بیٹھنا اور اپنے بال نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم دہرہ بتول کی بیٹی

ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی جدائی کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔ اب دیکھئے پیغمبر خدا ﷺ نے اپنی وفات کے وقت سیدہ زہرہ رضی اللہ عنہا کو کیا وصیت فرمائی۔ چنانچہ ۱۱: فروغ کافی صفحہ ۲۴۱ جلد ۲، حیات القلوب صلی ۲۵۲ جلد ۲ میں ہے: ابن ہالبیہ بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول نے اپنی وفات کے وقت اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اے بیٹی جب میں انتقال کر جاؤں تو اپنا منہ نہ پینٹا بال نہ بکھیرنا، داویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نہ نوحہ کروں گے بلانا۔ اسی وصیت کے مطابق ہی سیدہ نے کہا: اس کے خلاف نہ کیا حضرت عالی مقام بھی سیدہ زہرا سے فرما رہے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا چنانچہ انہوں نے بھی وصیت کے مطابق کیا۔

۱۲: جلاء العیون اردو صفحہ ۷۸ میں ہے: امام پاک نے فرمایا: اے خواہر نیک اختر خدا سے خوف لازم ہے قضائے حق تعالیٰ پر راضی رہنا چاہیے واضح ہو کہ سب اہل زمین شربت ناگور مرگ نوش کریں گے اور ساکنان آسمان بھی باقی نہ رہیں گے مگر ذات حق تعالیٰ باقی ہے اور سب معرض زوال و فنا میں ہیں۔ خدا سب کو مار ڈالے گا اور پھر زندہ کرے گا فقط اسی کو بقاء ہے۔ دیکھو ہمارے پدر و مادر اور برادر شہید ہوئے اور سب سے بہتر تھے۔ جناب رسول خدا ﷺ کہ اشرف المخلوقات تھے دنیا میں رہے اور بہ جانب سرائے باقی رحلت فرمائی۔ اسی طرح بہت سے مواعظ اپنی خواہر سے بیان کر کے وصیت کی اور کہا اے خواہر گرامی تم کو میں قسم دیتا ہوں کہ جب میں شہید ہو کر بہ عالم ہلا رحلت کروں گریباں چاک نہ کرنا اور منہ نہ نوچنا، داویلا نہ کرنا۔

صفحہ ۲۷۱ جلد اول میں ہے: یہ صبر و شکیبائی حکم فرما کے بہ وعدہ و ثواب ہائے غیر متانتی الہی

تسکین دے کر ارشاد فرمایا چادریں سر پر اوڑھ لو اور آمادہ لشکر مصیبت و ہلا ہو کر خدا ہی تمہارا حامی ناصر ہے۔ شجر انداء سے تم کو وہی نجات دے گا اور عاقبت بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں پہ انواع عذاب و ہلا جتنا کرے گا اور تمہیں ان بلاؤں، مصیبتوں کے عوض دنیا و عقیقی میں بہ انواع نعمت و کرامت پائے ہے انداز و سرفراز فرمائے گا ہر گز ہرگز صبر و شکیبائی سے دستبردار نہ ہونا اور کلام ناخوش زبان پر نہ لانا کہ موجب نقص ثواب ہوگا۔

۱۳: جامع عباسی اردو مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ ۲۶ میں ہے مکر وہ ہے سیاہ لباس پہننا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وقتی بھیجی کہ مومنوں سے کہہ دے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں یعنی کالے کپڑے۔ ۱۴: من لایحقر الفقید صفحہ ۵۱ میں ہے حضرت امام جعفر صادق سے سوال کیا گیا کہ سیاہ ٹوپی پہن کر نماز درست ہے؟ فرمایا سیاہ ٹوپی پہن کر نماز نہ پڑھے کیونکہ سیاہ لباس دوزخیوں کا ہے اور امیر المؤمنین حضرت مولانا علی نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کالے کپڑے نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔ (من لایحقر الفقید کتاب روافش) یہ ائمہ اہل بیت کے بارہ ارشادات ان کے مبارک عدد کے مطابق اثنا عشر یوں کی خدمت میں خود ان کی نہایت معتبر کتب سے حدیث میں ان میں بارہ ارشادات میں واضح طور پر بارہ ہی ہدایات ہیں۔

۱۔ مصیبت کے وقت صبر و شکیبائی ہرگز نہ چھوڑو کہ مصیبت پر صبر ہی مومن کا شیوہ اور نشانی ہے۔ ۲۔ مصیبت کے وقت جزع و فزع یعنی چیخا چلا نا داویلا و شور کرنا کافروں کا شیوہ اور نشانی ہے۔ ۳۔ مصیبت کے وقت منہ نہ پیٹو۔ ۴۔ سینہ زنی (نامہ) نہ کرو۔ ۵۔ با

ل نہ لکھو۔ ۱۰۔ ہاں نہ نوچو۔ ۷۔ منگے سر نہ صود۔ ۸۔ رانوں پر ہاتھ نہ مارو۔ ۹۔
کپڑے نہ کھینچو۔ ۱۱۔ گریباں چاک نہ کرو۔ ۱۰۔ زبان پر کلام ناخوش یعنی رضائے الہی
کے خوالہ ہاں نہ لاؤ۔ ۱۱۔ مجالس غزالیہ روئے کی مجلسیں قائم نہ کرو کہ یہ سب ممبر
ورضا سکھانے ہیں اور اسلام میں ممبر و رضا کا حکم ہے۔ ۱۲۔ کالے کپڑے نہ پہنو کہ یہ
دو ذنبیں اور شیمن کا لباس ہے۔

اب دیکھئے کون بہت دھڑی مند اور جہالت کو چھوڑ کر آئمہ کرام کی سچی
عقیدت اور بیرونی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ہدایات پر عمل کرتا ہے اور کون
تاویلات و سودا کے اپنا ایمان اور اعمال تباہ کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے نہایت
نا انصافی کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ صحیح روایات کے ساتھ بھی ذکر شہادت بیان کرنا
تہیہ یا ناموس کی وجہ سے حرام ہے نیز حدیث میں مرثیوں کے پڑھنے کی ممانعت آئی
ہے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اول تو ذکر شہادت حسنین کرنا ہرگز ہرگز
روافض کا خاصہ نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت بھی ذکر شہادت کرتے ہیں البتہ خوارج
اس کے طور پر جس کو نہیں کرتے بلکہ ذکر شہادت سے جلتے ہیں اور اسے سخت ناپسند
کرتے ہیں تو ذکر شہادت سے روکنے والے خوارج سے مشابہت کرنے والے
مفسدین سے۔ ممبر و رافضی تو صحیح روایات کے ساتھ ذکر شہادت کرتے ہی نہیں وہ تو اکثر
جھوٹی روایات سے مراد افش تو صحیح روایات کے ساتھ ذکر شہادت کرتے ہی نہیں وہ تو اکثر
جو ان کے شان پر لگتے ہیں اور اہل بیت اطہار کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں جو
میں احوال کے شان پر لگتے ہیں ہرگز لائق نہیں ہوتیں اور وہ مرثیے بھی ایسے پڑھتے ہیں جن
تو جہنم کی آگ کی آگ ہیں ہوتے بلکہ جھوٹ اور بہتان زیادہ ہوتا ہے نیز وہ صحابہ کرام کی
تو جہنم کی آگ کی آگ ہیں علاوہ ان کی مجالس مجلس میں نوحہ ماتم اور یہ تکلف و

وغیرہ ہوتا ہے اور اہل سنت کی محافل میں شان صحابہ کرام بھی بیان ہوتی ہے اور روافض
کے اثرات اور بہتان کا جواب بھی ہوتا ہے اور ذکر شہادت صحیح روایات کے ساتھ
ہوتا ہے اور ماتم وغیرہ بالکل نہیں ہوتا تو مشابہت کیسے ہوئی؟ اور حدیث میں جن
مرثیوں کی ممانعت ہے وہ وہی ہوتے ہیں جن میں وہابی حجازی غلط باتیں اور اس قسم
کے ذکر و موعظ کی ہرگز ممانعت نہیں ہے حسنین کریمین جیسے محبوبوں کے مصائب پر
ہو جو درد محبت دل بھرا آئے اور بلا قصد و اختیار رقت طاری ہو جائے اور آنکھوں میں
اشک جاری ہو جائیں تو یہ رونا بھی عین رحمت اور علامت محبت ایمان ہے البتہ جزیخ
فرخ اور سیدہ کوئی وغیرہ بلاشبہ حرام و ناجائز ہے۔

مختار اور رائج قول کے مطابق :- امام اعظم کے نزدیک یزید پر لعنت جائز ہے
آخر چہ آپ کا مشہور قول توقف ہے جیسے یزیدی مولوی اپنا سہارا سمجھتے ہیں لیکن کتب
متعددہ کے حوالہ جات سے ثابت ہے کہ امام اعظم بھی یزید پر لعنت جیسے ہیں چنانچہ
ابو بندر مولوی عبدالرشید اپنی کتاب حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۳۶۶ میں بحوالہ فتاویٰ
عزیز یہ مطبوعہ مجنبا کی دہلی صفحہ ۱۰۰ جلد اول لکھتا ہے امام ابو حنیفہ سے یزید پر لعنت کے
بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں بلکہ ان سے جو کچھ منقول ہے وہ تعارض
روایات کے وقت کا قول ہے یزید کے بارے میں خود ان کی تصریح آگے کر رہی ہے کہ
اس پر لعنت جائز ہے۔

۲۔ الشبان الشیہ من ارنکاب الغیبہ از مولانا عبدالحی قرطبی جلد ۱ صفحہ ۶۰ طبع ۱۳۹۷
شان کر وہ مکتبہ عارفین کراچی یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام احمد کی جو رائے ہے

(یعنی یزید پر) لعنت جائز ہے وہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے مطالب المؤمنین میں منقول ہے یعنی امام اعظم بھی یزید پر لعنت کے جواز کے قائل ہیں۔

۳۔ الاختیار صفحہ ۱۴۲ جلد دوم میں ہے اکابر حنفیہ میں امام ابو بکر احمد بن علی جاس الرازی جنہوں نے ہمیشہ امام ابو حنیفہ کے قول پر ترجیح دی ہے احکام القرآن میں یزید کو لعین ہی لکھا۔

۴۔ خلاصۃ الفتاویٰ صفحہ ۳۰ جلد چہارم میں حنفیوں کے چوٹی کے امام طاہر بن احمد عبد الرشید بخاری لکھتے ہیں میں نے شیخ امام زاہد قوام الدین صفاری سے سنا ہے وہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے لا باس باللعن علی یزید۔

۵۔ فتاویٰ بزاز یہ بر حاشیہ عالمگیری صفحہ ۳۴۲ جلد سوم میں عظیم حنفی محقق ابن بزاز کروری لکھتے ہیں یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے اور امام قوام الدین صفاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کروری کہتے ہیں حق یہ ہے کہ یزید پر لعنت اس کے کفر کی شہرت پر اس کی گھناؤنی شرارت کی متواتر خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معصوم ہیں لعنت ہی کی جائے گی۔

۶۔ عظیم حنفی عالم بحر العلوم فوائج الرحمۃ شرح مسلم الثبوت صفحہ ۲۲۳ جلد دوم میں لکھتے ہیں۔ یزید پلید کے ایمان میں بھی شک ہے جو طرح طرح کی خبیث حرکتیں اس نے کیں ہیں سب معروف ہیں۔

۷۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حنفی کا مسلک:- مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب

نمبر ۲۵ حصہ چہارم میں ہے یزید پر لعنت کرنے سے امام اعظم یا دوسرے بعض بزرگوں کے توقف کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ وہ مستحق لعنت بھی نہیں ارشاد خداوندی ہے إِنَّ كَيْدَ الْيَزِيدِ بِيَدِ اللَّهِ وَتَسْوِئَةُ لَعْنَتِكَ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے۔

۸۔ حیات النجوى ان صفحہ ۲۲۵ جلد دوم، یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں سلف صالحین امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول میں ایک تصریح کے ساتھ یعنی اس کا نام لے کر لعنت کرنا دوسرا تلویح کے ساتھ یعنی بغیر نام لئے اشارۃ جیسے اللہ تعالیٰ امام کے قاتلوں اور دشمنوں پر لعنت کرے لیکن ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح۔

۹۔ حنفیوں کے چوٹی کے امام علامہ علی قاری شرح شفا صفحہ ۵۵۶ جلد دوم میں لکھتے ہیں یزید ابن زیاد اور انہی کی مثل دوسرے لوگوں پر لعنت جائز ہے امام احمد بن حنبل تو یزید کے کفر کے قائل ہیں۔

۱۰۔ حنفی مفسر سید محمود احمد آلوسی تفسیر روح المعانی پارہ ۲۶ صفحہ ۶۲ میں لکھتے ہیں میرے (حنفی امام) کے نزدیک یزید جیسے شخص معین پر لعنت کرنا جائز ہے اور درست ہے اس جیسا کوئی بھی فاسق منصور نہیں ہو سکتا اور ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی کمزور تر ہے یزید کے ساتھ ابن زیاد ابن سعد اور اس کی جماعت کو بھی لاحق و شامل کیا جائے گا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان سب پر اور جو بھی ان کی طرف مائل ہو قیامت تک اور اس وقت تک کہ کوئی بھی آنکھ ابو عبد اللہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آنسو بہائے۔

۱۱۔ فتاویٰ عبدالحی صفحہ ۸ جلد سوم مطبوعہ لاہور میں علامہ عبدالحی عکرمی (یوزیدی) دیوبندی حضرت پکڑیں لکھتے ہیں

ترجمہ ملخصاً۔ یہ شخص باطل ہے کہ اس نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش ہوا۔ (حقیقت یہ ہے کہ)

۱۳، ۱۴۔ حنفیوں کے چوٹی کے امام تکتا زانی شرح عقائد لکھی صفحہ ۱۱ مطبوعہ لاہور میں فرماتے ہیں امام احمد شرح بخاری ارشاد الساری شرح بخاری صفحہ ۱۰ جلد اول میں فرماتے ہیں بعض علمائے اہل سنت نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے اس لئے کہ جب اس نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا وہ کافر ہو گیا تھا اور مجبور علماء اس پر متفق ہیں کہ اجازت دی اور جو ان (سادات) کے قتل پر راضی ہے اور اس پر لعنت کو ناجائز ہے اور حق بات یہی ہے کہ یزید کا امام کے قتل پر راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت رسول ﷺ کی توہین کرنا تو اتر معنوی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے پس ہم نہیں توقف کرتے اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں اللہ کی لعنت ہو اس (یزید پلید) پر اور اس کے دوستوں پر اور اس کے مددگاروں پر۔

۱۴۔ نیز اس شرح و شرح عقائد صفحہ ۵۵ میں علامہ عبدالحی عکرمی پر ہاروی لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) اور بعض علماء (اہل سنت احناف) نے یزید پر لعنت کا اطلاق ثابت کیا ہے۔

ان میں سے ایک محدث ابن جوزی ہیں جنہوں نے اس مسئلہ (جو لعنت یزید) میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام انہوں نے رکھا ہے۔ (الرد علی المتعصب العنید المانع عن دم الیزید) اور جواز لعن یزید کے قائلین میں امام احمد بن حنبل اور قاضی ابویعلیٰ بھی ہیں۔

فائدہ: علامہ پر ہاروی کے نزدیک یزید کو کافر کہنے والے اہل سنت کے امام اور برحق علمائے دین ہیں ان پر علامہ پر ہاروی نے کوئی نکتہ نہیں لگایا۔

(ترجمہ اقیہ عبارت فتاویٰ عبدالحی صفحہ ۸ جلد سوم)

اور بعض (یزیدی نامی ملاں) کہتے ہیں کہ قتل حسین گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت کفار کے ساتھ مخصوص ہے ایسے کہنے والے (یزیدی ماموں) کی فطرت پر انہوں نے ان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کفر تو دوسری چیز ہے خود رسول کو ایذا دینا کیا نتیجہ دہرہ رکھتی ہے فرمان بڑوی ہے رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ جو اللہ و رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

(ڈوہتے کو تھکے کا سہارا)

یزیدی نامی ملاں کہتے ہیں کہ امام غزالی نے یزید پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے امام غزالی احیاء العلوم صفحہ ۱۲۰ جلد سوم میں فرماتے ہیں اس زمانہ میں کسی شخص پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں اس کے بعد وہ فرماتے ہیں اگر وہ کوئی بالفرض شیطان پر بھی لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا تعجب ہے کہ امام غزالی کے قول سے وہ لوگ استدلال کر رہے ہیں جن کا شب و روز کا مشغلہ ہی مسلمانوں کو بات بات پر مشرک اور بدعتی بنانا ہے امام غزالی تو فرما رہے ہیں کہ شخص معین گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں اس لئے کہ شاید وہ توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اسی طرح

ابلیس پر بھی لعنت نہ کرے بلکہ سکوت اختیار کرے حالانکہ ارشاد خداوندی ہے۔

(ترجمہ) کافروں پر اللہ کی لعنت ہے اے شیطان تجھ پر۔ مت تک لعنت ہے یا میری لعنت ہے۔ امام غزالی کا سہارا لینے والے یزیدیوں کو چاہئے کہ وہ کفار اور شیطان کو بھی مستحق لعنت نہ سمجھیں اور ان پر بھی لعنت نہ کیا کریں اور لعنت والی آیات کو تلاوت نہ کیا کریں افسوس! ان یزیدی باطنی ملاؤں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کسی کا مستحق لعنت ہونا اور بات ہے اور اس پر لعنت نہ کرنا اور بات ہے امام غزالی کا مقصد یہ ہے کہ از روئے حدیث مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا خواہ کوئی مستحق لعنت ہو مگر مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اس پر لعنت نہیں کرتا اس کی دلیل یہ ہے کہ وصف عام کے ساتھ (امام غزالی) کے نزدیک بھی کافر و فاسق بلکہ خوارج و رافض اور ظالم و زانی سود خور پر لعنت کرنا جائز ہے اور یزید بلاشبہ فاسق اعتقادی و عملی اور ظالم تھا لہذا امام غزالی کے مقررہ اصول کے مطابق بھی اس پر لعنت کرنا جائز ہوگا۔

(ترجمہ بقیہ عبارت فتاویٰ عبدالحی صفحہ ۸ جلد اول مطبوعہ لاہور)

غفلتی نہ رہے کہ یزید کا معاصی سے توبہ و رجوع کا (امام غزالی کی طرف سے) محض احتمال ہے ورنہ اس بے سعادت نے اس امت میں جو کچھ کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا امام حسین کے قتل کے بعد اہل بیت کی اہانت اور بدینہ منورہ میں تخریب کاری اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجنا اور واقعہ حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے آذان و نماز رہی اور اس معرکہ میں عین حرم کے اندر کئی لوگ شہید ہوئے یزید پلید اس قسم کے مشاغل میں مصروف تھا کہ مر گیا اور اس جہان کو پاک کر گیا اس کے بیٹے معاویہ (احمد) نے برسر مہر اس کے برے حالات بیان کئے اور پوشیدہ حالات کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

ہے اور بعض علمائے اہل سنت اس پر علی الاعلان کھلم کھلا لعنت کرنا جائز رکھتے ہیں سلف اور اعلام امت سے امام احمد بن حنبل اور ان کی مثل اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے ابن جوزی نے جو حفظ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا سلف سے نقل کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے یزید اور اس کے معاونین اور ساتھیوں پر لعنت کی ہے۔

یزیدی ملاؤں کا فریب :- یزیدی ملاں یہ کہتے ہیں کہ یزید تو دمشق میں تھا اور حسین کربلا میں شہید ہوئے یزید تو کربلا میں موجود ہی نہ تھا حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ یزید کے حکم اور رضا سے ہوا اور اس کی پوری پوری ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے قرآن کریم میں اس کی نظیر موجود ہے دیکھئے فرعون نے اپنے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کا کوئی بچہ ذبح نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام بچوں کا قاتل اور ذابح اسی کو قرار دیا کیونکہ اسی کے حکم سے ذبح کئے گئے تھے چنانچہ فرمایا **يَذْكُرُوا لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرعونَ** ان (بنی اسرائیل) کے بچوں کو ذبح کرتا تھا۔ تو قرآن سے ثابت ہوا کہ جس کے حکم اور رضا سے قتل ہوا اس حاکم کو حکم کا قاتل ہی کہا جائے گا لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ یزید قتل امام سے راضی نہ تھا اور نہ یہ قتل اس کے حکم اور رضا سے ہوا بلکہ بلاشبہ یہ سب کچھ یزید پلید علیہ اللعنة کے حکم سے ہوا۔

۱۵۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۴ جلد ہشتم علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں یزید نے حضرت حسین اور ان کے اصحاب کو ابن زیاد کے ذریعے قتل کرایا اصل قاتل یزید ہے۔

۱۶۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۵۰ جلد چہارم میں ہے حضرت ابن عباس نے یزید کو لکھا

بادشاہ نے حسین اور عبدالمطلب کے جوانوں کو قتل کیا ہے جو ہدایت کے روشن چراغ اور چمکتے ستارے تھے تیرے حکم سے تیرے لشکر کے سواروں نے ایک ہی جگہ ان کو خاک و خون میں ملا دیا میں ابھی ان باتوں کو نہیں بھولا اور نہ بھولوں گا کہ تو نے حسینؑ کو حرم رسول مدینہ عالیہ سے حرم مکہ کی طرف نکالا اور ان کی طرف برابر سوار اور پیارے بھیجتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے امام کو عراق کی طرف نکلنے کے لئے بے قرار کر دیا تم نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے اور تمہاری تلواروں سے میرا خون چک رہا ہے تم میرے عزیزوں کے قاتل ہو اور تو اس پر مغرور اور خوش نہ ہو کہ آج تو نے ہم پر غلبہ پالیا ہے ایک دن ہم بھی فتح یاب ہوں گے۔

۱۷۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۵۵ جلد چہارم میں ابن زید یزیدی گورنر نے کہا جہاں تک قتل حسین کا تعلق ہے تو وہ اس لئے تھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان کو قتل کروں ورنہ وہ مجھے قتل کروں گا تو میں ان کے قتل کو اختیار کیا۔

۱۸۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۴۵ جلد چہارم امام عالی مقام کی شہادت کے بعد اہل حرین نے یزید کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ابن زیاد کو اہل حرین کا محاصرہ کرنے کا حکم بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم اس فاسق (یزید) کے لئے ابن رسول اللہ کا قتل پہلے کر چکا ہوں اور حرین میں لڑائی دونوں (کہا ہوں) کو اپنے لئے جمع نہیں کروں گا اس نے معذرت کر لی۔

۱۹۔ مشہور حنفی محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا فیصلہ تکمیل الایمان صفحہ ۹۸ میں ہے کہ بعض یہ کہتے ہیں کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ آپ کے قتل پر راضی تھا اور نہ آپ کے قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کے قتل سے خوش و مسرور رہا۔

بات مردود ہے اور باطل ہے اس لئے کہ اس شقی کا اہل بیت نبوت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر رجبہ کو اثر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف و مکاہرہ یعنی خواہ فواد کا جھگڑا ہے جب یہ اچھی طرح سے ثابت ہو گیا کہ امام کا قتل یزید کے حکم سے ہوا اور وہ اس پر راضی اور خوش تھا تو ثابت ہو گیا کہ وہی امام کا قاتل اور رسول کو اہانت دینے والا ہے امام غزالی احیاء العلوم صفحہ ۳۹۱ جلد چہارم میں ابن عباس کا خواب نقل کر کے لکھتے ہیں حضور کو اس واقعے سے سخت اذیت پہنچی ہے اور حضور کو اذیت پہنچانے والا لعنتی ہے۔

فائدہ: امام غزالی کے نزدیک بھی یزید فاسق مستحق لعنت ٹھہرا، شرح فقہ اکبر صفحہ ۸ میں مشہور حنفی عالم علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑا رکھی ہے کہ امام حسین باغی تھے تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے یہ خارجیوں کے ہدایات (بکواس) ہیں جو صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

۲۱۔ اللہ و اعق الحرقہ صفحہ ۲۱ میں ہے امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت صالح نے اپنے باپ سے یزید سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا بیٹا کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا بھی ہوگا؟ جو یزید سے دوستی رکھے اور میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب (قرآن) میں لعنت کی ہے میں نے عرض کیا اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو فرمایا اس آیت میں

تَرْجَمُوهُمْ فِي سِعْءٍ يُرْتَضٰی لَهُمْ فِيْ يَوْمِ ذٰلِکَ الَّذِیْ هُمْ فِيْہِمْ لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْعَٰلَمِیْنَ
ترجمہ: کہ پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم اس ملک میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے پھر ان کو ہیرا

اور ائمہ حاکم دیا۔

پھر امام احمد نے فرمایا بیٹا کیا اس فتیٰ حسین سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟

۲۲۔ ارشاد رسول ہے اہل مدینہ کو ڈرانے اور ہراساں کرنے والے پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان سرانج المنیر صفحہ ۲۸۸، فہام الوفا صفحہ ۲۲ جذب القلوب صفحہ ۳۳ یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ یزید پلید نے اہل مدینہ کو ڈرایا اور ہراساں کیا ظلم و ستم ڈھائے مسجد نبوی میں گھوڑے بندھوائے تین دن تک مسجد نبوی بے آذان و بے جماعت رکھی۔

فائدہ ثابت ہوا یزید پلید ملعون لعین اور لعنتی ہے۔

۲۳۔ مشہور حنفی عالم ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۸ میں لکھتے ہیں یزید سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں مثلاً شراب کو حلال کرنا اور حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کے بعد یہ کہنا کہ میں نے ان سے بدلہ لیا ہے اپنے بزرگوں اور سرداروں کے قتل کا جو انہوں نے بدر میں کئے تھے یا ایسی ہی اور باتیں اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل نے یزید کی تکفیر کی ہے۔

۲۴۔ الصواعق المحرقة صفحہ ۲۱۸ میں امام ابن حجر کی لکھتے ہیں (مخلصاً) سبط ابن الجوزی کا یزید کے کافر ہونے کے بارے میں مشہور قول ہے کیونکہ جب امام حسین کا سر اقدس یزید تو وہ خبیث کے پاس آیا امام کے سر کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور کہتا تھا اے کاش میرے بزرگ (ابو جہل امیہ وغیرہ) جو بدر میں مارے گئے آج موجود ہوتے اور اس نے ان میں دو شعر اور زیادہ کئے جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں اس کے دل میں جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگ بدر کا اشتہام جذبہ تھا ان حوالہ جات کے بعد یزید کے کفر میں شک

کی گنجائش باقی نہیں۔

۲۵۔ اسحاق الرافضی صفحہ ۲۱۱ میں علامہ شیخ محمد بن علی الصبان فرماتے ہیں بے شک امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں اور ان کا علم اور تقویٰ اس بات کا متقن ہے کہ انہوں نے کفر کا فتویٰ اس وقت دیا ہوگا جب موجب کفر باتیں یزید سے ثابت ہوئی ہوں گی اور کفر کے فتویٰ میں علماء کی جماعت نے ان کی موافقت کی ہے جیسے ابن جوزی وغیرہ بہت سے علماء نے تو یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنے کو چارہ نہ رکھا ہے اور امام احمد سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی نے کہا ہے کہ امام قاضی ابو یعلیٰ نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے ان میں یزید کا نام بھی ائمہ میں لکھا ہے۔

۲۶۔ امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات شریف صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں یزید بد بخت کی بد بختی میں کس کو کلام ہے؟ جو کام اس یزید بد بخت نے کئے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہیں کرے گا بعض علمائے اہل سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے یہ احتمال احتمال ہی ہے حقیقت میں کچھ نہیں۔

۲۷۔ روح المعانی پارہ ۲۶ صفحہ ۶۶ میں ہے یزید خبیث حضور علیہ السلام کی رسالت کی تقدیق کرنے والا نہیں تھا بے شک اس کا مجموعی عمل جو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حرم پاک کے رہنے والوں کے ساتھ کیا اور اولاد رسول کے ساتھ ان کی زندگی اور شہادت کے بعد جو کچھ روا رکھا ہے اور جو کچھ اس سے ذلت آمیز افعال صادر ہوئے ہیں یہ زیادہ دلالت کرنے والے ہیں اس کی عدم تقدیق پر اس شخص کے عمل

سے کہ جس نے قرآن مجید کے اور اقی کو نجاست میں پھینکا ایسے کرنے والا کافر ہے میرے نزدیک اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔

۲۸۔ روح المعانی صفحہ ۱۷ پارہ ۲۶ یزید علیہ السلام حضرت علی اور آپ کے دونوں صاحبزادوں حسن و حسین سے بغض رکھتا تھا جیسا کہ معنوی طور پر احادیث بتواتر اس پر دلالت کرتی ہیں اب تیرے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ لعین منافق تھا۔

۲۹۔ تفسیر مظہری صفحہ ۲۱ جلد پنجم میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی فرماتے ہیں یزید اور اس کے ساتھیوں نے کفر کیا آل پیغمبر کی عداوت میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے امام حسین کو شہید کیا اور یزید نے دین مصطفیٰ کا انکار کر کے کفر کیا یہاں تک کہ اس نے امام حسین کو قتل کے وقت کہا کہاں ہیں میرے بزرگ کہ وہ میرا بدل لینا دیکھ لیں آل محمد علیہ السلام سے آخری شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ میں جندب کی اولاد میں سے نہیں ہوں گا اگر میں احمد علیہ السلام کی اولاد سے بدلہ نہ لوں جو کچھ انہوں نے کیا اس پلید نے شراب کو حلال کیا۔

۳۰۔ مکتوبات قاضی ثناء اللہ صفحہ ۲۰۳ میں ہے یزید کا کفر معتبر روایات سے ثابت ہے پس وہ مستحق لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں لیکن الحسب للہ والبعض فی اللہ کا مقتضی ہے (کہ اس پر لعنت کی جائے)

۳۱۔ ارشاد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی۔ احکام شریعت صفحہ ۵۸ جلد دوم ہمارے امام یزید کے بارے میں سکوت فرماتے کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر۔

۳۲۔ بہار شریعت صفحہ ۲۷ جلد اول (ہم یزید کو) نہ کافر کہیں نہ مسلمان مسلک احمد رضا بریلوی اور مذہب امام اعظم میں یزید اگر کافر نہیں تو مسلمان بھی نہیں۔ لہذا ثابت

ہوا ایسا شخص منافق ہے منافق کافر سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔

۳۳۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۱۳ جلد اول میں ہے یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کریں گے۔

سنی بریلوی ہو کر کافر کہنے سے روکتے ہو؟ شرم کرو

۳۴۔ امام احمد رضا السکو کتبہ الشہادہ صفحہ ۶۰ میں لکھتے ہیں اس طائفہ کا تکفیر خصوصاً ان کے پیشوا اسماعیل و ہوی کا حال مثل یزید پلید علیہ السلام ہے یا رہے امام احمد رضا بریلوی نے ستر و جوہ کفریہ سے اسماعیل و ہوی کا کافر ہونا ثابت کیا ہے مگر تو پھر مشہور ہونے کے باعث کافر کہنے سے کف لسان فرمایا۔

لہذا بریلوی مکتبہ فکر میں یزید اگر کافر نہیں تو مسلمان بھی نہیں (بہار شریعت صفحہ ۷۷ جلد اول) احکام شریعت صفحہ ۸۸ جلد دوم یزید کو مسلمان ثابت کرنے والے خوف خدا کریں۔ خدا یزیدیت سے بچائے۔ آمین

ایک شبہ: محمود احمد عباسی اور محمد امین بت کو یزید کے بہشتی ہونے کا وہم صحیح بخاری کے ان الفاظ سے ہوا ہے۔ اول جیش من امتی یغزون مدینۃ فیصر مغفور لہم میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا اس کی مغفرت کر دی گئی۔ محمد بن رفیع کا بیان ہے کہ پھر میں نے اس کا ذکر کچھ لوگوں کے سامنے کیا جس میں حضور علیہ السلام کے صحابی حضرت ابویوب انصاری بھی تھے یہ اس غزوہ کا واقعہ ہے جس میں حضرت ابویوب انصاری کی وفات ہوئی اور یزید روم میں اس فوج کا امیر تھا لہذا یزید بہشتی ہے۔

شبہ کا ازالہ :- پہلا جواب :- یزید قسطنطینیہ کی پہلی مہم میں قطعاً شریک نہ تھا بخاری شریف کی حدیث میں اول حبش من امتی (میری امت کا پہلا لشکر) کے الفاظ آئے ہیں اور یزید پلید کے زیر کمان جو لشکر قسطنطینیہ کی طرف روانہ ہوا تھا وہ قسطنطینیہ پر حملہ آور ہونے والا پہلا لشکر قطعاً نہ تھا بلکہ اس سے بہت پہلے اسلامی لشکر قسطنطینیہ جا کر پہنچ چکے تھے ۳۹ھ سے پہلے قسطنطینیہ کی کسی مہم میں یزید کی شرکت ثابت نہیں اور کتب حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۳۹ھ سے بہت پہلے خازیان اسلام عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے زیر کمان قسطنطینیہ پر حملہ آور ہو چکے تھے ملاحظہ فرمائیے سنن ابوداؤد و متزجم و حیدری صفحہ ۲۹۳ جلد دوم اور صفحہ ۳۵۸ جلد دوم ان واقعات میں ابویوب انصاری کی معیت بھی ثابت ہے اور اس واقعہ میں ابویوب انصاری کی وفات بھی مذکور ہے عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو بعض محدثین نے صفار صحابہ میں ذکر کیا ہے حافظ ابن عساکر نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں رومیوں سے جو جنگیں لڑی جاتی تھیں ان میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو امیر بنایا جاتا تھا امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ۳۴ھ اور ۳۵ھ کے واقعات کے ضمن میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ النہایہ میں ۳۳ھ اور ۳۶ھ کے واقعات کے ذیل میں بلا و روم میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی زیر کمان رومیوں سے مسلمانوں کے سرالی جہاد کا ذکر کیا ہے۔ افسوس کہ ۳۶ھ میں ان کو حمص میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

نتیجہ :- محمود احمد عباسی نے خلافت معاویہ و یزید میں تسلیم کیا ہے کہ یزید ۳۹ھ یا اس کے بھی کئی سال بعد ۵۲ھ یا ۵۵ھ میں قسطنطینیہ کی مہم پر روانہ ہوا۔ لہذا یزید پلید قطعاً

اول حبش میں شامل نہیں اور مغفور لہم میں قطعاً داخل نہیں۔

یہ شوشہ کس نے چھوڑا؟ کہ یزید مغفور لہم میں داخل ہے قاضی اندلس شارح بخاری مہلب المتوفی ۴۳۳ھ نے آخری اسوری جہاد پر بشام بن محمد المعتمد علی اللہ کو خوش کرنے کے لئے یہ شوشہ چھوڑا کہ یزید مغفور لہم میں داخل ہے موصوف کی یہ ساری کارگزاری جیسا کہ محدث قسطلانی نے شرح بخاری صفحہ ۱۰۵ جلد پنجم میں تصریح کی ہے بنی الامیہ کی حمیت میں تھی۔

(حدیث کبریا کا پس منظر صفحہ ۴۳۰ از عبدالرشید نعمان دیوبندی)

دوسرا جواب :- جس لشکر میں یزید بھیر و اکرام شامل تھا اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف تھے یہ ۳۹ھ میں روانہ ہوا ملاحظہ ہوتا تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۸۹ جلد دوم بشارت مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ ہے لہذا یزید اس کا مصداق ہرگز نہ ہوا عمدۃ القاری شرح بخاری (یعنی) صفحہ ۶۳۹ جلد ششم میں ہے اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف تھے یزید قطعاً نہ تھا۔

تیسرا جواب :- مدینہ قیصر روم سے مراد قسطنطینیہ نہیں بلکہ حمص ہے صحیح بخاری کی حدیث میں قسطنطینیہ کے الفاظ قطعاً نہیں بلکہ مدینہ قیصر کے الفاظ ہیں اس سے مراد وہ شہر ہے جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ حیات میں قیصر روم کا دار السلطنت تھا اور جس وقت آپ کی زبان حق کی ترجمان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے اس صورت میں مدینہ قیصر سے مراد قسطنطینیہ نہیں بلکہ حمص ہے۔ چنانچہ شرح فارسی صحیح بخاری از شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلوی بر حاشیہ تیسیر القاری صفحہ ۶۶۹ جلد چہارم مطبوعہ مطبع علوی کھنوی

۱۳۰۲ھ میں ہے ترجمہ:- بعض علماء کی جہاں قیصر اس روز تھا کہ جس روز حضور نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اور یہ شہر حمص تھا جو اس وقت قیصر روم کا دارالسلطنت تھا۔

(محدثہ کر بلا کا پس منظر صفحہ ۹۷۱ از عبد الرشید نعمانی دیوبندی)

چوتھا جواب:- جہاد کے لئے صحیح نیت ضروری ہے یہ نہیں کہ دوسرے کے دباؤ میں آکر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہو جائے بڑیدلعین کے ساتھ یہی صورت ہوئی کہ وہ اس جہاد میں شریک آنے کے لئے بالکل تیار نہ تھا اور جہاں تک بن سکا اس نے پائل منول کی کوشش کی بلکہ مجاہدین کرام مجاذ پر تھے اور وہاں مختلف قسم کی مشقیں برداشت کر رہے تھے وہاں اور قرط میں بتنا تھے تو بڑے ٹھانڈے سے اپنے عشرت کدہ میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کے ساتھ وادعیش دے رہا تھا اور مجاہدین کا مذاق اڑا رہا تھا حضرت معادیہ کو جب اس کی حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر ہجر واکراہ اس کو مجاذ پر روانہ کیا اس سارے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون صفحہ ۲۰ جلد سوم اور تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲ جلد سوم میں موجود ہے۔

(محدثہ کر بلا کا پس منظر صفحہ ۱۲۶۶ از علامہ نعمانی دیوبندی)

جبر واکراہ کے ساتھ جانے والے کو لشکر معذور لہم میں شامل کرنا بڑیدناہی گردو کی دید و دلیری اور اہل فریبی ہے وہ قطعاً مغفور لہم میں شامل نہیں۔

پانچواں جواب:- بشارت مغفرت مشروط ہے۔ اول:- تو بڑید جس لشکر میں شامل تھا وہ اول لشکر نہیں۔ دوم:- شہر قسطنطنیہ نہیں حمص ہے۔ سوم:- وہ رمضان الہی کے لئے نہیں بلکہ ہجر واکراہ گیا۔ اگر ساری باتیں بالفرض تسلیم کر لی جائیں تب بھی یہ مغفرت

کی بشارت اس شرط کے ساتھ مخصوص ہوگی کہ پھر اس سے زندگی میں ایسے افعال سرزد نہ ہوئے ہوں کہ جن سے مغفرت کی بجائے التا اعنت خداوندی میں گرفتار ہو جائے کیونکہ شریعت میں اعتبار خاتمہ کا ہے ارشاد الساری شرح بخاری صفحہ ۱۰۱ جلد پنجم میں امام قسطلانی فرماتے ہیں بڑید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام کا یہ قول معذور لہم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اصل ہوں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا یہ بات ابن منیر نے کہی ہے بے شک بعض علمائے بڑید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ شیخ سعد الدین التتازنی نے نقل فرمایا ہے۔ (ارشاد الساری شرح بخاری)

قریباً ایسا ہی حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ الشیخ علی ابن الشیخ احمد نے لکھا ہے کہ ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری اور سراج منیر شرح جامع صغیر صفحہ ۹۷ جلد دوم۔

چھٹا جواب:- سرکار نے فرمایا بے شک اللہ نے اس شخص پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے کلمہ لا الہ الا اللہ (مراہم کلمہ ہے تقانوی) کہا تعجب ہے بڑید کے حامیوں نے بڑید کی مغفرت میں کلمہ والی حدیث کو کیوں نہیں پیش کیا حالانکہ ان کی پیش کردہ حدیث میں تو معذور لہم کے الفاظ ہیں اور کلمہ والی حدیث میں صراحتاً دوزخ کے حرام ہونے کی تصریح ہے پس جو تاویل و تشریح حدیث کلمہ والی کی ہوگی وہی تشریح حدیث معذور لہم کی ہونی چاہئے۔

ساتواں جواب :- بعض اوقات عام مخصوص منہ البعض بھی ہوتا ہے جس طرح
 إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سے واجب و مستحبات خارج ہیں اور جس طرح بدعات
 حسہ کل بدعة ضلالة کے عموم سے خارج ہیں اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی
 وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ کے عموم سے خارج ہے اسی طرح یزید جیسا بد کردار
 انسان بھی مغفور لہم کے عموم سے خارج ہے

حرف آخر :- مغفرت کی بشارت :- بہت سے اعمال خیر پر حضور علیہ
 السلام نے مغفرت کی بشارت دی ہے اور اس کا مطلب آج تک کسی عالم کے ذہن
 میں یہ نہیں آیا کہ بس اس عمل خیر کے بعد جنتی ہونا لازم ہے اور اب ظلم اور بد اعمالیوں کی
 کھلی چھٹی ہے جو چاہے کرے جنات اس کے لئے واجب ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ کسی شخص کا نام لے کر اسے جنتی کہنا اور بات ہے اور کسی عمل پر جنت یا
 مغفرت کی بشارت دنیا الگ چیز ہے حضرات عشرہ مبشرہ اور حسنین کریمین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم کا نام لے کر حضور علیہ السلام نے ان کو جنتی فرمایا ہے لیکن یزید پلید کا
 نام لے کر اس کے جنتی ہونے کی بشارت کہیں نہیں دی گئی اس غزوہ میں شرکت کے
 بعد جب اس کو اقتدار نصیب ہو تو اس کے بیشتر اعمال ایسے تھے جو لعنت ہی کے
 موجب تھے۔ البتہ خود یزید اور اس کی پارٹی نے اپنی خوش فہمی سے حدیث کا یہی
 مطلب سمجھا تھا کہ جب کلمہ طیبہ پڑھ لیا گیا تو پھر گناہوں کی کھلی چھٹی ہے اور یہی گمراہ
 فرقہ مرجعہ کا مذہب ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ
 کرنے والا جنت میں داخل ہوگا حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ صفحہ ۵۹ جلد ہشتم میں لکھتے

ہیں اسی حدیث نے یزید کو ارجماء کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے باعث اس نے ایسے
 کام کر ڈالے جس کی بنا پر اس پر تکفیر کی گئی۔ جو تاویل کلمہ والی اور شرک نہ کرنے والی
 حدیث کی ہوگی وہی حدیث قسطنطنیہ کی ہوگی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شرح
 تراجم ابواب البخاری مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۲۳ میں لکھتے ہیں حضور علیہ السلام کے
 اس حدیث میں مغفور لہم فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے
 صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے
 (بشرًا شمولیت) جو اس سے گناہ کئے تھے وہ بخشش دئے گئے کیونکہ جہاد کفارات میں
 سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں بعد
 میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہوتا کہ
 قیامت تک کے لئے اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو بے شک یہ حدیث اس کی نجات پر
 دلالت کرتی اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اسی صورت میں اس کا
 معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا یعنی
 حضرت حسین کو شہید کرنا، ینبشہ کو تاراج و برباد کرنا، شراب نوشی پر اصرار کرنا یا فرض
 اس حدیث سے اگر مغفرت عام بھی مراد لی جائے جب بھی اس کے عموم کی تخصیص
 کے لئے وہ احادیث جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں جو حضور علیہ السلام کی
 عزت طاہرہ کی ناقدری کرتے ہیں اور حرم کی حرمت کو پامال کرتے ہیں اور سنت نبوی
 کو بدل ڈالتے ہیں باقی رہیں گی۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۱۲۷ از عبدالرشید نعمانی دیوبندی)

غزوہ قسطنطنیہ کے ۱۲، ۱۳ سال بعد کے عرصہ تک اس نے جو برائیاں کیں اور جن جن

تبارخ کا ارتکاب کیا ہے ان میں اس کی شراب نوشی شہدائے کربلا کا بے دردانہ قتل مدینہ منورہ کی تاریکی اور بربادی اور وہاں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل اور پھر حرم کعبہ پر اس کی فوجوں کی چڑھائی وغیرہ ان سب گناہوں کے کفارہ کی آخر کیا صورت ہوگی؟

احادیث مبارکہ در رقم بزید

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بزید کی مذمت میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے الصلح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر از امام نجاشی صفحہ ۱۵۵ جلد دوم طبع مصری میں ہے۔ ترجمہ حضور علیہ السلام نے فرمایا چھ اشخاص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے۔ ۱۔ کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ ۲۔ تقدیر الہی کی تکذیب کرنے والا۔ ۳۔ جبر و زور سے تسلط حاصل کر کے جس کو اللہ نے ذلیل کیا ہے اس سے اعزاز بخشے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی اسے ذلیل کرنے والا۔ ۴۔ حرم الہی کی حرمت کو پامال کرنے والا۔ ۵۔ میری عمرت کی جو حرمت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کو حلال کر دینے والا۔ ۶۔ میری سنت کا تارک اس حدیث کو امام ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ سے روایت کیا نیز حاکم نے اس کو حضرت ابن عمر کی روایت سے بھی نقل کیا ہے اسی حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بھی باب الایمان بالقدر کے فصل ثانی میں حضرت عائشہ کی روایت سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس حدیث کو بیہقی نے المدخل میں اور رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔ یہ تو نہیں معلوم کہ بزید پلید تقدیر کا بھی منکر تھا یا نہیں مگر باقی سارے عیب اس میں

موجود تھے پس اس پر خدا اور رسول کی لعنت ہے بالفرض محال اگر بزید معذور لہم کی بشارت میں شامل تھا تو بقول شاہ ولی اللہ زیادہ سے زیادہ یہی ماننا پڑے گا کہ اس کے پہلے والے گناہ معاف کر دئے گئے بعد والے گناہ (شراب نوشی شہدائے کربلا کا قتل مدینہ منورہ اور حرم مکہ کی بے رحمی ان سب) کے کفارہ کی آخر کیا صورت ہوگی؟

جہرۃ انساب العرب صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ دار المعارف مصر میں امام ابن حزم ظاہری کے الفاظ کا ترجمہ پیش ہے بزید اسلام میں برے کر تو توں کا کرنے والا ہے اس نے اپنے دور اقتدار میں حرو کے دن اہل مدینہ کا قتل عام کیا ان کے بہترین افراد اور بقیہ صحابہ کرام کو قتل کیا اور اپنی حکومت کے اوائل میں حضرت حسین اور ان کے اہل بیت کو قتل کیا اور مسجد حرام میں حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کیا کعبہ شریف اور اسلام کی بے حرمتی کی پھر حق تعالیٰ نے ان ہی ایام میں اسے ہلاک کیا وہی امام ابن حزم اپنی دوسری تصنیف اسماء الخلفاء والولاۃ۔۔۔۔۔ مددہم صفحہ ۳۵۸، ۳۵۷ طبع مصری جامعہ بحوالہ السیرۃ لابن حزم میں لکھتے ہیں (ترجمہ ملخصاً) حضرت حسین نے ابن زبیر نے بزید کی بیعت سے انکار کیا حضرت حسین کو فدا ظل ہونے سے پہلے شہید کر دیا گیا آپ کی شہادت بڑی اور اسلام میں رخصۃ اندازی ہے کیونکہ حسین کی شہادت سے مسلمانوں پر اعلانیہ ظلم توڑا گیا اور حضرت عبداللہ ابن زبیر نے مکہ مکرمہ چاکر جو رالہی میں پناہ لی اور وہیں مقیم ہو گئے تا آنکہ بزید نے مدینہ حرم نبوی اور مکہ حرم خدا میں اپنی فوجیں لڑنے کے لئے بھیجیں چنانچہ حرہ کی جنگ میں مہاجرین و انصار جو باقی رہ گئے تھے ان کا قتل عام کیا یہ حادثہ فاجعہ بھی اسلام کے بڑے مصائب اور اس میں رخصۃ اندازی میں شمار ہوتا ہے کیونکہ فاضل مسلمین، بقیہ صحابہ اور اکابر تابعین میں بہترین مسلمان اس جنگ

میں تابعین میں بہترین مسلمان اس جنگ میں کھلے دھاڑے قتل کر دئے گئے اور گرفتار کر کے ان کو شہید کر دیا گیا یزید کی لشکر کے گھوڑے رسول اللہ کی مسجد میں جولانی رکھاتے رہے اور ریاض الجنۃ میں حضور علیہ السلام کی مزار اور آپ کے منبر مبارک کے درمیان لید اور پیشاب کرتے رہے ان دنوں مسجد نبوی میں کسی ایک نماز کے لئے بھی جماعت نہ ہو سکی اور سعید بن مسیب کے بغیر کوئی وہاں موجود نہ تھا انہوں نے مسجد نبوی کو ہائل نہ چھوڑا اور مسلم (حرم) بن عقبہ نے اسلام کی بڑی بے عزتی کی مدینہ منورہ میں تین دن برابر لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا۔

حضور علیہ السلام کے صحابہ کو ذلیل کیا گیا ان پر دست درازی کی گئی ان کے گھروں کو لوٹا گیا (مدینہ منورہ کو تباہ کرنے کے بعد) یہ فوج مکہ مکرمہ کی طرف چل دی وہاں جا کر مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا گیا اور کھیمہ پر بمبھتی سے تنگباری کی گئی "اب جو معاصی اور جرائم اس غزوہ قسطیفہ میں (ہافرض) شریک ہوئے کے بعد اس سے سرزد ہوئے ہیں ان کی مغفرت کا اس بشارت سے کوئی تعلق نہیں وہ اس کے ذمہ باقی ہیں اور اگر کسی کج فہم کو اب بھی اس پر اصرار ہو کہ حدیث میں مذکورہ مغفرت کا تعلق اس کے تمام اگلے پچھلے گناہوں سے ہے اور اس غزوہ میں شرکت کرنے والے ہر ہر کی مغفرت عام مرا د ہے تو یہ محض غلط ہے اور اس مغفرت کے عموم کی تخصیص کے لئے وہ حدیث کافی ہے جس کا ترجمہ بحوالہ مشکوٰۃ و دیگر کتب احادیث ابھی آپ کی نظر سے گزرا اور اس کی روشنی میں یزید کے سیاہ کار ناموں کی تفصیل بھی ابن حزم کی تحریر سے آپ پڑھ چکے ہیں اب ایسے تابکار کے جلتی ہونے پر اصرار کرنا کس قدر شدید غلطی ہے ناحیبوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مدوح یزید کو خلیفہ راشد مانیں اس کے جلتی ہونے کا اعتقاد رکھیں

جیسا کہ بعض جاہل ناحیبوں کا عقیدہ ہے کہ یزید صحابی تھا یا نبی تھا (مساعد اللہ) ملاحظہ ہو (منہاج السنۃ صفحہ ۸۷ جلد چہارم از ابن تیمیہ) لیکن اہل حق میں سے کوئی شخص بحالت صحت و ہوش وہ اس یزید کے ان سیاہ کارناموں کے باوجود اس کے جلتی ہونے کی کیسے شہادت دے سکتا ہے۔

صحیح بخاری میں یزید کی مذمت میں احادیث

پہلی حدیث :- صحیح بخاری باب حفظ العلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (ترجمہ) میں نے حضور علیہ السلام سے دنوں کا علم حفظ کیا ہے ان میں سے ایک کی تو نشر و اشاعت کروں تو یہ نرخر (حلق) کاٹ ڈالا جائے۔ شاہ ولی محدث دہلوی شرح تراجم ابواب بخاری میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں (ترجمہ) اقوال علماء میں سے صحیح قول کے مطابق اس سے مراد فتن اور واقعات کا علم ہے کہ جو حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئے جیسے حضرت عثمان اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت وغیرہ کے واقعات ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان واقعات کے افشاء کرنے اور ان فتنہ بازوں (یزید و مروان وغیرہ) کے ناموں کے بتانے سے اس لئے ڈرتے تھے کہ کہیں بنی امیہ کے لوٹنے (مروان، یزید) اور ان کی نوخیز نسل اس سے برہم ہو کر ان کو قتل نہ کر ڈالے۔

دہابیہ کے پیشوا ابن تیمیہ منہاج السنۃ صفحہ ۸۷ جلد چہارم میں اسی حدیث کے بارے لکھتے ہیں۔ اس میں صرف آئندہ ہونے والے واقعات کی خبریں تھیں مثلاً ان فتنوں کا بیان تھا جو آگے چل کر مسلمانوں میں برپا ہوئے جیسے جنگ جمل و صفین کا فتنہ حضرت

ابن زبیر کے قتل کا فتنا اور حضرت حسین کی شہادت کا بیان اور اسی قسم کے واقعات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور یزید سے پناہ مانگنا: حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۱۹۳ جلد اول میں فرماتے ہیں (ترجمہ) اور علماء نے علم کے اس طرف کو جس کی حضرت ابو ہریرہ نے اشاعت نہ کی ان احادیث پر معمول کیا ہے جس میں امر اسوہ کردار حاکموں کے ناموں کی تفصیل، ان کے حالات اور ان کے زمانے کا بیان تھا حضرت ابو ہریرہ ان نالائق حکمرانوں میں سے بعض کا ذکر اشارۃً کنایہ سے کر دیا کرتے تھے مگر صراحتہً ان کا نام نہیں لیتے تھے کہ کہیں وہ ان کو جان سے نہ مار ڈالیں چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ۶۰ھ کے شروع ہونے اور لوٹوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں یہ یزید بن معاویہ کی بادشاہی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ ۶۰ھ میں قائم ہوئی حق تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ کی دعا قبول فرمائی وہ یزید کے بادشاہ ہونے سے پہلے دنیا سے رحلت فرما گئے۔

دوسری حدیث: امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم ہے جس کے الفاظ ہیں۔ باب قول النبی ﷺ ہلاک امتی علی ہوی ... من قریش۔ ارشاد رسول کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لوٹوں کے ہاتھوں ہوگی۔ پھر اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ (ترجمہ) عمرو بن لُحی سعید بن عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا جان نے بتلایا کہ میں مدینہ منورہ میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت مروان بھی ہمارے ساتھ تھا کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا میں نے صادق مصدوق ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لوٹوں کے ہاتھوں

ہوگی اس پر مروان کی زبان سے نکلا خدا کی ان پر لعنت ہو۔ لوٹوں سے ہوں گے؟ حضرت ابو ہریرہ کہنے لگے کہ اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں فلاں کے لڑکے ہوں گے تو بتا بھی سکتا ہوں۔ (نہ کہ بیان ہے) پھر میں اپنے دادا جان کے ساتھ جب بنی مروان کی حکومت شام میں قائم ہوئی تو ان کے یہاں جایا کرتا تھا اور دادا جان جب ان کو خیر لوٹوں کو دیکھتے تو فرمایا کرتے غالباً یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت ابو ہریرہ نے بتایا تھا ہم یہ سن کر کہتے آپ کو غیب معلوم ہے۔ ارشاد رسول میری امت کی تباہی قریش کے چند لوٹوں کے ہاتھوں ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۸ جلد ۳ میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ مسند امام احمد اور سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ سے ان الفاظ میں مروی ہے:

ان یناد امتی علی یدی غلۃ سفہاء من قریش

میری امت کی تباہی قریش کے چند بے وقوف لوٹوں کے ہاتھوں ہوگی۔

لوٹوں کی حکومت کی کیفیت

اس ہلاکت اور فساد کی تشریح جس کا ذکر صحیح بخاری کی ان حدیثوں میں آپ کی نظر سے گزرا۔ حضرت ابو ہریرہ ہی کی ایک دوسری روایت میں جس کو علی بن العبد اور ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کی ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے: میں اللہ تعالیٰ سے لوٹوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں حاضرین نے عرض کیا لوٹوں کی امارت کسے کیا معنی ہیں؟ فرمایا یہ کہ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہلاک ہوئے (کہ دین برباد ہو) اور اگر

تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر کے چھوڑیں گے (یعنی تمہیں جان سے مار ڈالیں گے) یا تمہارا مال لوٹ لیں گے یا تمہاری جان و مال دونوں تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ اب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے حافظ شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال صفحہ ۴۴۹ میں شمر ذی الجوشن کا جو تذکرہ لکھا اس کا ترجمہ پڑھئے۔ ابو بکر بن عیاش ابو اسحاق سے راوی ہیں کہ شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھتا اور پھر یوں دعا کرتا کہ اللہ تو جانتا ہے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں مجھے بخش دے اس پر میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے کیوں بخشے گا تو نے تو ابن رسول ﷺ کے قتل میں اعانت کی ہے۔ کہنے لگا مجھ پر اسوس پھر ہم کیا کریں (ہمارا کیا بس تھا) ہمارے ان حاکموں نے ہمیں ایک حکم دیا تھا ہم نے اس کی مخالفت نہ کی اور اگر ہم ان کی مخالفت کرتے تو ان بد نصیب گدھوں سے بھی بدترین بن جاتے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ غدر بد ہے۔ اعانت تو صرف نیک کاموں میں ہوتی ہے۔

ابو ہریرہ کی دعایا اللہ دور یزید سے بچا

فتح الباری صفحہ ۸ جلد ۳ کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بازار میں جاتے جاتے دعا کرنے لگتے۔ اللہ مجھے ۶۰ کا زمانہ نہ آنے پائے اور نہ لونڈوں کی حکومت کا اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لونڈوں میں سب سے پہلا لونڈا یزید پلید ۶۰ھ میں برسر اقتدار آیا جو بالکل واقعہ کے مطابق ہے۔ کیونکہ یزید بن معاویہ اسی

۶۰ھ میں بادشاہ بنا اور ۶۳ھ تک زندہ رہ کر مر گیا۔ نیز اس حدیث میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ لوان الساس اعزل لوہم۔ کاش لوگ ان لونڈوں سے کنارہ کشی کریں۔ اس میں حرف لؤ کا جواب کان اولی بہم (تو یہ ان کے حق میں اولیٰ ہے) مضاف ہے اور مراد اعتزال یعنی کنارہ کشی رہنے سے یہ ہے کہ نہ ان کے پاس آمد و رفت رکھیں اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوں بلکہ اپنے دین کو سلامت لے کر ان کے پاس سے راہ فرار اختیار کریں۔ (مختصر ترجمہ عبارت فتح الباری صفحہ ۸ جلد ۳)

صحابہ و تابعین کا اس حدیث پر عمل

ان ساری اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق پڑھا جائے یزید کے عہد غمست مہم میں میدان کربلا ہو یا جنگ حرہ حرم الہی کا محاصرہ ہو یا حرم نبوی پر چڑھائی ان میں سے کسی ایک مہم میں بھی یزید کی حمایت میں کوئی صحابی تو درکنار کسی قابل ذکر نیک کام تابعی کا نام بھی آپ کو ڈھونڈنے سے نہ ملے گا جو کہ یزید کی طرف سے لڑنے آیا ہو۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر حدیث کے اس جملہ کو کہ ہمارے دادا جان جب شام کے حکمرانوں کو دیکھتے کہ وہ فوخیز لونڈے ہیں کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ان میں پہلا شخص یزید ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کا ۶۰ھ کے آغاز اور لونڈوں کی حکومت کا ذکر کرنا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے۔

چوتھی حدیث: صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے (ترجمہ) حضرت ابو شریح (صحابی) نے عمرو بن سعید (یزید کے دور حکومت میں گورنر مدینہ) کو جب کہ وہ یزید کے حکم سے) مکہ مکرمہ پر (ابن زبیر سے زبردستی بیعت کے لئے اور لڑنے کے لئے) فوج

کے دستے بھیج رہا تھا فرمایا اے امیر اجازت دیجئے تاکہ میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا اور جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا اور جس وقت آپ اس کو بیان فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں آپ نے حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ مکہ مکرمہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ مکہ مکرمہ میں کوئی درخت کا ٹاٹا جائے پھر اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کے قتال کرنے کی ممانعت کی وجہ سے اس امر کی رخصت چاہے تو اس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی مگر تم کو اس کی اجازت نہیں دی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے بھی گھڑی بھر دن کی اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی جس طرح کہ کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہئے کہ غائب تک یہ بات پہنچا دے اس پر ابو شریح سے دریافت کیا گیا کہ عمرو (یزید گورنر) نے کیا جواب دیا فرمایا اس پر یزیدی گورنر نے کہا اے ابو شریح میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

امام ابن حزم کی تصنیف المسحلی کی کتاب الجنایات کے حوالہ سے علامہ بدر الدین عینی عمدة القاری شرح بخاری صفحہ ۱۴۳ جلد دوم میں لکھتے ہیں اس (عمرو یزیدی گورنر) یسطم الشیطان فاسق پولیس مین کی بھی یہ وقعت ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے صحابی سے بھی زیادہ عالم بننے کا دعویٰ کرے (ابن زبیر مگر بیعت یزید عاصی نہیں بلکہ ابی (یزیدی گورنر) فاسق اللہ و رسول کا عاصی تھا اور وہ شخص عاصی ہے جس نے اس

سے دوستی کی یا اس کے حکم پر چلا دیا آخرت میں ذلت اٹھائے والا ابی (یزیدی گورنر) تھا اور وہ یزید تھا جس نے اس کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں رقم طراز ہیں اور یہ (یزیدی گورنر عمرو بن سعید) کا خالی ثوبی و عوی ہے جو ہر مردود ہے کیونکہ عبد اللہ بن زبیر کے والد صحابی تھے صفات حمیدہ کے جامع انہوں نے کوئی کام ایسا نہ کیا تھا جس کی بنا پر بیرون حرم و قتل کے مستحق ٹھہرتے اور نہ کسی کے خلاف انہوں نے خروج کیا تھا لوگوں کو (ابھی تک) اپنی بیعت کی دعوت دی تھی حالانکہ ساکنان مکہ و مدینہ یزید سے خوش نہ تھے اور یزید کی بیعت پر بجز اصل شام کے کسی نے جلد بازی سے کام نہ لیا تھا اور اہل شام نے اس لئے بیعت نہ کی کہ اس کے باپ معاویہ نے (اجتہادی غلطی کی بنا پر) اس کو اپنا ولی عہد بنادیا تھا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر اور دوسرے حضرات نے اس نا اصل کی بیعت کرنے سے اس لئے سختی سے انکار کر دیا کہ یہ معاصی میں حد سے بڑھ گیا تھا اور کہاؤں کا مرتکب تھا حضرت عبد اللہ بن زبیر نے یزید کے شر سے بچنے کے لئے حرم محترم کے گوشہ میں پناہ لے رکھی تھی لہذا اس نے مکہ مکرمہ میں ان سے جنگ کرنے کے لئے فوجوں کو روانہ کیا کتب احادیث میں ابن زبیر کے کافی فضائل و مناقب درج ہیں۔

۱۔ نووی میں ہے حضور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ۲۔ ان کے لئے دعائے برکت فرمائی۔ ۳۔ پہلی چیز جو ان کے گھٹن میں پھینکی وہ حضور علیہ السلام کا لعاب دہن تھا۔

۴۔ ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ ۵۔ یہ اسلام میں پہلے بچے ہیں جو مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری باب جمع القرآن میں ہے مصائب عثمانی کی کتابت میں حضرت ابن زبیر بھی شریک تھے۔

یزیدی گورنر کی مذمت میں حدیث

عمر بن سعید (یزیدی گورنر) وہی نابکار ہے جس کے بارہائیں مسند امام احمد میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت آئی ہے۔ بحوالہ البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۱۱ جلد ہفتم ترجمہ۔ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ یحییٰ بنی امیہ کے ہتم گاروں میں سے ایک ہتم گار کی میرے منبر پر اس طرح تکسیر پکڑ کر رہے گی کہ پہلے لگ جائے گی حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ پھر مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمر بن سعید (یزیدی گورنر) کو اس حال میں دیکھا تھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے منبر پر اس کی تکسیر اتنی پھوٹی کہ منبر پر پہنچے گی۔ کربلا کے دن بنی امیہ نے اپنے دین کو ذبح کر دیا تاریخ اختلاف میں امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ ضحیٰ بنو امیہ یوم کربلا بالمدین

قرابت رسول کا پاس و لحاظ

امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے۔ باب مناقب قرابت رسول ﷺ شیخ نور الحق (شاہ عبدالحق کے صاحبزادے) تیسیر القاری میں علامہ قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں اس سے مراد علی اور ان کے بیٹے ہیں یزید اور اس کے حواریوں نے قرابت رسول کا جو پاس و لحاظ کیا وہ سب کو معلوم ہے صحیح بخاری اور اس کی تمام شروحات میں ہے ابن زیاد (یزید گورنر) حسین کے سر اقدس کو چھڑی سے پھینکنے لگا حضرت انس نے اس کو تنبیہ کی کہ کیا کرتا ہے یہ تو رسول اللہ ﷺ کے بہت ہی مشابہ تھے محرم طرانی میں زید بن ارقم سے مروی ہے ابن زیاد بد نہاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس کو وہ شقی حضرت حسین کی چشم مبارک اور بینی مبارک میں داخل کرنے لگا تو میں نے اس سے کہا اپنی چھڑی ہٹا لیں

نے حضور علیہ السلام کو یہاں منہ مبارک رکھے (بڑے دیتے) اور یکساں ہے جس جگہ تیری چھڑی اس وقت ہے۔ (تیسیر القاری شرح بخاری صفحہ ۴۶۶ جلد سوم (ملخصاً) (یزیدی لشکر نے میدان کربلا میں جوانان اہل بیت پر ظلم و ستم کیا) اس کو بیان کرنے میں جگر پانی پانی ہو گیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا کسی مسلمان کے حوصلہ سے یہ باہر ہے کہ اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔

یزید کی شقاوت :- علامہ عبد اللہ بن محمد بن عامر شیرازی شافعی کتاب الاثخاف بحسب الاشراف صفحہ ۱۸ طبع مصری میں فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے یزید پر شقاوت مسلط کی کہ اس نے اہل بیت شریف نبوی کے متانے پر کمر باندھی اہل حسین کے لئے اپنی سپاہ بھیجی ان کو شہید کیا ان کے حرم اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا حالانکہ یہ حضرات اس وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک روئے زمین پر تمام بسنے والوں سے زیادہ معزز تھے (واقعہ حرہ کے بارے میں بھی خبر) صحیح بخاری میں حضرت اسامہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے اترنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں فتح الباری شرح بخاری اور صحیح بخاری میں ہے وہ فتنہ حرہ ہے اصل مدینہ نے جب یزید کی شراب نوشی اور بد کرداری کے سبب بیعت توڑ دی تو اس نے مدینہ منورہ پر اپنی سپاہ بھیجی جس نے صحابہ کرام کا بے دردی سے قتل عام کیا اور عفت کی عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے دیوبندی مولوی عبدالرشید نعمانی نے حادثہ کربلا کا پس منظر نامی کتاب کے صفحہ ۳۸۵ میں لکھا آپ کا ان فتنوں کو دیکھنا رویت عینی و علمی دونوں

طرح سے تھایزید کے حکم سے کعبہ شریف پر گولہ باری ہوئی خاند کعبہ کے پردے میں گئے اور چپت میں آگ لگ گئی۔

یزید کا انجام: صحیح بخاری میں باب النہ ماکان اهل المدینہ میں مسرت حدیث ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بھی اہل مدینہ سے فریب کرے گا وہ اس طرح کھل جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ شرح صحیح مسلم از نووی میں صفحہ ۴۳۱ جلد اول میں اسی حدیث کے ماتحت ہے جس طرح کہ مسلم بن عقبہ فوراً مر گیا اور اسی طرح سپاہ پیچھے والا یزید بھی فوراً موت کے منہ میں چلا گیا۔

یزید یو ایہ حدیثیں بھی پڑھو۔

اہل مدینہ کو ڈرانے والا لعین ہے امام نسائی نے حضرت سائب سے مرفوعاً روایت کیا ہے جو ظالم اہل مدینہ کو خائف کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر خوف کو مسلط کر دے گا اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ صحیح ابن حبان میں بھی بروایت جابر بن عبد اللہ اسی مضمون کی روایت آئی ہے۔

سوچئے اور خوب سوچئے: اگر یزید کا انجام لعنتی کاموں پر ہوا تو وہ لعنت کا مستحق ٹھہرے گا یا جنت کا حقدار؟

امام سیوطی اور امام تفتازانی نے یزید پر لعنت کی

تاریخ اختلاف صفحہ ۲۰۷ اور شرح عقائد نسفی صفحہ ۷۷ طبع مصری میں صاف لکھا یزید کا قتل حسین پر راضی ہونا اور اس پر اظہار مسرت کرنا اور اہل بیت نبوت کی اعانت کرنا معنی کے لحاظ سے متواتر ہے اس لئے میں تو اس کے بارے میں کیا اس کے ایمان کے

بارے میں بھی کوئی تردید نہیں (یعنی وہ بے ایمان تھا) اللہ تعالیٰ کی اس پر اور اس کے اعوان و انصار پر بھی لعنت ہو۔

یزیدی سلیمان رشیدی سے بدتر ہیں

دیوبندی عالم عبدالرشید نعمانی اپنی تالیف حادثہ کربلا اور اس کا پس منظر صفحہ ۲۲، ۲۱ میں لکھتا ہے بدنام زمانہ سلمان رشیدی کھلے بندوں وار کیا تھا اور کھل کر دشمن کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے آیا اور تمام مسلمانوں نے اس سے نفرت کا اظہار کیا اور دشمنان دین نے اس کی پشت پناہی کی اور آج بھی کر رہے ہیں لیکن محمود احمد عباسی اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے (یزیدی نامی ملاں) اس سے زیادہ ٹھہرنا کہ ہیں کیونکہ یہ اپنے زہر کو نام نہاد تحقیق کے کپڑوں میں پوشیدہ کر رہے ہیں۔

یزیدی رافضیوں سے زیادہ کھوٹے ہیں

مذکورہ دیوبندی عالم کتاب کے صفحہ ۳۲۲ پر لکھتا ہے سچ پوچھئے تو اس بارے میں ناموسی (یزیدی) رافضیوں سے بھی زیادہ کھوٹے ہیں کیونکہ یہ تو یزید جیسے فاسق و فاجر اور منافک مظالم کو اپنا امام اور خلیفہ برحق مانتے اور اس کے حلقی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور رافضی جن بارہ حضرات کو امام معصوم (آئمہ معصومین) کہتے ہیں وہ تو سب اولیاء کبار اور اخیار امت ہیں۔

سب صحابہ یزید کے ظاہری و باطنی مخالف تھے

دیوبندی مولوی مذکور مذکورہ کتاب کے صفحہ ۳۲۹ پر لکھتا ہے غرض یزید کے دور حکومت میں یا تو صحابہ کرام اس سے برسرِ پیکار نظر آتے ہیں جیسے حضرت حسین عبد اللہ ابن زبیر

اور وہ صحابہ جو جنگ حرہ میں اس کے خلاف لڑے یا پھر اس کو یا اس کے عمال کو ان کے ظلم و ستم پر روکتے ٹوکتے جیسے عبداللہ ابن عباس عبداللہ بن عمر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر حضرت جابر بن عبداللہ حضرت ابوشرقہ غزالی حضرت معقل بن یسار حضرت انس بن مالک حضرت زید بن ارقم حضرت عبداللہ بن مفعول حضرت عائزہ بن عمرو حضرت ابوبرزہ اسلمی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوئی صحابی ہمیں یزید کا ثنا خوان اور اس کی تعریف میں رطب اللسان نہیں ملتا اور اس کی حمایت میں کسی معرکہ میں لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر مسلمین میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ یزید عادل تھا اور اللہ کا مطیع اور اس کی اطاعت واجب تھی ملاحظہ ہو منہاج المسلمین صفحہ ۲۴ جلد دوم از امام الوہابیہ ابن تیمیہ علیہ ما علیہ

فسق یزید۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب الہدایہ والنہایہ میں متعدد مقامات پر یزید کے فسق و فجور کی تصریح کی ہے ایک مقام پر امام غزالی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ یزید اپنی نوعمری میں پینے پلانے کا شغل رکھتا تھا اور اس میں چھوڑوں کی سی آزادی تھی الہدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۰ جلد ہشتم میں ہے اور یزید میں یہ بات تھی کہ وہ خواہشات نفسانی کا متوالا تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں بھی چھوڑ دیتا تھا اور اکثر بے وقت پڑھتا تھا۔

حدیث در فوم یزید: امام احمد بن حنبل حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے خلاف ہوں گے جو نمازیں چھوڑیں گے اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے اور

عقربہ بن جہنم کی بدترین وادی نبی میں داخل ہوں گے اور پھر وہ حدیثیں ذکر کے ہیں میں یزید کی مذمت وارد ہے لکھتے ہیں میں کہتا ہوں یزید پر اس کی بدکرداری کے سلسلہ میں (صحابہ کرام کی طرف سے) جو الزام عائد کیا گیا وہ شراب نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے صحابہ کرام کی طرف سے لگائے گئے الزامات کی تائید کی اور کہیں بھی ان سے یزید کی بدآت ثابت نہیں کی۔ صحابہ کرام کی جرح کے مقابلہ میں کسی اور کی تعدیل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

ابن عباس کا آخری فیصلہ بھی یزید کے خلاف ہے ملاحظہ ہو کامل ابن اثیر صفحہ ۵۰، ۵۱ جلد چہارم انساب الاشراف صفحہ ۱۸، ۱۹ جلد چہارم (حدیث در فوم یزید) (لسان المیزان صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴ جلد ششم) حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت کا معاملہ ٹھیک چتا رہے گا تا آنکہ بنی امیہ میں سے ایک شخص جس کا نام یزید ہوگا سب سے پہلے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

عمر بن عبدالعزیز اموی کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المؤمنین کہا اور آپ نے فرمایا ایسے بد بخت (یزید) کو امیر المؤمنین کہنے والے کو تیس کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

یزید ملعون ہے: مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ صفحہ ۲۱۲ جلد سوم میں امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے صالح بن احمد فرماتے ہیں میرے باپ نے کہا جو شخص اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہو یزید سے کیسے محبت کر سکتا ہے؟ تفسیر مظہری صفحہ ۲۳۲ جلد ہشتم میں قاضی

ہے جو یزید کے دور میں ہوا۔

یزید کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فیصلہ

۶۶۔ فتاویٰ عزیزی صفحہ ۲۲۳ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپ کی شہادت پر خوش ہوا اور اس نے اہل بیت اور خاندان رسول ﷺ کی اہانت کی تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا یہ روایات مرفوع ہیں تو ان علماء نے یزید پر لعن کیا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور مراد بن جوفقہائے شافعی سے ہوئے ہیں اور دیگر علماء نے کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا اور شمر اور ابن زیاد پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے۔ فتاویٰ عزیزی صفحہ ۲۲۵ میں ہے: اہل بیت کی محبت فراتقص ایمان سے ہے اور محبت اہل بیت سے ہے کہ مروان علیہ اللعنة کو برا کہا جائے اور اس سے دل سے پیزار رہنا چاہیے علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی کی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کے ساتھ اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیے۔ فتاویٰ عزیزی صفحہ ۲۴۷ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے۔

تختہ اثنا عشریہ اردو صفحہ ۸ شام و عراق کے بد بختوں نے ناپاک یزید کے کہنے اور اہل عدا کے سرداران زیاد کے اکسانے پر امام ہمام کو شہید کیا۔

تختہ اثنا عشریہ صفحہ ۸، اب تک فرقہ سنیہ شیعہ کے لوگ فرقہ لواصب اور فرقہ اہل سنت میں فرقی تمیز نہیں کرتے بلکہ ہر دو کو ایک جانتے ہیں حالانکہ یہ فرقہ اہل سنت جناب مرتضیٰ کے شیعہ خاص میں سے ہیں خاندان نبوی پر دل و جان سے فدا ہیں۔ لواصب

(یزید کو امیر المومنین ماننے والوں) کو نہایت بد زبان کتوں اور خنجر ہروں کے ہم مرتبہ جانتے ہیں۔ سر اشہار ثنیں صفحہ ۳۶ میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں: جب یزید پلید قتل حسین اور جنگ حرمت اہل بیت نبوی ﷺ سے فارغ ہوا تو اس غرور سے اس کی شقاوت اور فسادات اور زیادہ ہوئی چنانچہ زنا اور لواطت اور بھائی کا بہن سے نکاح اور سود وغیرہ منہیات شریعہ کو اس نے اپنے عہد میں اعلانیہ رواج دیا اور مسلم بن عقیل کو بارہ ہزار یا بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ واسطے تاخت تاراج مدینہ منورہ کے بھیجا تین دن تک اس شہر کے رہنے والے قتل اور لوٹ مار میں گرفتار رہے اور سات سو صحابی قریشی صاحب و جاہت اور عوام الناس اور لڑکے ملا کے دس ہزار آدمیوں سے زیادہ کو شہید کیا اور لڑکوں کو بند کر لیا اور عورتوں کو شہر والوں پر مباح کر دیا۔ ام المومنین ام سلمہ کا گھر لوٹ لیا اور مسجد نبوی کے ستونوں سے گھوڑے باندھے۔ چنانچہ گھوڑوں سے منبر اور قبر شریف کے درمیان کا حصہ پیشاب اور لید سے نجس کیا اور تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہو سکے اور کیا کیا کچھ اعمال قبیح کہ اس مسجد اقدس اور شہر مطہر میں یزید والوں نے نہیں کئے کہ زبان و قلم کی اس کی تفصیل سے عاجز ہے اور تخلیق سے کعبہ معظمہ سنگسار کیا اور محرم محترم کا پتھروں سے بھر گیا اور ستون مسجد حرام کے ٹوٹ گئے اور لباس خاند کعبہ کو جلا دیا۔

امام یوسف مہبانی کا یزید لعین کے بارے میں فیصلہ

۶۷۔ برکات آل رسول صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں اور تجھے ان کا فرمان کافی ہے ان کا تقویٰ اور علم اس امر کا متقاضی ہے کہ

انہوں نے یہ بات اس لئے کہی ہوگی کہ ان کے نزدیک ایسے امور صریح کا یزید لعنہ سے صادر ہونا ثابت ہوگا جو موجب کفر ہیں اس معاملہ میں ایک جماعت نے ان کی موافقت کی مثلاً ابن جوزی وغیرہ رہا اس کا فتنہ تو اس پر اتفاق ہے بعض علماء نے خاص اس کا نام سے لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ صفحہ ۵۳ پر لکھا ابن حجر فرماتے ہیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم خلی فرمایا کرتے تھے بالغرض اگر میں حضرت امام حسین سے جنگ والوں میں ہوتا پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا جاتا تو مجھے محبوب خدا ﷺ کے رخ انور کی طرف دیکھنے میں حیا آتی۔

علامہ عہدالحی دیوبندی کا فیصلہ

فتاویٰ عہدالحی مطبوعہ لاہور صفحہ ۴۲ جلد ۲ اہل سنت کے نزدیک قبائح یزید تو اہل قبلہ قابل ملامت ہیں باقی قبائح ابوسفیان و حسنی اللہ عنہ اور ہندہ کے ان کے اسلام سے سب محو ہو گئے اور معاویہ و حسنی اللہ عنہ کے متعلق خطابی الاجتہاد پر محمول ہیں ان تینوں کو برا کہنا درست نہیں۔

مجموعہ فتاویٰ عہدالحی صفحہ ۸ (ترجمہ و خلاصہ عبارت) یزید کی اطاعت پر مسلمانوں کا کب اتفاق ہوا صحابہ کی ایک بڑی جماعت اور اولاد صحابہ اس کی اطاعت سے خارج تھے اور باقی صحابہ نے جب اس کی حرکات شراب پینا، ترک نماز، زنا کرنا اور محارم (ہاں بہن، بیٹی) سے نکاح حلال کرنا ملاحظہ کیا تو بیعت اطاعت توڑ دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں یزید لعنہ نے حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم نہ دیا تھا اور نہ قتل پر راضی تھا اور نہ قتل کے بعد خوش ہوا۔ ان کا یہ سخن بھی باطل ہے۔

علامہ تفتازانی نے علم عقائد کی کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا: حق یہ ہے کہ یزید قتل حسین پر راضی تھا اور اہانت اہل بیت پر اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں حسین علیہ السلام کا قتل گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں لعنت کفار کے لئے مختص ہے یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ کفر ایک طرف رسول کو ایذا دینا کیا ثمرہ رکھتا ہے ارشاد خداوندی ہے: **إِنَّ الْكَافِرِينَ لَيُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُ اللَّهُ فِي الْآيَاتِ وَالْخِطَابِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا فَهِينًا** جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان سے ذلت آمیز عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں خاتمے کا حال معلوم نہیں شاید اس نے کفر سے توبہ کر لی ہو۔

جو باغداد ارش ہے: توبہ کا محض احتمال ہے اور اس بد بخت نے جو برے کام کیے قتل حسین اور اہانت اہل بیت کسی اور بد بخت نے نہیں کئے قتل حسین اور اہانت اہل بیت کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب اور اہل مدینہ کے قتل کے لئے اس نے شکر بھیجا واقعہ مدینہ میں مسجد نبوی تین دن تک ہے اذان و نماز رہی اس کے بعد مکہ معظمہ پر لشکر کشی کی انہی بد مشاغل کے دوران مردود مر گیا۔ اس کے بیٹے معاویہ نے برسر منبر اپنے باپ یزید کی برائی بیان کی۔ سلف صالحین میں سے بعض بے باکانہ اس کے لئے لعنت تجویز کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور اسی جیسے اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے ابن جوزی جو کہ حفظ سنت و شریعت میں کمال عصیت رکھتے ہیں نے اپنی کتاب میں سلف سے اس پر لعنت نقل کی ہے۔ علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے اس پر لعنت نقل کی ہے اور اس کے اعوان و انصار پر لعنت کی ہے۔

تاریخ اسلام مصنف مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ ۲۹۰ جلد ۱ میں ہے: قسطنطین پر حملہ کے وقت سپہ سالار امیر لشکر سفیان بن عوف تھے۔ صفحہ ۳۹۳ پر ہے: یزید ابتدائی سے ابو ولعب میں مشغول رہنے والا تھا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی کا فیصلہ

مکتوبات امام ربانی جلد نمبر ۱ مکتوب نمبر ۲۵۱: یزید سعادت توفیق سے محروم اور زمرة فساد میں داخل ہے۔

خود یزید کے بیٹے کی شہادت

الصواعق المحرقة صفحہ ۱۳۴ میں امام ابن حجر مکی نے لکھا یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید نے کہا میرے باپ (یزید) نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے نزاع کی آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا یہ کہہ کر وہ رونے لگا جو بات ہم پر سب سے گراں ہے تو وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت سے ہمیں معلوم ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو قتل کیا شراب کو حلال کیا اور بیعت اللہ کو بران۔

حسین سے لڑائی رسول سے لڑائی ہے

مفتوحة شریف صفحہ ۵۷ جلد ۲ میں بحوالہ ترمذی ہے: سرکار علیہ السلام نے فرمایا حضرت زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا جو ان سے لڑے میری ان سے لڑائی ہے جو ان

سے صلح کرے میری ان سے صلح ہے۔ (معاویہ رضی اللہ عنہ کی رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے رسول اللہ ﷺ سے صلح ہے) اور یزید لعنہ کی حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی رسول اللہ ﷺ سے لڑائی اور ایذا خدا سے لڑائی اور ایذا ہے خدا اور رسول ﷺ سے لڑائی اور ایذا موجب لعنت ہے)۔

شرح عقائد نسفی صفحہ ۴۷ طبع مصری میں ہے: یزید قتل حسین پر راضی اور خوش تھا۔

یزید ابتر ہے۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳ جلد ۸ میں لکھتے ہیں: یزید کے پندرہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں سب ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ بچا۔ سو بلا شہد و قدحہ اور قتل حسین کے بعد یزید کو ذلیل مدنی گئی مگر ردی بنا آنکہ حق تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا جو اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی ظالموں کو ہلاک کرتا رہا ہے۔ بیشک وہ عظیم و قدیر ہے۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۲ جلد ۸ میں ہے: بیشک یزید لعنہ نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر کہ تین دن تک مدینہ منورہ کو تباہ و تاراج کیا۔ جو نقش غلطی کی، یہ نہایت ہی بڑی اور فحش خطا ہے اور اس کا قتل اور شامل ہو گیا اور سابق میں ترچہ چکا کہ عبد اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں حسن اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا گیا اور ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں وہ عظیم مفساد برپا ہوئے کہ جو حد و شمار سے باہر ہیں اور جس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا پورا علم کسی کو نہیں۔ یزید لعنہ نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہی اور سلطنت کو مضبوط کرنا چاہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب ملا نزاع کے اس کے ایام سلطنت کو دوام نصیب ہوگا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد کو الٹ کر اسے مزاد کی اس کی ذات عالی یزید اور اس کی خواہش کے درمیان حائل ہو گئی۔ (کہ اس کی تمنا پوری نہ ہو سکی) چنانچہ اللہ تعالیٰ

جو مخالفوں کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کی کمر بھی توڑ ڈالی اور اسی طرح اس کو دھڑکڑا جس طرح کہ ہر چیز پر غالب اور اقتدار والا پکڑا کرتا ہے اور ایسی ہی تیر سے رب کی پکڑ ہے۔

الہدایہ والتہایہ صفحہ ۱۵۱ جلد ۸ میں ہے: سب لوگوں کا میلان سیط حسین رضی اللہ عنہ ہی کی طرف تھا کیونکہ وہی سید کبیر اور سیط رسول اللہ ﷺ تھے اور اس وقت روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو فضائل و کمالات میں آپ کا مقابلہ یا برابر کر سکے لیکن یزیدی حکومت ساری کی ساری آپ کی دشمنی پر اتر آئی تھی۔

یزید پلید کا قتل حسین کے لئے حکم

تاریخ طبری صفحہ ۳۳۸ جلد ۵ میں ہے: یزید نے گورنر مدینہ ولید بن عقبہ کو لکھا بیعت کے سلسلہ میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پوری فتی کے ساتھ پکڑے اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں انہیں رخصت نہ ملنے پائے۔

مروان کا مشورہ: اخبار الطوال صفحہ ۲۷۷ میں ہے: مروان نے گورنر مدینہ کو مشورہ دیا تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ اگر وہ دونوں بیعت کر لیں تو خیر ورنہ دونوں کی گردنیں مار دو۔ تاریخ طبری صفحہ ۳۴۰ جلد ۵: اس شخص (حسین رضی اللہ عنہ) کو قید کر اور جب تک یہ بیعت نہ کرے یا اس کا سر نہ قلم کر دیا جائے یہ تیرے پاس سے نکلے نہ پائے۔

حسین رضی اللہ عنہ کا اصل قاتل

امام ابن حزم طاہری نے اپنی کتاب جمہورۃ انساب العرب صفحہ ۱۱۲ (جس کے حوالے کو کٹر عباسی یزیدی نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں دیئے ہیں) صاف تصریح کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اصل قاتل یزید ہے کہ اس کے حکم سے امام کی شہادت عمل میں آئی۔ اس دور کے نامی اب یزید کو اس خون سے بری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ اصل قاتل یہی پلید ہے۔

ایک دیوبندی مولوی کا فیصلہ: عبد الرشید نعمانی دیوبندی اپنی کتاب ”حادثہ کربلا کا پس منظر“ صفحہ ۲۴۶ میں لکھتے ہیں: تمام اہل سنت اسی پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور جو لوگ ان سے برسر جنگ رہے وہ خطا پر تھے۔ حضرت معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کر کے (اجتہاد ہی) غلطی کی اور وہ (معاویہ) خلیفہ راشد نہ تھے۔ ان کا بیٹا مزید ظالم و جابر حکمران تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن زبیر اور وہ تمام صحابہ کرام جو جنگ حرہ میں شہید ہوئے اور جنہوں نے یزید کے تسلط و اقتدار کو برہم کرنے کی کوشش کی وہ سب حق کے داعی اور خیر کے علمبردار تھے۔ صفحہ ۲۵۱ پر لکھا: یزید کی شخصیت کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ علمائے اہل سنت میں اس پر تو اتفاق ہے کہ وہ فاسق و ظالم تھا البتہ اختلاف ہے تو اس بارے میں ہے کہ اس کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں (بعض علماء کافر کہتے ہیں) اور اس پر لعنت کرنا روا ہے یا اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے (اکثر علماء جواز امن کے قائل ہیں) اب ایسے شخص کو حطی جتنا اور اس کی تعریف کے گن گانا منالمت نہیں تو اور کیا ہے؟

شیخ محقق دہلوی کا فیصلہ

..... شاہ عبدالحق محدث دہلوی تمجیل الایمان صفحہ ۵۷ میں فرماتے ہیں: یزید ہمارے نزدیک تمام انسانوں میں مبعوض ترین ہے جو کام کہ اس بد بخت منحوس نے اس امت میں کئے ہیں کسی نے نہیں کئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے اور اہل بیت کی اہانت کے بعد اس نے مدینہ منورہ کو تباہ و برباد کرنے اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجا اور جو صحابہ و تابعین وہاں باقی رہ گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر اس اثناء میں جب کہ مکہ معظمہ محاصرہ کی حالت میں تھا وہ دنیا سے جہنم میں چلا گیا۔

امام غزالی کے بارے ایک شبہ کا جواب

ناصی کہتے ہیں امام غزالی یزید کو اچھا سمجھنے کی بنا پر لعنت نہیں کرتے۔ جواباً گدازش ہے: ناصیوں کے اس شبہ کے جواب میں حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمنانی الروض الباسم صفحہ ۴۲ جلد ۲ ص ۴ مصری میں فرماتے ہیں اور جب ابن خلکان نے حافظ عبد اللہ بن کیا ہر اسی کے اس فتویٰ کو نقل کیا (جس میں یزید پر لعنت کی اجازت دی گئی ہے) تو اس کے بعد غزالی کا ایک فتویٰ بھی نقل کیا جو اس امر کا شاہد ہے کہ غزالی قتل حسین کے حق بجانب ہونے میں یزید لعنہ کی حمایت سے بری ہیں انہوں نے تو صرف دو مسئلوں پر بحث کی ہے جن کا اس بات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ایک یہ ہے کسی پر لعنت کرنا درست نہیں اس میں یزید کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر فاسق اور کافر کے بارے میں ان کی یہی رائے ہے۔ وہ

تو ابلیس پر بھی لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے اور نہ کسی کافر زمین پر لعنت کو روا رکھتے ہیں پھر یزید پلید پر لعنت کرنے کو کیوں کہیں گے؟ ان کے نزدیک ہر حال میں مومن کا ذکر الہی میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر از عبدالرشید نعمانی دیوبندی صفحہ ۲۵۸)

کسی پر لعنت نہ کرنا اور بات ہے اور اس کا اچھا ہونا اور بات ہے۔ امام غزالی کے نزدیک بھی یزید لعنہ اچھا آدمی نہیں تھا بلکہ وہ کسی کے لئے بھی لعنت کے قائل نہیں چاہے کافر ہو یا فاسق۔

شیخ محقق کا ایک اور فیصلہ در بارہ لعنہ بر یزید

..... تمجیل الایمان صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں: ہم ایسی بات ایسے اعتقاد سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے یزید لعنہ امام اور امیر ہو اس کے امیر ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؟ صحابہ کی جماعت اور صحابہ زادے جو اس کے دور حکومت میں موجود رہے اس کی جماعت سے خارج اور اس کی خلافت کے منکر تھے ہاں اہل مدینہ کی ایک جماعت ہجرت و اکرامہ اس کے پاس شام گئی تھی اور یزید لعنہ نے ان کو بڑے انعام اور لذت و عورتوں سے نوازا بھی۔ لیکن یہ حضرات جب اس کا حال قباحت مال دیکھ کر مدینہ منورہ واپس ہوئے تو اس کی بیعت تو زوری اور صاف بتا دیا کہ وہ دشمن خدا تو کئے نوش ہے۔ تارک صلوٰۃ، زانی، فاسق، فاجر اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والا ہے اور بعض ناصی لوگ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم ہی نہیں دیا اور نہ ہی آپ کے قتل کی

شہادت پر خوش ہوا اور اس پر اس نے کچھ خوشی کا اظہار کیا ان کی یہ بات بھی مردود اور باطل ہے کیونکہ اہل بیت نبوی سے اس بد بخت کی عداوت اور ان حضرات کے قتل پر اس کا خوشیاں منانا اور خاص طور سے ان حضرات کی تذلیل و اہانت کرنا تو انکار محض بناوٹ اور زبردستی اور بغض (باصی) یہ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کا قتل گناہ کبیرہ ہے کیونکہ کسی مومن کا ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے اور تکفیر و لعنت تو کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور افسوس مجھے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب باتیں بتانے والے ان احادیث نبوی کے بارے میں جو کداس پر باطل ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی اولاد کی ایذا و اہانت اور ان سے بغض اور عداوت خود رسول اللہ ﷺ کی ایذا و اہانت ہے اور آپ ﷺ سے بغض کا موجب ہے کو کیا کہتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنا تو بموجب آیت کریمہ:

إِنَّ الْكَافِرِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

(الاحزاب آیت ۵۷)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لئے دلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

بلا شک کفر کا سبب ہے جس کی بنا پر لعنت اور ہمیشہ جہنم میں رہنا واجب ہو جاتا ہے۔

علماء سلف اور اعلام امت میں ہے: امام احمد بن حنبل اور ان جیسے حضرات شامل ہیں یزید پر لعنت کی ہے اور محدث ابن ہوزی کہ جو سنت و شریعت کی پاسداری میں پوری شدت اور سرگرمی دکھاتے ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کو سلف سے نقل

کرتے ہیں۔

امام اعظم کے نزدیک یزید پر لعنت جائز ہے

..... دیوبندی مولوی عبدالرشید نعمانی اپنی تصنیف حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۳۳۶ میں فتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ چٹائی دہلی صفحہ ۷۰ جلد ۱ کے حوالے سے لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ سے یزید پر لعنت کے بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں بلکہ ان سے جو کچھ منقول ہے وہ تعارض روایات کے وقت توقف کا قول ہے۔ یزید کے بارے میں خود ان کی تصریح آگے آ رہی ہے کہ اس پر لعن جائز ہے۔ بالفاظہ۔

امام سیوطی کا فیصلہ

..... تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۱ میں لکھتے ہیں: جب امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی شہید کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے ان شہداء کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا اول تو اس پر بہت خوش ہوا پھر جب مسلمانوں نے اس وجہ سے اس پر پھنکار شروع کی اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے اظہارِ رندامت کیا اور مسلمانوں کو تو اس سے نفرت کرنا ہی چاہیے تھی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فیصلہ

..... تجلہ اثنا عشر ص ۳۱ طبع نکاح میں لکھتے ہیں اور بعض (بد بخت) لوگ انبیاء اور پیغمبر زادوں تک کو قتل کر دیتے ہیں جیسے کہ یزید لعنہ اور اس کے اخوان (معنوی بھائی یعنی ساتھی) (اولاد پیغمبر کو قتل کرنے والے) ہوئے ہیں۔

”ناصلیوں یزید یوں کے سر پر ایٹیم بم“

..... شاہ عبدالعزیز کی رائے ان کے شاگرد مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی تحریر العبادتین صفحہ ۹۶، ۹۷ میں نقل کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلیدی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کے قتل کا حکم دیئے والا ہے اور اس پر راضی اور خوش تھا اور یہی جمہور اہل سنت و جماعت کا مختار مذہب ہے۔ چنانچہ معتمد علیہ کتابوں میں جیسے مرزا محمد بدخشی کی مفتاح النجا اور ملک العلماء قاضی شہادت الدین دولت آبادی کی مناقب السادات اور علامہ سعد الدین تفتازانی کی شرح عقائد نسفیہ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تکمیل الایمان اور ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابوں میں مع دلائل وشواہد مذکور و مرقوم ہے اور اسی لئے اس ملعون پر لعنت کے روا ہونے کو قطعی دلائل اور روشن براہین سے ثابت کر چکے ہیں اور راقم الحروف مولانا سلامت اللہ الدین اور ہمارے اساتذہ و صوری و معنوی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ یزید ہی قتل حسین کا حکم دیئے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا اور وہ لعنت ابدی اور وبال و نکال سرمدی کا مستحق ہے اور اگر سوچا جائے تو اس ملعون کے حق میں صرف لعنت ہی پر اکتفا کرنا ہی ایسی کوتاہی ہے کہ اس پر بس نہیں کرنا چاہیے چنانچہ اساتذہ البریہ صاحب تہذیب الثنا عشریہ (شاہ عبدالعزیز نے رسالہ حسن العقیدہ کے حاشیہ میں جملہ علیہ صلیت و سلم پر جو تعلیق (نوٹ) لکھا ہے اس میں افادہ فرماتے ہیں کہ علیہ ما یتفقہ لعنت سے کنایہ ہے اور یہ بات کہ کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے عربیت کا مشہور قاعدہ ہے اس کے ساتھ ما یتفقہ کے ابہام میں اس پر تشفیج اور اس کی حد درجہ خرابی جو پوشیدہ

ہے وہ صراحۃً لعنت کے استعمال سے فوت ہو جاتی ہے چنانچہ آیت کریمہ فَتَشِیْھُمْ قَبْلَ الْيَوْمِ الَّذِي تَأْتِيهِمْ فِيهِ الْقَتْلُ کی تفسیر سے اس کا بیان آتا ہے اور حق یہ ہے کہ یزید کے حق میں محض لعنت پر اکتفا کرنا کوتاہی ہے اس لئے کہ اس قدر تو مطلق مومن کے قتل کی سزا ہی مقرر کر چکے ہیں ارشاد الہی ہے۔ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا أَجْرًا ثَلَاثًا مِّائَةً خَالِدًا فِيهَا وَكَرِهُوا اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَالْعَذَابُ أَلَدُّ لِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو عمدتاً تو اس کی سزا جہنم ہے۔ اس میں ہمیشہ پڑا رہے گا اور اللہ کا اس پر غضب ہو اور اللہ نے لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا اور یزید نے تو اس عمل کے ارتکاب میں وہ زیادتی کی ہے جو دوسرے کو نہیں ہو سکتی اس لئے اس زیادتی کو جو اس کے استحقاق کے اور کسی امر پر حوالہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ انسان کا علم اس کے خصوصی استحقاق کی معرفت سے عاجز ہے۔

دیوبندی عالم کی رپورٹ عبدالرشید نعمانی دیوبندی کتاب ”حادثہ کربلا کا پس منظر“ صفحہ ۳۶۹ میں لکھتا ہے: کربلا میں جو مظالم کئے گئے ان کی بنا پر شاہ عبدالعزیز کے نزدیک یزید حق تعالیٰ کے اس قدر قہر و غضب کا حقدار ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے اس پر لعنت کرنا تو کچھ بھی نہیں لہذا بہتر یہ ہے کہ اس کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کر کے اس کے بارے میں یوں کہنا چاہیے علیہ ما یتفقہ کیونکہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ وہ اس کے کس قدر غضب کا مستحق ہے۔ بعض علماء کی لعنت سے روکنے کی وجہ یہ نہیں کہ یزید اچھا تھا ازلۃ الخلق فی رد کشف الخطا صفحہ ۴۶، ۴۷ میں مولانا غلام ربانی لکھتے ہیں: اور ظاہر ہے کہ لعن طعن کرنے سے اس کے وہاں میں کمی آتی ہے جس کے بارے میں لعن طعن

کیا جاتا ہے لہذا زبان کو لعنت سے آلودہ نہیں کرتے اور تخفیف عذاب کے سبب یزید پلید کی روح کو شاد نہیں کرتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح گناہوں کا بوجھ لے لادے کہ شکست ہی رہے۔ (دوسری وجہ) شرح مفاد صفحہ ۳۰ جلد ۲ طبع قسطنطنیہ میں امام تفتازانی فرماتے ہیں: پھر اگر یہ کہا جائے کہ بعض علماء شوافع ایسے بھی ہیں جو یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ ان کو علم ہے کہ وہ لعنت سے بھی بڑھ کر اور زیادہ وہال کا مستحق ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ منع کرنا اس احتیاط کی بنا پر ہے کہ کہیں یہ مسئلہ ترقی کمر کے اعلیٰ سے اعلیٰ تک نہ پہنچ جائے جیسا کہ روافض کا شعار ہے۔

امام احمد بن حنبل کا ارشاد بحوالہ دیوبندی عالم کی کتاب حادثہ کر بلا کا پس منظر صفحہ ۷۳ کوئی بھی شخص جس کا ایمان اور روز آخرت پر ہے بھلا یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ آخر اس بد بخت پر کیوں لعنت نہ کی جائے جس پر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے کیا یہی وہی نابکار نہیں ہے جس نے اہل مدینہ پر وہ ظلم نوازا جو بیان سے باہر ہے۔

امام اعظم و دیگر علمائے احناف لعین یزید کے قائل ہیں۔ ۱۔ یزید پلید پر لعن کے سلسلہ میں امام احمد کی جو رائے (یعنی یزید پر لعنت جائز ہے) وہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے مطاب المومنین میں منقول ہے۔ ملاحظہ ہو زہر الشاہ والحبیب عن ارتکاب العقیۃ از مولانا عبدالحی فرنگی نخلی صفحہ ۲۰ طبع ۱۳۹۸ھ شائع کردہ مکتبہ عارفین کراچی۔ ۲۔ اکابر حنیفہ میں امام ابو بکر احمد بن علی الرازی جنہوں نے ہمیشہ امام ابو حنیفہ کے قول کو دوسرے کے قول پر ترجیح دی (ملاحظہ ہو الاختیار صفحہ ۱۲۳ جلد ۲) نے احکام القرآن میں یزید کو لعین ہی لکھا۔ ۳۔ امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری حنفی خلاصۃ الفتاویٰ صفحہ

۳۹۰ جلد ۲ میں لکھتے ہیں: میں نے شیخ امام زہد قوام الدین صغریٰ سے سنا ہے وہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے فرماتے ہیں لا باس باللعین علی یزید۔ یعنی یزید پر لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ۴۔ ابن بزاز کردری حنفی فتاویٰ بزاز یہ بر حاشیہ عالمگیری صفحہ ۳۲۲ جلد ۶ میں فرماتے ہیں: یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے اور امام قوام الدین صغریٰ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضافہ نہیں۔ کردری کہتے ہیں اور حنفی یہ ہے کہ یزید پر اس کے کفر کی شہرت نیز اس کی گمنامی شرارت کی متواتر خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معلوم ہیں لعنت ہی کی جائے گی۔ خواجہ محمد یار نقشبندی کے نزدیک یزید اہقر ہے۔ فصل الخطاب میں فرماتے ہیں خدا نے یزید اور اس کی نسل سے ایک شخص بھی باقی نہ چھوڑا کہ جو گھر کو آباد رکھے اور اس میں دیا جلا سکے اللہ تعالیٰ سب سے سچا ہے کہ جس نے اپنے حبیب سے فرمایا تھا اِنَّكَ بِكَ لَيَكْفُرُ بِكَ جو شیراز میں ہے وہ اہقر وہ ہر خیر سے محروم اور کم (لا ولد) ہے۔ (الفصل فی العلل والافواہ والنحل صفحہ ۱۰۵ جلد ۳ میں ابن حزم منکابری لکھتے ہیں: امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کی بیعت بیعت ضلالت تھی۔ امام عالی مقام نے کبھی بھی یزید سے بیعت کرنے کا ارادہ بھی نہیں فرمایا۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۲ جلد ۲ طبع مصری میں ہے: عقبہ بن سمعان سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے سات مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر ساتھ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک کہیں جدا نہ ہوا۔ میں نے یوم شہادت تک آپ کی وہ تمام گفتگوئیں سنی ہیں جو آپ نے لوگوں سے فرمائی ہیں۔ سو

واللہ بخدا یہ بات آپ نے لوگوں کے سامنے رکھی ہی نہیں جس کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے اور اس سے بیعت کر لیں گے۔ (مسعود اللہ مؤرخ خضریٰ کی تحقیق۔

محاضرات تاریخ الام اسلامیہ صفحہ ۱۳۸ جلد ۴ میں ہے: یہ بات صحیح نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ بیعت کے لئے یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے لئے تیار ہیں مگر ان لوگوں (کولیوں) نے آپ کی پیشکش قبول نہ کی۔ اجماع اہل سنت۔ علامہ عبدالحی بن حماد ضلی شذرات الذهب صفحہ ۶۸ جلد طبع مصری میں لکھتے ہیں: علمائے حق (اہل سنت) کا اس پر اجماع ہے کہ جناب مولانا علی اپنے مخالفین سے قتال کرنے میں حق پر تھے کیونکہ آپ خلیفہ برحق تھے نیز اس پر بھی اجماع اور اتفاق منقول ہے کہ حضرت امام حسین کا خروج یزید کے خلاف اور ابن زبیر اور اہل حرین کا بی امیہ کے خلاف اور ابن الاشعث اور ان کے ساتھ کبار تابعین اور بزرگان مسلمین کا خروج حجاج کے خلاف مستحسن تھا۔ پھر جمہور کی رائے یہ ہے کہ یزید اور حجاج جیسے ظالم اور فاسق حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا جائز ہے۔ ترمذی کے حوالہ سے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۸۰ جلد ۲ میں ہے: حسین کا شمار ان چودہ صحابہ میں سے ہے جو نقیب اور رقیب ہیں ان چودہ بزرگوں کی نجات و عقابت کے اعتبار سے وہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔ حافظ ابن حزم کا فیصلہ۔

الفصل صفحہ ۱۶۵ جلد ۴ طبع مصری میں ہے: صحابہ و تابعین سے جن حضرات نے بھی یزید لعنہ و لعین اور سلیمان کی بیعت سے انکار فرمایا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ لوگ تھے۔

منظوم نذرانہ عقیدت

جوئے غم حیات کا دھارا بدل دیا

سیلاب حادثات کا دھارا بدل دیا

صحرائے روزگار میں تیرے شعور نے

افکار کے فرات کا دھارا بدل دیا

تیرے عمل پہ حسن مساوات دیکھ کر

انسان نے ذات پات کا دھارا بدل دیا

اے تیغ سے شہید تری ذات پاک نے

خونِ رگِ حیات کا دھارا بدل دیا

تیری بہارِ فکر نے اقلیمِ وقت میں

سحرِ سیاسیات کا دھارا بدل دیا

تیری سخا نے، تیری عطا نے جہان میں

رودِ معاشیات کا دھارا بدل دیا

مولا حسین! تیری شہادت میں ڈوب کر

افضل نے غزلیات کا دھارا بدل دیا

شاعر محمد شیر افضل

بحضور سید کربلا

معین نظامی

یارب طفیل خونِ شہیدانِ کربلا

دے ہم کو صبر و عزمِ جوانانِ کربلا

ہرگز جھکے نہ سرِ کبھی باطل کے سامنے

بھولے ہمیں نہ اسوۂ سلطانِ کربلا

جذبوں پہ انحصار ہے فتح و شکست کا

سو چوز را کہ کتنا تھا؟ سامانِ کربلا

میں جا رہا ہوں پاؤں پر ہنہ لیے ہوئے

لبِ نقشہ ہوں گے خارِ مغیلاںِ کربلا

اسلام زمرہ ہو گیا جہدِ امام سے

مومن نہیں ہے منکرِ احسانِ کربلا

کلتے رہیں گے دین کی ناموس پر گلے

مہکے گا تابہِ حشرِ گلستانِ کربلا

کلتے رہیں گے زخمِ صداقت کے جسم پر

ہوگا رفوہ چاکِ گریبانِ کربلا

سجے رہیں گے سینہ لالہ پہ داغِ دل

ہوتا رہے گا یونہی چہ افغانِ کربلا

بہتا رہے گا ریت پہ معصوم کا لہو

پھولوں سے خالی ہوگا نہ دامنِ کربلا

اسلام ہے نشانہ ستم ہائے کفر کا

درپیش کس جگہ نہیں میدانِ کربلا

ایمان ہے محبتِ آلِ نبیِ معین

ہوں خاکِ کوچہ شہِ ذیشانِ کربلا

حسین رضی اللہ عنہ

وہی حسین محمد کا جو نواسہ تھا
 وہی حسین جو شیر خدا کا بیٹا تھا
 وہی حسین کہ جس سے تھی آبروئے جہاں
 وہی حسین جو حق پر تھا صاف سچا تھا
 وہی حسین وہ عظمت کا، رفعتوں کا سفیر
 وہی حسین جو دوش نبی پہ بیٹھا تھا
 وہی حسین جو تھا صاحب جلال و جمال
 رسول پاک نے جس کی جہیں کو چوما تھا
 وہی حسین کہ خطبے کو چھوڑ کر جس کو
 رسول پاک نے جا کر گلے لگایا تھا
 وہ کہ نطق رسالت نے جس کے بارے میں
 حسین مجھ سے ہے میں اس سے ہوں سنایا تھا
 وہی سرشت میں جس کی تھا شیوہ تسلیم

وہی جو جوہر صبر و رضا کا پتلا تھا
 وہی خمیر میں جس کے تھی خوں صدق و وفا
 وہی جو اپنے زمانے میں سب سے اچھا تھا
 وہ روح عظمت عزم و ثبات و جرأت ہے
 وہ اپنے بیٹوں کی لاشوں پہ بھی نہ رویا تھا
 جب اس کے خون سے سیراب ہو رہی تھی زمیں
 خدا گواہ وہ اس وقت سخت پیاسا تھا
 کوئی بھی اس کی طرف سے مقابلے پہ نہ تھا
 ہوا شہید تو اس وقت وہ اکیلا تھا
 اک امتحان وفا و خلوص تھا جس میں
 دیار کرب و بلا میں وہ پورا اتر اٹھا
 ادھر ہوا تھا ترس ترے بدن سے جدا
 ادھر یزید کا ایوان تھر تھرایا تھا
 ادھر زمین پہ ڈوبی تھی تیری ہنسی حیات
 ادھر افق پہ نیا انقلاب ابھرا تھا

معین نظامی

تاریخ اسلام فاؤنڈیشن لاہور

کے ڈائریکٹر

صلاح الدین سعیدی

کا تحقیقی مقالہ

جنوبی پنجاب میں

فکر رضا کے پہلے ترجمان

امام احمد سعید کاظمیؒ

مکتبہ کریمہ سے مفت حاصل کریں

محقق عصر حاضر

بقیۃ السلف حضرت علامہ

محمد اشرف سیالوی مدظلہ

کے خطبات بعنوان

اشرف التقریر

زیر طبع ہے

مکتبہ کریمہ خضریٰ مسجد جناح مارکیٹ یو بلاک نیو ملتان

خطیب پاکستان، پیر طریقت حضرت علامہ

اللہ بخش نیر مجددی سعیدی

کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین کا حسین گلدستہ

مقالات نیر

عنقریب منصہ شہود پر جلوہ گرہور ہا ہے

مکتبہ کریمیہ خضریٰ مسجد جناح مارکیٹ یو بلاک نیو ملتان

تخلیقات و تحقیقات نیر

ترجمہ قرآن نیر العرفان	زیر طبع
تفسیر نیر العرفان	زیر طبع
نیر رسالت	زیر طبع
مقالات نیر	مطبوعہ 200.00
مقالات نیر	زیر طبع
مقالات نیر	زیر طبع
مقالات نیر	زیر طبع
فلاح کربلا	مطبوعہ 160.00
فتاویٰ نیر	زیر طبع
دیوان نیر	زیر طبع

ادارہ تحقیقات اہل سنت

منہجہ قمری کالج ملتان روڈ بکیر والا 0300-7892820

ادارہ تحقیقات اہل سنت

جامع مسجد شہزی، U ڈاک، جناح مارکیٹ، ملتان